

روزنامہ
شاعری

رُوزِ شاعری

علم عروض علم فانیہ علم بیان محسن کلام علم بدیع
اقسام نظم و دگر مر بوط علوم ادب کا بیان

ڈاکٹر سید تقی عابدی
ایم۔ ڈی

القلم انٹرپرائزرز
رجان ماریٹ
اُردو بازار، لاہور

توبصورت، معيار کتابیں



الکیمی انٹرنیشنل
انجام: محمد سعید اللہ صدیقی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طبع اول	2003ء
ترمیم	خرم آرٹس، لاہور
مطبع	آر آر پرنٹرز، لاہور
پروف خوانی:	رفاقت علی شاہد

انتساب

اُردو ادب کے عظیم عروض دان، شاعر، نقاد ادیب محقق اور شارح

”سید علی حیدر نظم طباطبائی“ (۱۸۵۳ء-۱۹۳۳ء)

کے نام

جن کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے
علامہ اقبال نے کسی عروضی متنازعہ میں کہا:
”آپ نے ضاد کر دیا۔ میرے لیے یہی کافی ہے۔“

خود نظم طباطبائی نے تلخیص عروض و قوافی کے رسالے (۱۹۲۴ء) میں لکھا:
”ایک بڑا کلمہ لکھتا ہوں، لیکن باللہ العظیم بالکل صحیح ہے۔ یعنی فارسی اور اردو
والے عرب کے عروض کو نہ سمجھے تھے۔ اس فن کو الجھا کر رکھ دیا تھا۔ یہی حال قافیہ کا بھی
تھا۔ میں نے تلخیص عروض و قوافی لکھ کر تمام گتھیوں کو سلجھایا اور حشو و زوائد کو چھانٹ دیا۔“

jabir.abbas@yahoo.com

فہرست

- 15 وجہ تالیف
- 22 تالیف اور صاحب تالیف سید باقر زیدی
- 21 بیان علم عروض
علم عروض کیا ہے؟ — لفظ عروض — عروض کے لغوی معنی — عروض کے اصطلاحی معنی — علم عروض کے بانی کے حالات — تاریخ علم عروض و مآخذ۔
- 27 بیان شعر
شعر کے لغوی معنی — شعر کے اصطلاحی معنی — شعر کیا ہے؟ — شاعری کی مختصر تاریخ — شعر کہنے کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ — شعر کہنے کا گر — تذکر۔
- 35 بیان فصاحت
فصاحت کسے کہتے ہیں؟ — فصیح کلام کی خصوصیات — روزمرہ کیا ہے؟ — محاورہ کیا ہے؟ — بلاغت کیا ہے؟
- 39 علم بیان
تشبیہ: ارکان تشبیہ — وجہ تشبیہ کی قسمیں — غرض تشبیہ کے اقسام — مرتب تشبیہ کی قسمیں — اقسام تشبیہ — استعارہ: استعارہ کیا ہے؟ — ارکان استعارہ — اقسام استعارہ — مجاز مرسل — اقسام مجاز مرسل — کنایہ کیا ہے؟ — اقسام کنایہ۔
- 57 علم بدیع
صناع معنوی: ایہام — تضاد — مراعات النظیر — عکس — رجوع — لف و نشر — اومان — استنباع — ارساد — استخدام —

استدراک — اطراد — ایراد الشل — تاکید المدح بما شمیہ الذم —
 تاکید الذم بما شمیہ المدح — تجاہل عارفانہ — تلمیح — جامع للسانین
 — جمع — تفریق — تقسیم — تقسیم مسلسل — جمع اور تفریق —
 جمع با تقسیم — جمع، تفریق اور تقسیم — مبالغہ — المیزل الذی یراد بہ الجہد
 — قول بالموجب — تضمین — توجیہ — حشو — احتجاج —
 سوال و جواب — حسن الطلب — تجرید — تعجب — حسن تعلیل
 — مکر شاعرانہ — مزاح — ترجمہ — ترجمہ اللفظ — نفز —
 ذوالسانین۔

71

صنائع لفظی

مسجع — ترصیع — ترصیع مع التخیس — تکرار — قلب — رد
 الجوز — ایداع — مقطع — تتاری — متابع — خیما — فوق
 انقاط — تحت انقاط — موصل — قطع الحروف — محاذ — مبادلۃ
 الرائین — برلنۃ الامتثال — مصحف — تزلزل — منقوطہ — غیر
 منقوطہ — رقطا — جامع الحروف — توشیح — ذوالقائمتین — متلون
 — ترانق — واسع الحقیق — واصل الشفیعین — موقوف لآخر —
 طرز العکس — مثنی — مثلث — صفت رد العجز علی الصدر مسلسل —
 مدور — معما — تاریخ — قطار المیمر — تفریع — توسیم —
 محذوف — تضمین — المزودج — ذوالقائمتین — افراد — تنیق
 الصفات — سیاق الاعداد — دوخنہ — سلب و ایجاد — مشجر —
 تقلیب — مغرب — نظم النثر — دورو — ضلع جکت —
 صنعت قافیہ معمولہ۔

99

کلام کی قسمیں

اقسام نشر: لفظی تقسیم — عاری — مرجز — مسجع — معنوی تقسیم:
 سلیس سادہ — سلیس رنگین — دقیق سادہ — دقیق رنگین۔

103

نظم کی قسمیں

105

اصنافِ ہیئت

غزل — رباعی — مثنوی — مصرع — فرد — قطعہ — ترکیب
 بند — ترجیع بند — مستزاد — اقسامِ مسطہ — مثلث — مربع
 — خمس — مسدس — مستطیع — مثنیٰ — متع — معشر —
 سانیٹ — نظم — نظمِ معریٰ — نظمِ آزاد — ساقی نامہ —
 نظمانے — پٹن — ہائیکو — ثلاثی — ٹرایولٹ — تفسیم —
 تنخیمیں۔

اصنافِ موضوعی: مرثیہ — واسوخت — شہر آشوب — حمد —
 مناجات — نعت — منقبت — سلام — نوحہ — ہجو — پہیلی
 — پروڈی۔

123

متفرق اصنافِ سخن:

رباعی — مکرئی — گیت — دوہے — دو غنہ — آغمل —
 ڈھکوسلا — مزاحیہ نظم — ستائشِ سخن — سہرا — رخصتی

127

اصنافِ موضوعی ہیئت:

قصیدہ — جمع۔

128

آوری کلام:

دیوان — کلیات — مجموعہ کلام — تذکرہ

129

عیوب اشعار

عیوبِ فصاحت — شتر گربہ — اخلاص — تعقید — تاخیر —
 تناقص — ابتذال — خشو — تزل — تکرار — تکلف —
 غرابت — ضعفِ تالیف — تابع — تنفرِ معنوی — تنفرِ حرفی —
 جزیرِ حروف — تقابلی ردیفیں — الحاق — اضافہ قبل از ذکر — جمع الجمع

بنانا — ردیف زائد — دور از فہم استعارات — اعلان نون —
حروف کا تقطیع میں گرتا — ترکیبات لفظی — عیوب عروضی — تخلیج
— تخالف — عدول — عیوب قافیہ۔

135 کلام میں سرقہ
سرقہ ظاہر کی قسمیں: نسخ — توارد — اعادہ — اقسام سرقہ غیر حاضر۔

138 لفظوں کا بیان اور ان کے تصرفات
استعمال اہل فارس — استعمال اہل ہند۔

149 متروکات
فہرست متروکات

157 علم عروض کی بنیادی باتیں
اعراب (حرکات و سکونات) — حروف علت — حروف صحیح — زیر —
زیر — پیش — تشدید — جزم — مد — ہمزہ — تنوین —
الف مقصورہ و ممدودہ — واو مجہول و معروف — ایف وصل — ہائے مختلف
— ہائے مخلوط یاے مخلوط — یائے بطنی۔

163 اجزائے بیت
اصول سہ گانہ — سبب خفیف — سبب ثقیل — و تہ مجموع — و تہ
مفروق — فاصلہ صغریٰ — فاصلہ کبریٰ — ارکان عشرہ اصلی — ارکان
فرعی (زحانی)

169 شعر کے حصے

171 زحاف
زحاف کے لغوی معنی — زحاف کے اصطلاحی معنی — زحاف کی قسمیں
— زحاف کے اصطلاحات — تقطیع کے لغوی معنی — تقطیع کے
اصطلاحی معنی — تقطیع کا قاعدہ — تقطیع بجائی اور آہنگی — علامات

تقطیع — قواعد تقطیع کے مفید نکات — الف کا بیان — نون کا بیان
— یاء ”ی“ کا بیان — واو ”و“ کا بیان — ہاء ”ھ“ کا بیان —
ہمزہ ”ء“ کا بیان — تشدید — وند موقوف — حروف علت۔

183 بحروں کا بیان
بحر کے لغوی معنی — بحر کے اصطلاحی معنی — بحروں کی ایجاد — بحروں
کی تعداد — مقررہ بحریں — مرکب بحریں — اردو شاعری میں مروجہ
اوزان کا تناسب — جدول وقوع فی صد بخور۔

189 بحر رمل
بحر رمل کی وجہ تسمیہ — بحر رمل کے زحافات — تقطیع بحر رمل — بحر
رمل کے غیر معروف اوزان۔

203 بحر ہزج
بحر ہزج کی وجہ تسمیہ — بحر ہزج کے زحافات — بحر ہزج کے معروف
اوزان — تقطیع بحر ہزج — اوزان رباعی — ارکان رباعی — شجرہ
اخر — شجرہ اخرم۔

223 بحر مضارع
بحر مضارع کی وجہ تسمیہ — بحر مضارع کے معروف اوزان — تقطیع بحر
مضارع۔

226 بحر مضارع کے غیر معروف اوزان

233 بحر جث
بحر جث کی وجہ تسمیہ — بحر جث کے مشہور اوزان — تقطیع بحر جث
— بحر جث کے غیر معروف اوزان۔

237 بحر خفیف
بحر خفیف کی وجہ تسمیہ — بحر خفیف کے مشہور اوزان — تقطیع بحر خفیف
— بحر خفیف کے غیر مروجہ اوزان۔

تقطیع — قواعد تقطیع کے مفید نکات — الف کا بیان — نون کا بیان
 — یاء ”ی“ کا بیان — واو ”و“ کا بیان — ہاء ”ھ“ کا بیان —
 ہمزہ ”ء“ کا بیان — تشدید — و مد موقوف — حروف علت۔

183

بحروں کا بیان

بحر کے لغوی معنی — بحر کے اصطلاحی معنی — بحروں کی ایجاد — بحروں
 کی تعداد — مفرّد بحریں — مرکب بحریں — اُردو شاعری میں مروّجہ
 اوزان کا تناسب — جدول وقوع فی صد بحر۔

189

بحر رمل

بحر رمل کی وجہ تسمیہ — بحر رمل کے زحافات — تقطیع بحر رمل — بحر
 رمل کے غیر معروف اوزان۔

203

بحر ہزج

بحر ہزج کی وجہ تسمیہ — بحر ہزج کے زحافات — بحر ہزج کے معروف
 اوزان — تقطیع بحر ہزج — اوزان رباعی — ارکان رباعی — شجرۂ
 اُخر — شجرۂ اُخرم۔

223

بحر مضارع

بحر مضارع کی وجہ تسمیہ — بحر مضارع کے معروف اوزان — تقطیع بحر
 مضارع۔

226

بحر مضارع کے غیر معروف اوزان

233

بحر جث

بحر جث کی وجہ تسمیہ — بحر جث کے مشہور اوزان — تقطیع بحر جث
 — بحر جث کے غیر معروف اوزان۔

237

بحر خفیف

بحر خفیف کی وجہ تسمیہ — بحر خفیف کے مشہور اوزان — تقطیع بحر خفیف
 — بحر خفیف کے غیر مروّجہ اوزان۔

- 275 بحر مدید
بحر مدید کی وجہ تسمیہ — بحر مدید کے مشہور اوزان — تقطیع بحر مدید —
بحر مدید کے غیر معروف اوزان۔
- 277 بحر سربلج
بحر سربلج کی وجہ تسمیہ — بحر سربلج کے مشہور اوزان — تقطیع بحر سربلج —
بحر سربلج کے غیر معروف اوزان۔
- 281 بحر کامل
بحر کامل کی وجہ تسمیہ — بحر کامل کے مشہور اوزان — تقطیع بحر کامل —
بحر کامل کے غیر معروف اوزان۔
- 285 بحر غریب
بحر غریب کی وجہ تسمیہ — بحر غریب کے مشہور اوزان۔
- 289 بحر قریب
بحر قریب کی وجہ تسمیہ — بحر قریب کے مشہور اوزان۔
- 291 بحر طویل
بحر طویل کی وجہ تسمیہ — تقطیع بحر طویل — بحر طویل کے غیر معروف
اوزان۔
- 293 بحر وافر
بحر وافر کی وجہ تسمیہ — بحر وافر کے زحافات — بحر وافر کے مشہور اوزان
— تقطیع بحر وافر — بحر وافر کے غیر معروف اوزان۔
- 295 بحر عریض
- 295 بحر عمیق
- 296 اختیارات شاعرانہ

275 بحر مدید
بحر مدید کی وجہ تسمیہ — بحر مدید کے مشہور اوزان — تقطیع بحر مدید —
بحر مدید کے غیر معروف اوزان۔

277 بحر سریع
بحر سریع کی وجہ تسمیہ — بحر سریع کے مشہور اوزان — تقطیع بحر سریع —
بحر سریع کے غیر معروف اوزان۔

281 بحر کامل
بحر کامل کی وجہ تسمیہ — بحر کامل کے مشہور اوزان — تقطیع بحر کامل —
بحر کامل کے غیر معروف اوزان۔

285 بحر غریب
بحر غریب کی وجہ تسمیہ — بحر غریب کے مشہور اوزان۔

289 بحر قریب
بحر قریب کی وجہ تسمیہ — بحر قریب کے مشہور اوزان۔

291 بحر طویل
بحر طویل کی وجہ تسمیہ — تقطیع بحر طویل — بحر طویل کے غیر معروف
اوزان۔

293 بحر وافر
بحر وافر کی وجہ تسمیہ — بحر وافر کے زحافات — بحر وافر کے مشہور اوزان
— تقطیع بحر وافر — بحر وافر کے غیر معروف اوزان۔

295 بحر عریض

295 بحر عمیق

296 اختیارات شاعرانہ

وجہ تالیف

شاید میری طرح آپ بھی یہ سوچ رہے ہوں کہ یہ مشکل، دقیق اور سنگین کام میں نے کیوں اور کس لیے انجام دیا اور اس سنگین پتھر کو تنہا اٹھا کر قصر شاعری کی جبین پر کیسے جمادیا کہ کوئی ذی شعور فنکار اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ میرے بچپن اور نو جوانی کے دوست احباب اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ میں سکول اور کالج میں تک ہندی کیا کرتا تھا اور غالب کے مصرعے کے مصداق بن کر:

ع کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

کبھی کبھ فتن شاعری پر توجہ نہ کی۔ ثانی امریکہ میں آ کر جب میلان طبیعت باغ شعر کی تفریح پر آمادہ ہوا تو زور طبع نے اسپ وحشی کی طرح سرکشی شروع کر دی اور نیویارک کے گرد و نواح میں اس ہل چل کو محسوس کیا جانے لگا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے بعض اشعار پر سکوت خن شناس کی مہر ثبت ہونے لگی اور اس سکوت نے مجھے علم عروض کے سمندر کے تلاطم کی طرف متوجہ کیا۔ فارسی اور اردو کی اغلب عروض کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ اردو عروض کی کتابیں عربی عروض کا ترجمہ اور نچوڑ ہیں۔ بیشتر کتابوں میں مصنفوں نے عروضی اجتہاد کیا اور فتاوے صادر کیے۔ مختلف بحر کے اوزان، دائروں اور بعض تقطیع کے مسائل کو واضح طور پر بیان کرنے کے بجائے دوسری کتابوں کے مطالب کو نشانہ بنایا گیا اور ساری توانائی بات کو بٹکنڈ بنانے پر صرف کر دی گئی۔ اس کے برعکس بیسویں صدی کی فارسی عروض کی مستند کتابوں میں اس قلمی جنگ سے پرہیز کیا گیا۔ ان کتابوں میں قدیم روایتی تقطیع کے ساتھ ساتھ ہجائی تقطیع، جو آسان فہم اور زبان زد عام ہے، استفادہ کیا گیا۔ اس لیے میں نے اس کتاب میں ہجائی تقطیع، جو اردو مزاج سے بہت قریب ہے، استعمال کی اور اس کے ساتھ ساتھ روایتی تقطیع بھی رکھی تاکہ جسے جو راہ پسند آئے اسے اختیار کرے۔ میں نے اس تالیف میں تقریباً ہر گونہ مطالب، خن جو خن، گو خن شناس، سخنور، خن پرور اور اہل خن کو پیش آتے ہیں، سلیس اردو میں کیجا کر دیے ہیں۔ دشت ادب کی سیاحی کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ان مطالب کی جمع آوری بھی دشت میں خار مغیلاں کی جمع آوری سے کچھ کم نہیں۔ مغربی طرز پر مشرقی علوم کے مطالب کو درجہ بندی کر

کے چھوٹے چھوٹے خانوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ موجودہ یا آئندہ نسل کے فنکار مطالب پر جلد پہنچ جائیں اور ان کو سمجھنے میں وقت کا خون نہ ہو۔ اردو زبان ارتقا اور تکامل کی طرف رواں دواں ہے جو لاشعوری طور پر زمان اور مکان کی آمیزش کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ہر کتاب تقریباً پچاس سال بعد اپنے اسلوبی انداز میں جدیدیت کے مزاج کی ضرورت کا احساس کرتی ہے۔ یعنی بہت سی پرانی کتابیں اپنے اسلوب کی وجہ سے جدید زمانے کے لیے آسان اور عام فہم نہیں۔ اس لیے علوم عروض میں ایسی کتابوں کی سخت ضرورت ہے جو موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مددگار ہو سکیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کتاب کو تالیف کرتے ہوئے میں نے دیدہ ریزی، عرق سوزی سے کام لیا ہے۔ اپنی مصروف پیشہ ورنہ زندگی میں عروس سخن کے شیدائیوں کی دوا دارو کی ہے تاکہ طالبان فن ان مطالب سے آگاہ رہیں اور اس طرح فن پر چھائی ہوئی ناقدوں کی حرف گیری سے بچ سکیں۔ میری کوششیں پھیلے ہوئے پانی کو آبشار کی دھار بنا کر روشنی تولید کرنا ہے تاکہ دنیائے شاعری کے زمین و آسمان روشن ہو سکیں۔

یہ تالیف یقیناً مبتدی کے لیے ضروری اور کہنہ مشق کے لیے سودمند ثابت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ شاعری کسی کی میراث ہے نا شعر سخن کسی کی جاگیر، لیکن وہی شخص اچھا نفاذ ہو سکتا ہے جو خود بھی سخنور اور سخن شناس ہو۔ عروضیوں کی فہرست دیکھیے: تو معلوم ہوگا کہ گدا سے شاہ تک، کافر سے مومن تک، سب نے عروس عروض کے گیسو سنوار کر عروس سخن کو سجایا ہے۔ شاعروں، ادیبوں، مولویوں، منشیوں، پروفیسروں، انجینئروں اور ڈاکٹروں ہی نے نہیں بلکہ شہنشاہوں نے بھی عروض پر کتابیں لکھی ہیں۔ شہنشاہ بابر کی علم عروض پر تصنیف کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں ہندی، عربی، فارسی اور اردو عروض سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ میری ناچیز رائے میں ہر اردو شاعر کو فارسی کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ فارسی شعرا کے مطالعہ بغیر کوئی بھی اردو کا شاعر عظیم نہ ہو سکا۔ اردو کے چار عظیم شعرا میں غالب اور اقبال کا زیادہ تر کلام فارسی میں ہے۔

میر تقی میر کی بندشیں اور الفاظ کی نگارشات، میر انیس کی قدرت بیانی اور حماسہ آفرینی، دیستان فارسی کی بنیادیں تھیں جن پر یہ تاج محل اور شیش محل تعمیر کیے گئے۔ اسی لیے اس کتاب میں فارسی اشعار کی تقطیع اور مشق شامل کی گئی ہے۔

خالق اور مخلوق کا ایک فرق یہ بھی ہے کہ خالق کامل ہے اور مخلوق ناقص۔ چنانچہ اس ناقص کی تخلیق بھی ناقص ہوگی۔ اگرچہ اس کتاب کو حتی الامکان کامل کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی لازمی ہے کہ میری اردو پر فارسی انشا اور املا کا اثر زیادہ ہے، کیونکہ میرا مطالعہ اردو اور فارسی کتابوں کا ہے اور گھر کی زبان فارسی ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس فارسیت کے اثر کو نظر انداز کریں گے۔ مشہور

عربی محاورہ ہے ”العلم صید والكتاب قید“، یعنی علم شکار ہے اور کتاب اس کی قید۔ اس لیے میں نے چند سالہ جمع آوری میں جو مسائل یادداشت کیے تھے یا ذہن نشین رکھے تھے ان کو صفحہ تحریر پر لا کر دیگر افراد کے اذہان عالیہ میں قید کرنے کی کوشش کی ہے۔

شعر العجم میں علامہ شبلی نے صحیح کہا کہ ”اگر ناممکنات کی فہرست تیار کی جائے تو ایک نام کتاب کی صحیح کتابت بھی ہوگا“ ہر کتاب نقص کتابت رکھتی ہے۔ خصوصاً ایسی تالیف جس میں اعراب اور علامتیں بھری ہوں، اغلاط سے خالی نہیں ہو سکتی۔ بہر حال میری کوشش یہ رہی کہ حتی الامکان کتاب اغلاط سے پاک ہو مگر:۔

ع فکر معقول، بغیر ماگل بی غار کجاست

آخر میں اپنے کرم فرماؤں میں جناب سید باقر حسن زیدی، ڈاکٹر عروج اختر زیدی اور جناب شہاب کاظمی صاحبان کا مشکور ہوں جنہوں نے مطالب کی صحت، انشا اور املا کی نوک پلک سنوارنے میں مدد فرمائی۔

(اس میں اور بھی کرم فرماؤں کے نام بخصوص محترم مشکور حسین صاحب یاد کا ذکر، خصوصی عنایات علمی کا تذکرہ شامل ہوگا)

خیبر اندیش
ڈاکٹر سید تقی عابدی۔ ام ڈی

jabir.abbas@yahoo.com

تالیف اور صاحب تالیف

ڈاکٹر سید تقی عابدی پیشہ کے اعتبار سے طبیب ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں 'مع ڈاکٹر سید یاور عباس (مرحوم)' اس پیشے سے وابستہ کسی شخص کو زبان و ادب کے مشاغل میں اتنا مصروف نہیں دیکھا۔ جتنی توجہ، جتنا وقت اور جتنی محنت وہ ادبی مشاغل میں صرف کرتے ہیں، لائق آفرین تو ہے، لائق تقلید نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کا پہلا **Commitment** یہی ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے۔ وہ عام زندگی کے تمام فرائض بھی اسی تندہی سے انجام دیتے ہیں اور نصف شب کے بعد ختم ہونے والی تمام محافل و مجالس شعر و سخن میں مسلسل شرکت اور اس کے بعد دو گھنٹہ کی طویل ڈرائیونگ کر کے اپنے گھر لاگ آئی لینڈ پیچنے کے عادی رہے ہیں اور یہ بات اور بھی قابل ستائش ہے کہ ان کی شریک حیات، جو ایک ایرانی خاتون ہیں، اردو سے زیادہ شغف نہ رکھتے ہوئے بھی ان کی ان تمام مصروفیات میں شانہ بشانہ ہوتی ہیں۔ اس لیے میں تقی عابدی کی کامیابیوں میں انہیں برابر کا شریک گردانتا ہوں۔

گزشتہ تقریباً دس سالوں میں، میں نے ڈاکٹر تقی عابدی کو پہلے بحیثیت شاعر پھر بحیثیت شاعر اور ناظم اور تین چار سال سے بحیثیت محقق اور مقالہ نگار دیکھا، سنا اور پڑھا ہے۔ نظم اور نثر یکساں جوش اور روانی سے لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ جوجی میں ٹھان لیتے ہیں، کر کے چھوڑتے ہیں۔ کوئی مشکل انہیں ان کے راستہ سے نہیں ہٹا سکتی۔ جو کام کرتے ہیں سلیقہ سے کرتے ہیں۔ دیکھتے دیکھتے گزشتہ سالوں میں انہوں نے خود احتسابی کے مسلسل عمل سے گزر کر مسلسل محنت، انھک کوشش اور عمیق مطالعہ کے زور پر بڑے میدان فتح کیے ہیں۔ بیسیوں تحقیقی مقالے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور اب علوم شاعری پر ان کی زیر نظر کتاب ان کے عزم، جانفشانی اور کام کی لگن کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ ان کی یہ کتاب دوسروں کے لیے ایک نظیر قائم کرتی ہے کہ اگر جذبہ صادق ہو تو اکتساب علم کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔

اگرچہ اس کتاب کا نفس مضمون دلچسپی سے خالی بلکہ خاصا خشک ہے تاہم اسے آسان اور دلچسپ بنانے میں انہوں نے حتی المقدور کوشش کی ہے اور بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ اصطلاحات کی گرائی اور فارسی اشعار کی مثالیں کہیں کہیں عام سطح سے کچھ بلند ہو جاتی ہیں لیکن بار خاطر نہیں ہوتیں۔ ایسی کسی کتاب کی ضرورت ایک مدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ بالخصوص امریکا اور دوسرے مغربی ممالک میں جہاں ارباب سخن باوجود مشکلوں اور محرومیوں کے زبان و ادب کی خدمت میں کوشاں ہیں اور انھیں مناسب ذرائع علم بہ شکل کتاب یا کسی استاد فن کی صورت میں میسر نہیں ہیں۔ تقی عابدی نے اس کتاب کی تالیف سے اس صورتحال کا ازالہ کرنے کی بڑی جامع کوشش کی ہے جسے بہ نظر استحسان نہ دیکھنا بڑی حق تلفی ہوگی۔ کتاب کے آخر میں دی ہوئی فہرست کتابیات بتاتی ہے کہ ان کی جمع آوری مطالعہ اور نگہبے مراد جمع کرنے میں جس جستجو اور عرق ریزی سے کام لیا ہے وہ فی زمانہ مشکل ہی سے کہیں نظر آتی ہے۔ اپنی اس سعی مشکور کے بارے میں وہ خود رقم طراز ہیں کہ ”میری کوشش پھیلے ہوئے پانی کو آبشار کی دھار بنا کر روشنی تولید کرنا ہے تاکہ دنیائے شاعری کے زمین و آسمان روشن ہو سکیں۔“ مجھے قوی امید ہے کہ ان کی یہ کتاب اردو ادب میں ایک مفید کتاب کی حیثیت بہت جلد پالے گی اور مشتاقان علم اس سے فہر پورا استفادہ کرتے رہیں گے۔ میں کتاب کے مولف اور خواہان علم کے لیے توفیقات الہی کا طالب ہوں۔

باقر زیدی

بیان علم عروض

علم عروض کیا ہے؟

علم ادبیات عربی بارہ (۱۲) فروعی علوم پر مشتمل ہے جن کے نام یہ ہیں:
علم صرف، علم نحو، علم شعر، علم انشاء، علم معانی، علم لغت، علم بیان، علم خط، علم قافیہ، علم تاریخ، علم
اشتقاق اور علم عروض جیسا کہ کسی عربی شاعر نے ان ناموں کو اس قطعہ میں نظم کیا ہے۔

شعر: صرف و نحو و عروض بعدہ، لغة ثم اشتقاق و قرض الشعر انشاء
علم المعانی، بیان، الفط، قافیہ تاریخ هذا العلم العرب احصاء
پس معلوم ہوا کہ علم عروض علوم ادبیات کا ایک مستقل علم ہے۔ اردو ادب میں بھی یہ تمام علوم کم و بیش عربی
زبان کی طرح مروج ہیں۔

لفظ عروض

عروض عربی لفظ ہے جو فارسی اور اردو میں مستعمل ہے۔ یہ لفظ واحد ہو تو مذکر استعمال ہوتا ہے
لیکن اس کی جمع ”اعاریض“ ہے جو مونث ہے۔

عروض کے معنی

عروض کے معنی کو دو قسموں، یعنی لغوی اور اصطلاحی معانی میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

عروض کے لغوی معنی

لغت میں عروض کے تقریباً دس سے زیادہ معنی ہیں:

- ۱۔ خیمہ کا مرکزی ستون جس پر خیمہ تانا جاتا ہے۔
- ۲۔ وہ اونٹنی جو وحشی اور سرکش ہو۔
- ۳۔ پہاڑوں پر بنے ہوئے تنگ راستوں کو۔
- ۴۔ مکہ اور مدینہ کو۔
- ۵۔ مصرع اولیٰ کے آخری کلمہ کو۔
- ۶۔ شعر کے وزن کی کسوٹی اور ترازو کو۔
- ۷۔ ظاہر ہونا یا عارض ہونے کو۔
- ۸۔ مانند مثال یا نظیر کو۔
- ۹۔ فحوی و فحشی کلام کو ”عرفت فی عروض کلامہ“۔
- ۱۰۔ احتیاج اور ضرورت کو (ہوا کو من بلا عروض)۔
- ۱۱۔ منہج اور ابر کو۔

عروض کے اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

ادب کی اصطلاح میں منظوم کلام کی کسوٹی کو ”عروض“ کہتے ہیں۔ جس طرح منشور کلام یا نثر کی کسوٹی کو ”نحو“ کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ علم عروض کے بانی خلیل ابن احمد بصری ایک دن چاندی کے ورق بنانے کی دکان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ چاندی کے ورق کوٹنے کی مسلسل آواز کو سن کر ان کے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ ”خدا کی قسم اس آواز سے ایک علم ظاہر ہوتا ہے“ جس کو انہوں نے بعد میں علم عروض کا نام دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلیل ابن احمد پر یہ علم مکہ معظمہ میں ظاہر ہوا اس لیے اس کو ”عروض“ کہتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح پہاڑوں پر چڑھنے کے راستے مشکل اور تنگ ہوتے ہیں اسی طرح یہ علم مشکل اور سخت ہے جس پر عمل کر کے موزوں اور ناموزوں کلام میں فرق کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں چونکہ مصرع اول کے آخری کلمہ جس کو ”عروض“ کہتے ہیں اس سے شعر کی بحر کو معلوم کیا جاسکتا ہے اسی طرح سے اس علم سے شعر کی بحر اور اس کا وزن معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس

لیے اس کو ”عروض“ کہتے ہیں۔
 بعض کہتے ہیں کہ اس علم کو اس لیے عروض کہتے ہیں کہ یہ شعر کی موزونیت پر عرض کرتا ہے یعنی
 آیا شعر موزوں ہے یا ناموزوں۔
 بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس لفظ کے تین حروف عین (ع) را (ر) اور ضاد (ض) ہیں
 جس کے معنی کشف اور ظہور ہے۔ چنانچہ اس علم سے ظاہر ہوتا ہے کہ کون سا کلام صحیح ہے اور کون سا کلام
 صحیح نہیں۔

علم عروض کے بانی کے حالات

محققان شعر و ادب کے عقیدے کے بموجب ”علم عروض“ کے بانی ابو عبد الرحمن خلیل ابن احمد
 بصری ہیں۔ خلیل ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ستر (۷۰) سال زندگی بسر کر کے ۱۷۰ھ میں دفن ہوئے۔
 مشہور عربی مورخ جارج زیدان نے ”تاریخ ادب، اللغت العربیہ“ میں لکھا ہے کہ خلیل ایرانی شہزادوں
 کی نسل سے تھے۔ ان کے جد کو شہنشاہ ایران انوشیروان داؤدگر نے یمن بھیجا تھا۔ خلیل کے باپ وہ پہلے
 شخص تھے جنہیں حضور اکرم کی وفات کے بعد پہلی بار ”احمد“ کہا گیا۔ خلیل کو چونکہ علم موسیقی سے کامل
 واقفیت حاصل تھی اس لیے علم موسیقی سے فائدہ اٹھا کر پانچ دائرے اور پندرہ بحریں اختراع کیں اور علم
 عروض کی بنیاد گزاری کی۔ اس کے علاوہ علم موسیقی میں ”کتاب النغم“ اور لغت میں ”کتاب العین“
 بھی تالیف کی۔ چونکہ خلیل بندر بصرہ میں مقیم تھے اس لیے مسافران ہندوستان سے آشنائی اور دوستی کے
 باعث سنسکرت زبان سے واقف تھے اور اسی لیے ان کے بنائے ہوئے اصول علم عروض اور سنسکرت کے
 علوم عروض میں کافی مماثلت نظر آتی ہے۔ لغت کی کتاب ”کتاب العین“ میں بھی خلیل نے حروف تہجی کی
 ترتیب، سنسکرت کے حروف تہجی کی ترتیب پر رکھی۔

تاریخ علم عروض

عروضیان عربی، فارسی، ہندی اور اردو کی تحقیقات کے مطابق یہ بات تقریباً ثابت ہو چکی ہے
 کہ عربی عروض کے بانی خلیل ابن احمد نے سنسکرت عروض کے اصولوں اور اصطلاحوں سے فائدہ اٹھا کر
 کچھ یونانی اور عربی قدیم طریقوں کو ملا کر پندرہ بحریں اور پانچ دائروں کو ایجاد کیا اور اس کا نام ”علم
 عروض“ رکھا۔

اس بیان کی تائید ”کتاب الہند“ میں ایرانی محقق ابوریحان البیرونی نے بھی کی ہے۔ عہد
 عالمگیر کے معروف عروض دان میرزا خان ابن فخر الدین محمد نے اپنی کتاب ”تحفۃ الہند“ میں عروض
 ہندی اور سنسکرت پر تحقیقی بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ عروض عربی، سنسکرت کے عروض جسے ”پنگل“

کہتے ہیں، اخذ کیا گیا ہے اور علم قافیہ بھی (Rhyme) جسے سنسکرت میں ”نیک“ کہتے ہیں اسی سے ماخوذ ہے۔ اسی ”نیک“ سے اردو میں بھی اصطلاح ”نیک بند گائے رواج ہوا۔

سنسکرت اور ہندی میں عروض ”ہجائی“ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عربی عروض، سنسکرت سے اخذ کیا گیا ہے اور پھر فارسی اور اردو عروض میں عربی کی تقلید کی گئی۔ چنانچہ ان تمام زبانوں کے عروض کا مبدا سنسکرت زبان کا عروض ”پنگل“ ہے۔

ہجائی کوتاہ ایک حرف متحرک کو کہتے ہیں۔ جیسے ہندی میں لگھو (Laghu) کہتے ہیں اور اس واحد وزن کو ”ماترا“ بھی کہتے ہیں۔

ہجائے بلند کو سبب خفیف بھی کہتے ہیں۔ جو دو ہجائے کوتاہ ”لگھو“ سے بنتا ہے۔ اس کو ہندی میں گرد (Guru) کہتے ہیں۔ دکنر نائل خاطر نے ”کتاب وزن شعر فارسی“ میں لکھا ہے کہ سبب کی اصطلاح سنسکرت کے لفظ سبدا (Sabda) و تد کا لفظ ورتا (Varta) اور عروض سنسکرت کے لفظ ازل سے بنایا گیا ہے۔ اسی طرح عربی عروض میں محترک اور ساکن کی علامتیں (ا) بھی سنسکرت سے ہی لی گئی ہیں۔ اگرچہ سنسکرت میں یہ علامتیں لگھو (ا) اور گورو (ا) کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔ یورپ کی زبانوں میں ہجائے کوتاہ کے لیے (u) اور ہجائے بلند کے لیے (-) کی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ ہندی زبان میں سبب خفیف کو ”سپری“ و تد مجموع کو ”تومر“ اور تد مفروق کو ”کرتال“ کہتے ہیں۔

جس طرح عربی عروض ارکان سے بنتا ہے اسی طرح سنسکرت اور ہندی میں بھی ارکان اس علم کی بنیاد ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ عربی فارسی اور اردو کا ہر حرف بالقوہ ساکن ہے، مگر سنسکرت اور ہندی میں بالقوہ متحرک ہے۔ ہندی میں رکن کو ”گنا“ (Ganna) کہتے ہیں۔ ہندی میں ارکان دو طرح سے بنائے جاتے ہیں۔ ایک میں ماترائیں شمار کرتے ہیں جہاں لگھو ایک ماترا اور گورو دو ماترا کے وزن پر ہوتا ہے اور دوسرے قاعدے میں برن شمار کرتے ہیں جس میں لگھو اور گورو مساوی ہوتے ہیں۔ چنانچہ برن گن یعنی ارکان برن آٹھ (۸) اور ماترا گن یعنی ارکان ماترا اکتیس (۳۱) ہیں جن کی تفصیل ہمارے اس موضوع سے تعلق نہیں رکھتی۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی خارج از محل نہیں کہ اردو ادب کے مشہور شاعر انشاء اللہ خان انشا نے ”دریائے لطافت“ جو قواعد اردو کی پہلی کتاب ہے عروض و قافیہ پر گفتگو کرتے ہوئے کئی اصطلاحوں کے ساتھ ساتھ تقطیع کے لیے ہندی اور اردو نام بھی دیے ہیں جیسے مفعول کے لیے بی جان، مفاعیلین کے لیے پری خانم اور فاعلین کے بجائے چت لگن وغیرہ۔

مفعول، مفاعیلین، مفعول، مفاعیلین: بی جان، پری خانم، بی جان، پری خانم
مفعول، مفاعیلین، مفعول، مفاعیلین: چت لگن، پری خانم، چت لگن، پری خانم
آئیے! اب ہم مشہور عروض دانوں اور ان کی تصنیفات پر ایک سرسری روشنی ڈالتے ہیں۔

- ۱۔ ظلیل ابن احمد بصری (وفات ۱۷۰ ہجری) نے پندرہ بحریں اور پانچ دائرے ایجاد کیے۔
- ۲۔ سعید بن مسددہ لجنی انخس (وفات ۲۱۵ ہجری) نے ایک بحر مدارک کا اضافہ کیا۔
- ۳۔ ابواسحاق زجاج (وفات ۳۰۰ ہجری) نے علم عروض پر کتاب تصنیف کی۔
- ۴۔ ابونصر اسماعیل بن حماد (وفات ۳۹۳ ہجری) نے علم عروض پر کتاب لکھی اور بحروں کی تعداد سے اختلاف کیا۔
- ۵۔ صاحب بن عباد (وفات ۳۹۸ ہجری) نے علم عروض پر کتاب ”الاقطاع“ تصنیف کی۔
- ۶۔ ابن رشیق قیروانی (وفات ۴۵۶ ہجری) نے کتاب اوزان شعر پر لکھی۔
- ۷۔ خطیب تبریزی (وفات ۵۰۲ ہجری) نے کتاب ”الوانی“ تصنیف کی۔
- ۸۔ ابوالحسن علی بہرائی خراسانی (وفات اول قرن پنجم) نے ”بحر قریب“ کا اضافہ کیا اور کتاب ”غایۃ العروضین و کنز القافیۃ“ تصنیف کی۔
- ۹۔ بزرجمبر قانی یا قسیمی (وفات نصف اول قرن پنجم) نے ”بحر جدید“ ایجاد کی۔
- ۱۰۔ منشوری شمر قندی (وفات نصف آخر قرن پنجم) نے ”بحر مشاکل“ ایجاد کی اور صفت متلون انہی سے منسوب ہے۔
- ۱۱۔ ابوبکر شمر بنی اندلسی (وفات ۵۵۰ ہجری) نے علم عروض پر ”کتاب المعیار“ لکھی۔
- ۱۲۔ زنجیری جارا اللہ (وفات ۵۳۸ ہجری) نے ”کتاب القطاس المستقیم“ لکھی۔
- ۱۳۔ شمس قیس رازی (وفات ۶۲۸ ہجری) نے شاہکار ”کتاب المعجم“ لکھی۔
- ۱۴۔ ابویعقوب یوسف بن ابوبکر (وفات ۶۲۶ ہجری) نے کتاب ”مفتاح العلوم“ لکھی۔
- ۱۵۔ خولید نصیر طوسی (وفات ۶۷۲ ہجری) نے مشہور کتاب ”معیار الاشعار“ لکھی۔
- ۱۶۔ بدرالدین دامغانی (وفات ۸۲۷ ہجری) نے مفید المعیون الغائدہ“ لکھی۔
- ۱۷۔ سیفی بخارائی (وفات اول قرن دہم) نے ۸۹۶ھ میں معروف کتاب ”عروض سیفی“ اور ”قافیہ جامی“ لکھی۔
- ۱۸۔ شہنشاہ بابر نے (وفات) علم عروض پر کتاب لکھی جو آج کل دستیاب نہیں۔ (اس کتاب کا ذکر ”اکبر نامہ“ اڈیشن نمبر صفحہ ۱۴۷ پر ہے)

ان تمام کتابوں میں جامع ترین کتابیں دو ہیں۔ شمس قیس رازی کی ”المعجم“ اور خولید نصیر طوسی کی تالیف ”معیار الاشعار“۔ چنانچہ سیفی نے تقریباً انہی دو کتابوں کو پیش نظر رکھ کر سادہ زبان میں ”عروض

سینفی، لکھی جو گزشتہ پانچ صدیوں سے عروض کی اہم ترین کتاب سمجھی گئی اور اردو میں جتنی بھی عروض کی کتابیں لکھی گئیں وہ کم و بیش اسی کا چر بہ ہیں۔ مولانا سینفی بخارا کی نے علم عروض کو سادہ زبان میں لکھنے کے ساتھ ساتھ مثالوں کے طور پر اپنے اشعار یا فارسی کے وہ اشعار جو ہندی سبک پر لکھے گئے تھے اس کتاب میں شامل کیے۔ عروض سینفی ”المعجم“ اور ”معیار الاشعار“ سے زیادہ مختلف نہیں ہے سوائے (۱) سینفی نے بحر جز مجنون کو بحر ہزج مقبوس میں شامل کرتے ہوئے یہ توضیح دی کہ ”جب ایک وزن کو دو بحر میں ادا کیا جاسکتا ہے تو قاعدہ یہ ہونا چاہیے کہ آسان تر راہ اختیار کی جائے۔ چنانچہ بحر جز مجنون سے ہزج مقبوس آسان ہے، کیونکہ مفاعیلن کہنا مفاعیلین سے آسان تر ہے۔ (۲) دوسرا جالب نکتہ مستفعلن اور مس تفعیلن یا فاعلاتن اور فاعلاتن کا فرق جو ہم تھا اس کو دور کرنے کے لیے کہا کہ اگر عولات سے شروع کر کے مف پر ختم کریں یعنی ”عولات مس تفعیلن مس تفعیلن مف“ ہو تو وہ مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن کے وزن پر ہوگا جو بحر جث ہے۔ (۳) تیسرا نکتہ فاصلہ کے بارے میں ہے جہاں سینفی نے ابراہیم بن رحیم کے قول کو نقل کیا ہے کہ چہار حرفی لفظ کا فاصلہ اور پانچ حرفی لفظ کو فاصلہ (ض سے) کہا ہے لیکن خود اس کی تہلیل نہیں کی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

بیان شعر

شعر کے لغوی معنی

شعر عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی موزوں مقفلی کلام کسی چیز کا جاننا، سخن موزوں، سر کے بال اور شعور کے ہیں۔

یہ لفظ مذکر ہے۔ مصرع کے لغوی معنی کواڑ یا دروازے کے پٹ کے ہیں۔ جس طرح ایک دروازے سے دو پٹ ایک دوسرے میں کھپ جاتے ہیں اسی طرح ایک شعر میں دو مصرع ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں تو شعر بنتا ہے۔ شاعر کے لغوی معنی صاحب شعر، خالق شعر، خداوند شعر اور صاحب شعور کے ہیں۔

شعر کے اصطلاحی معنی

اصطلاح میں شعر اس موزوں کلام کو کہتے ہیں جو ان تین خصوصیات کا حامل ہو:

- (۱) شعر معنی رکھتا ہو، مہمل سخن کو شعر نہیں کہتے۔
- (۲) شعر قافیہ رکھتا ہو (نظم معریٰ یا شعر جدید جسے نثر موزوں بھی کہتے ہیں) قافیہ نہیں رکھتا، اس لیے عروضی اصطلاح میں شعر نہیں کہلاتا)
- (۳) صاحب کلام یا شاعر اسے کلام موزوں یا شعر کے قصد سے تخلیق کرے۔ چنانچہ آیت قرآن: ثم اقررتم و انتم تشہدون، ثم انتم هو لام تقتلون = فاعلان فاعلان فاعلات بحرزل مسدس مقصور کے وزن پر ہے اور حدیث حضور اکرم:

الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات = بحر مل مثنیٰ مقصور کے وزن پر ہے اور آیت وحدیث معانی کے حاصل بھی ہیں، لیکن کیونکہ صاحب کلام یعنی خدا اور رسولؐ نے اسے شعر کے قصد سے نہیں کہا، اس لیے آیت اور احادیث شعر نہیں۔ لہٰذا ایسی آیات اور احادیث کو نثر مرصع یا نثر مسجع کہنا پڑے گا۔

شعر کیا ہے؟

یہ ایک طولانی اور پیچیدہ بحث ہے جو ہمارے اس موضوع سے بہت الگ بھی نہیں۔ چنانچہ ہم یہاں اس موضوع پر اشارہ کرتے ہوئے یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ شاعر اور خالق شعر کو اپنی مخلوقات کے بارے میں بھی کسی حد تک جاننا ضروری ہے۔

شعر کی حقیقت اور اس کی ماہیت اور فن شاعری پر دنیائے ادب کی اولین کلاسیکی کتاب یونان کے مشہور حکیم ارسطو کی ہے جس کا نام بوطیقا = Poetica ہے۔

ارسطو کے قول کے مطابق شعر ایک قسم کی مصوری ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچ سکتا ہے لیکن اس کے برخلاف شاعر ہر قسم کے احساسات، جذبات اور خیالات کی تصویر کشی کر سکتا ہے۔

شعر کو اسی لیے شعور اور شاعر کو اسی لیے صاحب شعور کہتے ہیں کہ اس میں شعور اور فیلنگ (Feeling) احساس عام انسانوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے جس سے وہ کائنات میں زمان و مکان کے مسائل کا درک کر کے موزوں الفاظ کے ذریعے ظاہر کرتا ہے اور اسی کا دوسرا نام شاعری ہے۔ ابن رشیق فیروانی جس نے عرب کی شاعری پر ایک جامع کتاب لکھی ہے کہتا ہے کہ شعر کی تخلیق میں قصد یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں۔ گویا شاعر ایک ایسا مینڈیم تصور کر لیا گیا ہے جس کے ذریعے روح شعر اپنا اظہار کرتی رہتی ہے۔ اسی نظریے کو مرزا غالب نے کہا تھا:۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں غالب صریر خامد نواے سروش ہے

فارسی شعر کے نزدیک شعر و شاعری درحقیقت قوتِ تخلیہ یا تخیل کا نام ہے۔ نظامی عروض سمرقندی ”چہار مقالہ“ میں لکھتا ہے: ”شاعری ایسی صفت ہے جس کی مدد سے شاعر مقدمات میں موہومہ ترتیب دے کر چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی چیز کو چھوٹی، اچھی چیز کو بد اور بد چیز کو اچھی چیز کے جلوے میں ظاہر کر سکتا ہے۔“

جہاں تک اردو ادب کے شعر اور ناقدین کے نظریے کا تعلق ہے، انھوں نے عربی، فارسی اور یورپی زبانوں کے ماہرین سے ہی فائدہ اٹھایا ہے اور ان کا نظریہ عموماً انھی دبستانوں میں سے کسی ایک دبستان کی ترجمانی کرتا ہے۔ شعر کی آمد اور نزول پر محمد حسین آزاد کہتے ہیں: ”شعر ایک پرتو روح اللہ کا اور

فیضانِ رحمت الہی کا ہے کہ اہل دل کی طبیعت پر نزول کرتا ہے۔“

مقدمہ شعر و شاعری میں الطاف حسین حالی نے شعر کی تخلیق میں تین چیزوں کو ضروری قرار دیا۔ یعنی اول تخیل، دوم مطالعہ کائنات اور سوم تفحص الفاظ۔ بقول حالی قوتِ تخیل کوئی شے بغیر مادہ کے پیدا نہیں کر سکتی بلکہ جو سالہ اس کو خارج سے ملتا ہے اس میں وہ اپنا تصرف کر کے ایک نئی شکل تراشتی ہے۔ جتنے بڑے بڑے نامور شاعر دنیا میں گزرے ہیں وہ کائنات یا فطرت انسانی کے مطالعے میں ضرور غرق رہے ہیں۔ جب رفتہ رفتہ اس مطالعہ کی عادت ہو جاتی ہے تو ہر ایک چیز کو غور سے دیکھنے کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔

حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں مزید یہ کہا ہے کہ: ”شعر میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک خیال دوسرے الفاظ۔“ خیال تو ممکن ہے شاعر کے ذہن میں فوراً ترتیب پا جائے لیکن الفاظ مناسب کا لباس تیار کرنے میں ضرور دیر لگے گی۔ شاعری کا مدار جس قدر الفاظ پر ہے اس قدر معانی پر نہیں۔ بعض ناقدین نے حالی کے اس نظریے کی مخالفت یہ کہہ کر کی کہ شاعر کے ذہن میں خیال اور الفاظ ایک ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ان کی ترتیب بھی ساتھ ساتھ ہوتی ہے کیونکہ خیالات کا وجود بغیر الفاظ کے ذہن میں بھی ترتیب نہیں پاسکتا۔

حالی کا نظریہ درحقیقت دو مثلثوں پر استوار ہے۔ ایک مثلث جس کے تین زاویوں میں تخیل، مطالعہ کائنات اور تفحص الفاظ شامل ہیں اور دوسرا مثلث جو شعر کی داخلی ساخت کے بارے میں ہے سادگی، اصلیت اور جوش کے زاویوں پر مبنی ہے۔ درحقیقت سادگی، اصلیت اور جوش کا فکری نظریہ حالی نے ملٹن کے الفاظ **Sensus Simple** اور **Passionate** سے لیا ہے لیکن وہ اس کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکے۔ ممتاز نقاد پروفیسر ممتاز حسین نے اپنے مقالے ”اردو تنقید کا نظریاتی ارتقا“ میں لکھا ہے کہ **Sensus** کا ترجمہ ”حسن“ ہونا چاہیے اور **Passionate** کا ترجمہ ”دل سوزی“ اور ”پر شوق“ ہونا چاہیے۔ مولانا شبلی نے ”شعر العجم“ میں لکھا ہے کہ شعر دراصل محاکات اور تخیل کا نام ہے۔ پھر آگے چل کر کہتے ہیں کہ محاکات میں جو جان آتی ہے وہ تخیل سے ہی آتی ہے لیکن دراصل تخیل ہی شاعری کا نام ہے۔ بہر حال تقریباً دو ہزار برس سے یہ بحث شعر جاری ہے اور ابھی تک کسی نے بھی کامل طور پر اس کی تعریف، توضیح اور توصیف نہیں کی۔ کسی نے کیا خوب کہا:

ایں سعادت بہ زور بازو نیست

تا نہ بخشد خداے بخشندہ

یورپی ادیب و نقاد مسٹرٹل کے مطابق جس کلام سے انسانی جذبات براہِ مخیتہ ہوں اور اس کا مخاطب حاضرین نہیں بلکہ خود صاحب کلام ہو اس کا نام شاعری ہے۔

شاعری کی مختصر تاریخ

مورخین لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے شعر کہا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ یہ شعر درحقیقت ہائیل کی شہادت پر حضرت آدم علیہ السلام نے سریانی زبان میں کہا۔ ہماری کتابوں میں جو عربی شعر حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہے وہ اسی سریانی شعر کا ترجمہ کہا جاتا ہے۔ معروف تاریخ نویس قاسم ابن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے عربی شاعر یسرب ابن قحطان تھے جو اولاد حضرت نوح علیہ السلام میں سے تھے۔ فارسی زبان میں سب سے پہلے شعر بہرام گور نے کہا۔ وہ شعر یہ ہے۔

منم ان پیل دمان دمنم آن شیریلہ نام بہرام مرا کنیت من بوجیلہ

بعض اکابرین تاریخ کہتے ہیں کہ ابو حفص حکیم سعدی سمرقندی نے سب سے پہلے فارسی شعر لکھا جو اس طرح ہے۔

آہوی کوھی در دشت چگونہ دودا چون ندارد یاربے یار چگونہ رودا

یہاں اس بات کا ذکر بھی بے محل نہیں کہ ایران میں اسلام سے قبل شاعری موجود تھی۔ پارسی زردشتیوں کی مذہبی کتاب ”اوستا“ میں گاتھا یعنی گیت موجود تھے جو زنی لحاظ سے بارہ ہجاؤں اور سولہ ہجاؤں پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب کا ذکر ابوریحان البیرونی نے کتاب ”آثار الباقیہ“ میں کیا ہے یعنی ”اوستا“ میں یہ اشعار البیرونی کے زمانے تک موجود تھے۔ ملک الشعراء بہار نے اپنی تالیف ”شعر در ایران“ میں ”یا نگار ذر ایران“ کتاب سے سات ہجائی اشعار لکھے ہیں جو ل از اسلام ایران میں موجود تھے۔

جہاں تک اردو شعر و ادب کا تعلق ہے نثری قدیم جیلے یا امیر خسرو کی بھاشا میں شعر و شاعری کو تقریباً سات سو سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ بہر حال اردو کی پہلی نثری کتاب کا تحقیقی مقالہ میں نے اپنی تصنیف ”نقد سخن“ میں شامل کیا ہے جو اردو کی نثری قدیم کتابوں کے تعارف کے لیے کافی ہے اور اس کی تکرار ہم یہاں ضروری نہیں سمجھتے۔

شعر کہنے کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہے

یہ بات صحیح نہیں کہ شاعر صرف ماں کے پیٹ سے ہی شاعر پیدا ہوتا ہے بلکہ بعض افراد جن میں طبیعت کی موزونیت پائی جاتی ہے اپنی علمی قابلیت اور مسلسل مشق سے بھی اچھے شعر کہنے لگتے ہیں۔ شعر کہنے کے لیے عموماً چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) قوتِ متخلیہ یا خیالات کی فراوانی

(۲) طبیعت کی موزونیت

(۳) علم کی ضرورت

(۴) مسلسل مشق

قوتِ متخلیہ یا خیالات کی فراوانی عموماً مطالعہ کائنات سے حاصل ہوتی ہے۔ شاعر میں جس قدر احساسات اور جذبات کا ہجوم ہوگا اسی قدر یہ قوت زیادہ ہوگی۔ جو چیز شاعر کو انفرادیت کا رنگ عطا کرتی ہے وہ یہی قوت ہے۔ یہ قوت شعر کے علاوہ دیگر ذہن افراد، ایجاد کار، فلاسفہ، محقق میں پائی جاتی ہے، لیکن کیونکہ ان میں شعر کہنے کی طبیعت کی موزونیت نہیں ہوتی، اس لیے وہ شاعر نہیں بن سکتے۔ طبیعت کی موزونیت شعر کہنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سے افراد میں یہ کیفیت موجود رہتی ہے لیکن وہ اس سے بے خبر رہتے ہیں۔ یہ کیفیت شاعر پر ہر وقت کھل کر نہیں آتی۔ چنانچہ خاص اوقات اور حالات میں جب طبیعت مائل اور موزوں ہوتی ہے تو شعر کی تخلیق ہوتی ہے۔

شعر کی تخلیق کے لیے علم کی بھی ضرورت ہے۔ شاعر کے لیے ضروری نہیں کہ وہ آرٹس یا سائنس کا گریجویٹ ہو، بلکہ وہ عالمِ احوال ہو۔ وہ کائنات کی کتاب کا قاری ہو۔ کائنات کا علم فکر و خیال، مشاہدہ و تجربہ، مطالعہ اور مجاہدہ نفس سے حاصل ہوتا ہے۔ جس قدر یہ علم زیادہ ہوگا، اسی قدر شعر میں شعریت اور شعر کہنے میں آسانی ہوگی۔ دنیا کا ہر عظیم شاعر کائنات کی کتاب کا طالب علم رہا ہے۔ چونکہ شاعر پر زمان و مکان کے اثرات ہوتے ہیں اور ہر شاعر کا طریقہ کار اور ذخیرہ الفاظ دوسرے سے جدا ہوتا ہے، اس لیے ہر ادب کے عظیم شعرا کا مطالعہ سودمند ثابت ہوتا ہے۔ متقدمین، متوسطین، متاخرین کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے شعرا کا کلام زمانہ کے ساتھ بدلتے ہوئے فکر و نظر کے اختلافات کو بھی واضح کرتا ہے۔

مشق، شاعری کا گراور موزونیت کی صیقل ہے۔ جتنی زیادہ مشق کی جائے گی اسی قدر کلام میں پختگی، طبیعت میں موزونیت اور خیال میں بلندی حاصل ہوگی۔ شاعری کی مشق کو کسی خاص وقت یا کسی خاص حالت میں انجام دینے سے موزونیت محصور اور پابند ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ شعر کی تخلیق Sub conscious Level پر ہوتی ہے، لیکن منشیات کا استعمال ہی علاج نہیں بلکہ احساس، جذبہ وجدان اور فکر بالذات دماغ کو ایک خاص قسم کا نشاط عطا کر کے شاعری کو ایک خاص حالت میں پہنچا دیتے ہیں اور یہ موزونیت طبع اس مستی سے زیادہ بہتر ثابت ہوتی ہے۔

شعر کہنے کا گر

یہ ایک حقیقت ہے کہ شاعری کا کوئی طے شدہ گر نہیں، پھر بھی بعض ایسی باتیں ہیں جن پر عمل کر

کے اچھے شعر کہے جاسکتے ہیں۔ یعنی ایک موزوں طبع شخص اچھے شعر کہہ سکتا ہے۔

- (۱) علوم شعر گوئی سے واقفیت حاصل کی جائے۔ علم عروض وقافیہ سے آشنائی پیدا کی جائے۔
- (۲) زبان سے واقفیت حاصل کی جائے۔ لغت کے مطالعہ سے استعداد بڑھائی جائے تاکہ بات کہنے کے لیے ذخیرہ الفاظ کی کمی مانع نہ ہو۔

- (۳) مستند اور مشاہیر شاعروں کے کلام کا مطالعہ کیا جائے۔
- (۴) ہر روز شعر کہنے کی عادت ڈالی جائے۔ کسی خاص وقت یا خالص حالت میں شعر کہنے کی قید ٹھیک نہیں۔

- (۵) اساتذہ کی غزلوں یا نظموں میں سے چھوٹی اور آسان بحر میں شعر کہنا شروع کریں۔
- (۶) پہلے شعر کا دوسرا مصرع کہیں پھر پہلا مصرع کہیں تاکہ ذہن میں خیال آسان کے ساتھ ترتیب پا سکے اور دونوں مصرعوں میں ربط برقرار رہے۔

- (۷) قافیہ پیمائی ضروری نہیں بلکہ جو قافیہ آسانی کے ساتھ ذہن میں اتر رہے ہوں، انھیں ہی نظم کریں۔

- (۸) ہر قافیہ پر کئی خیال نظم کریں اور پھر اچھوتا خیال جس کو آمد کہتے ہیں اسے چن لیں۔ اس طرح سے آورد یا دوسرے کے خیالات یا مضامین سے علیحدگی ہو سکتی ہے۔

- (۹) حتی الامکان غیر مانوس اور متروک لفظوں سے دوری کریں اور صحت الفاظ کے لیے لغت کا استعمال کریں۔

- (۱۰) مشاعرہ سے قبل غزل یا نظم کو کسی استاد یا کسی شخص یا شاعر کو جو علم عروض سے واقفیت رکھتا ہو ضرور دکھالیں۔

تذکر

نظم کا خیال ہے شعر کہنے کے لیے شاعر کو تین مداح سے گزرنا پڑتا ہے۔ پہلی فکر یہ ہوتی ہے کہ قافیہ تجویز کرے۔ دوسری فکر یہ ہوتی ہے کہ مجوزہ قافیہ کی صفت یا کسی مضاف کے کسی اور قید یا کسی محاورے یا اپنے کسی عامل یا معمول کے ساتھ مل کر ایک مصرع ہوتا ہے نہ ہوتا ہو تو کوئی لفظ گھنٹا یا بڑھا کر یا مقدم موخر کر کے اسے پورا کرے۔ یہ دوسرا مصرع ہوا، یعنی شعر الٹا ہونا چاہیے۔ دوسرا مصرع کہنے کے بعد اس پر موزوں مصرع لگا ٹمٹ خوان کا طے کرنا ہے جس میں صد ہا راہیں نکل آتی ہیں۔ مصرع لگانے کا ایک دلچسپ طریقہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کسی شاعر خوشگوار کا دیوان کھولے تو داہنے ہاتھ کی طرف سے اوپر کے مصرع ہوں گے اور بائیں طرف سب نیچے کے مصرعے ہوں گے۔ اوپر کے مصرعوں کو کسی

کاغذ سے چھپا دینا چاہیے اور نیچے کے ہر مصرع پر یہ فکر کرے کہ اس کے ساتھ کون سا مضمون ربط رکھاتا ہے۔ جب مضمون ذہن میں آجائے تو کاغذ سر کا کر دیکھیے کہ شاعر نے کیا کہا ہے۔“
 ہم اپنے اس بیان کو نظم طباطبائی ہی کے جملہ پر ختم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”اعلیٰ درجہ کے شعرا میں قدرتی طور پر آمد کی شان اور بے تکلفی بیان ایسی ہوتی ہے کہ وہ بات ہرگز فکر کر کے مصرع لگانے میں نہیں۔ انیس کے سامنے جب ایک صاحب نے یہ مصرع پڑھا:۔
 ع چختے چختے بلبل کی زباں سوکھ گئی

تو انیس نے فوراً یہ مصرع لگایا:۔

ع عرق گل ہے مناسب اسے دینا سیاد چختے چختے بلبل کی زباں سوکھ گئی

jabir.abbas@yahoo.com

بیان فصاحت

فصاحت کسے کہتے ہیں؟

فصاحت کلام سے مراد ہے کہ کلام ثقیل اور نامانوس الفاظ سے پاک ہو اور اہل زبان کے روزمرہ اور محاوروں کے مطابق ہو۔ لفظ میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو اور قواعد حرفی کے خلاف نہ ہو۔ ان کے معنی کے حصول کے لیے لغت کی ضرورت بھی نہ ہو۔ الفاظ سریع الفہم ہوں اور آسانی سے زبان پر جاری ہو سکیں۔ الفاظ شستہ، سبک، شیریں اور شگفتہ ہوں جو ایسی خوبصورتی کے ساتھ ترتیب دیے گئے ہوں کہ کلام دل آویز اور دلفریب معلوم ہو اور اس میں تعقید نہ ہو۔ پس اس تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ فصاحت، الفاظ سے تعلق رکھتی ہے اور لفظ فصیح ہوتے ہیں۔ فصاحت بھی بلاغت کی طرح ایک صورت حال ہے۔ اس کا تصور زیادہ تر سماعی ہے۔ اس کی بنیاد اہل زبان کے روزمرہ پر ہونے کی وجہ سے اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے فصاحت کے لیے کوئی اصول قائم کرنا ممکن نہیں۔ چونکہ فصاحت کا تصور زمانے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اس لیے الفاظ بھی زمانے کے ساتھ فصیح اور غیر فصیح بنتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی لفظ محاورے میں آیا ہے، اگرچہ وہ جیسا بھی ہو، اس محاورے کی حد تک اسے فصیح کہا جائے گا۔ اگرچہ فصیح الفاظ سادہ، آسان اور کثیر الاستعمال ہوتے ہیں لیکن ان میں ابتذال نہیں پایا جاتا اور سوتی اور بازاری الفاظ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

فصیح کلام کی خصوصیات

- (1) الفاظ فصیح ہوں، مبتذل اور سوقیانہ نہ ہوں، محاوروں میں جو بھی الفاظ ہوں گے وہ محاورے کی حد تک فصیح ہوں گے۔

(۲) صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب میں آئے ان کی ساخت، نشست اور حالت کے ساتھ خاص توازن اور تناسب ہو۔ الفاظ ایک قسم کا سر ہیں۔ ان میں غنائیت اور **organic rhythm** ہوتا ہے۔ سروں کے مجموعہ کا نام راگ ہے اور الفاظ کے حسن صوت کا نام آہنگ ہے۔ اس لیے شعر میں موسیقی اور غنائیت پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مصرعوں میں وہی الفاظ جمع کیے جائیں جن کے آہنگ میں ہم آہنگی موجود ہو، یعنی الفاظ کی شیرینی، لطافت، شگفتگی اور روانی اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اس کے گرد و پیش کے الفاظ میں مناسبت ہو۔ اسی تکنیک کے ذریعہ بعض غیر مانوس الفاظ کو مصرعوں میں ایسا بٹھایا جاتا ہے کہ وہ سادہ، شستہ اور سبک بن جاتے ہیں اور اس طرح پورا مصرع یا شعر فصیح ہو جاتا ہے۔

(۳) فصیح کلام میں الفاظ کی ترتیب، کلام کی اصلی ترتیب پر قائم رہے گی۔ یعنی الفاظ کی ترتیب وہی رہے گی جو عام بول چال کی ہوتی ہے۔ مثلاً فاعل، مفعول، مبتدا، خبر، تعلقات فعل، جس ترتیب کے ساتھ روزمرہ اور بات چیت میں آتے ہیں۔ اگر وزن ردیف و قافیہ کی قید سے اصلی ترتیب پوری طرح سے قائم نہ ہو سکے تو اس کے قریب قریب پہنچ جانا ضروری ہے۔

(۴) فصیح کلام میں عموماً مضامین کی نوعیت سے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ الفاظ اپنے حروف کی ساخت کی وجہ سے مختلف قسم کی آواز کے مانند ہوتے ہیں جیسے بعض آوازیں نرم، شیریں، دلربا، لطیف، خوشگوار اور بعض ناگوار، تلخ، سخت اور سنگین معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح الفاظ بھی رعب دار، نرم، سخت، شیریں، تلخ، لطیف، سنگین اور نشاط و غم آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ فصیح کلام میں الفاظ کو ان کے مراتب کے لحاظ سے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۵) فصیح کلام عموماً روزمرہ اور محاوروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

روزمرہ کیا ہے؟

روزمرہ سے مراد الفاظ اور فقروں کا حقیقی معنوں میں وہ استعمال جو اہل زبان کی بول چال کے مطابق ہو۔ مثال کے طور پر یہ فقرہ: ”آئے دن ہوتا رہتا ہے“ کے بجائے ”آئے روز ہوتا رہتا ہے“ کہیں تو یہ فقرہ حقیقی معنوں میں استعمال ہوتے ہوئے بھی اہل زبان کی بول چال کے مطابق نہ ہوگا کیونکہ یہاں پر اہل زبان ”روز“ نہیں ”دن“ کہتے ہیں۔ اس لیے یہ روزمرہ نہیں۔

محاورہ کیا ہے؟

محاورہ میں حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنی استعمال ہوتے ہیں۔ محاورہ بھی اہل زبان کی بول چال کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ مثلاً: ”دل کو تھامنا“ اگر تھامنے کے بجائے دل کو پکڑنا کہیں تو وہ محاورہ نہ ہوگا۔

مجاورہ اور روزمرہ زبان میں بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ زبان کی صحت، فصاحت اور بلاغت کا معیار ان دونوں کے صحیح استعمال پر موقوف ہے۔

بلاغت کیا ہے؟

فصاحت کی طرح بلاغت بھی ایک صورتحال ہے۔ بلاغت ایک تصور ہے جو زبان کو خوبی اور حسن سے استعمال کرنے سے ظہور میں آتی ہے۔ بلاغت کے لہوی معنی تیز زبان کے ہیں۔ اس کے اصطلاحی معنی کلام کو دوسروں تک مرتبہ کمال کے ساتھ پہنچانا ہے۔ بلیغ کلام کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اظہار مطلب کے لیے کم از کم الفاظ استعمال کیے جائیں۔ جرمنی کا عظیم نثر نگار اور فلسفی نطشے لکھتا ہے: ”میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ میں دس جملوں میں وہ بات کہہ جاؤں جو ہر شخص ایک پوری کتاب میں بیان کرتا ہے۔“ الطاف حسین حالی بلیغ شعر کی مثال دیتے ہوئے ”مقدمہ شعر و شاعری“ میں غالب کے اس شعر پر:

جب مے کدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

کہتے ہیں۔ ”اس شعر میں ازراہ تہذیب اس کام کا ذکر نہیں کیا جس کے کرنے کے لیے مسجد و مدرسہ و خانقاہ کو مادی قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مے کدہ جہاں حریفوں کے ساتھ شراب پینے کا لطف تھا، جب وہ ہی چھٹ گیا تو سب جگہ پی لیتی برابر ہے۔ مسجد وغیرہ کی تخصیص ازراہ شوخی کی گئی ہے اور شراب پینے کی تصریح نہ کرنا مقتضائے بلاغت ہے۔ جس غزل کے بارے میں (یعنی شراب) میں یہ شعر ہے: اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ شراب کا نام لینا تو دور رہا، پینے کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ اس طرح پورا شعر بلاغت کی اعلیٰ مثال بن جاتا ہے۔ علمائے مصافی نے بلاغت کی تعریف یہ کی ہے کہ کلام اقتضائے حال کے موافق ہو اور فصیح ہو۔ یعنی کسی قسم کے مضامین کو کیونکر ادا کرنا چاہیے۔ بلاغت کا اصل تعلق مضامین ہی سے ہے نہ کہ الفاظ سے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ الفاظ کو پیالہ اور معانی کو پانی سمجھو۔ پانی کو اگر مٹی چاندی یا سونے کے پیالہ میں پیش کیا جائے تو پانی کی ذات میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن اگر سونے اور چاندی کے پیالہ میں پیش کیا جائے تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے اور مٹی کے پیالہ میں اس کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بلاغت یا معانی کی قدر و منزلت فصیح تر لفظوں سے بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ انتہا درجہ کا فصیح کلام بلیغ ہوتا ہے۔ کلام کے حسن کے بڑھانے کے لیے فصاحت اور بلاغت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے فصاحت اور بلاغت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس کلام میں الفاظ فصیح اور معانی بلیغ ہوں وہ کلام حسن ذاتی کہلاتا ہے۔ کلام میں بلاغت کی کیفیت کس طرح پیدا کی جائے اس کے لیے بعض علوم کا راز ہیں جن کو علوم بلاغت کہا جاتا ہے۔ ان میں علم بیان، جس کے ذریعہ ایک ہی بات کو کئی طرح سے

ادا کر سکتے ہیں، علم بدیع جس میں الفاظ کے معنوں اور صورتوں حسن اور ان کے استعمال کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ علم عروض، علم قافیہ، علم تاریخ گوئی بھی علوم بلاغت میں شامل ہیں۔ ان کی تمام تر مثالیں میر انیس کے شاہکار مرثیہ ”جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے“ سے دی گئی ہیں جس کا تجزیہ چھ سو صفحات پر راقم نے کیا ہے۔
علماء ادب نے علم ندرت بیان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) علم بیان Discourse

(۲) علم بدیع Rhetoric

jabir.abbas@yahoo.com

علم بیان

علم بیان کو علم ادب اور علم کتابت بھی کہتے ہیں۔ علم بیان وہ علم ہے جس کے تحت کسی بات یا خیال کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ علم بیان سے نت نئے انداز سکھائے جاتے ہیں۔ اس کی بدولت ایک معنی دوسرے سے زیادہ واضح اور دلکش ہوتے ہیں۔ علم بیان کا موضوع دلالت پر ہے۔ دلالت کے لغوی معنی علامت یا نشان ہے۔ اصطلاح میں ایک شے سے کسی دوسری شے کے بارے میں علم حاصل کرنے کو ”دالت“ کہتے ہیں۔ دلالت کی دو قسمیں ہیں: (۱) دلالت لفظی، اگر لفظ اپنے معنی پر دلیل ہو جیسے آگ پر لفظ آگ دلالت لفظی ہے لیکن (۲) دلالت غیر لفظی میں لفظ کے سوا دلالت کسی شے یا نوعیت سے ہوتی ہے جیسے دھوئیں کا آگ پر دلالت کرنا۔

(۱) دلالت لفظی

دلالت لفظی کی مزید تین قسمیں ہیں:

(۱) دلالت وضعی (یعنی لفظ اسی شے پر دلالت کرے جس کے لیے اسے وضع کیا گیا ہو۔ مثلاً بھر کی دلالت درندہ پر)

(۲) دلالت طبعی

یعنی لفظ کسی چیز کو واضح کرے جس سے اصلی شے کا پتا چلے۔ مثلاً: آہ آہ سن کر یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مریض کرا رہا ہے۔

(۳) دلالت عقلی

عقل کی مدد سے جیسے جنگل میں چنگھاڑ سن کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہاتھی کی آواز ہے، یعنی چنگھاڑ ہاتھی کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔

علم بیان کے چار جزو ہیں:

- (۱) تشبیہ (Simile)
 (۲) استعارہ (Trove) Metaphor
 (۳) مجاز مرسل (Synechdoche) Metophore of
 Substitution
 (۴) کنایہ (Metonymy)

(۱) تشبیہ

تشبیہ کے لغوی معنی کسی چیز کے مانند کے ہوتے ہیں۔ تشبیہ کے اصطلاحی معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرانا ہے۔

مثال:

ع شے صدائیں پگھڑیاں جیسے پھول میں

تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں۔

- (۱) مشبہ: جس کو تشبیہ دی جائے۔
 (۲) مشبہ بہ: جس سے کسی چیز کو تشبیہ دی جائے۔ مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہیں۔
 (۳) وجہ تشبیہ: جس بات سے تشبیہ دی جائے۔
 (۴) غرض تشبیہ: جس مقصد کے لیے تشبیہ دی جائے۔
 (۵) حرف تشبیہ: وہ حروف جو تشبیہ کے معنی پیدا کرنے میں مددگار ہوں۔

طرفین تشبیہ کی دو قسمیں

طرفین تشبیہ کی دو قسمیں ہیں:

- (۱) حسی: جس میں مشبہ اور مشبہ بہ جو اس خمسہ سے شناخت کیے جائیں۔
 (۲) عقلی: جس میں مشبہ اور مشبہ بہ عقل سے دریافت کیے جائیں۔

ان کی مزید چار صورتیں ہیں:

(۱) جس میں طرفین تشبیہ حسی ہوں۔

اس کی مزید پانچ صورتیں ہیں:

(الف) بھری (ب) سمعی (ج) شامی (د) صندوقی (ح) لمسی۔

- (۲) جس میں طرفین تشبیہ عقلی ہوں
 (۳) جس میں مشبہ عقلی مشبہ بہ حسی ہو۔
 (۴) جس میں مشبہ حسی مشبہ بہ عقلی ہو۔
 (۱) (الف) تشبیہ حسی بصری: اگر طرفین تشبیہ کو قوت باصرہ سے محسوس یعنی دیکھا جائے۔

مثال: ع قرآن کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز
 بسم اللہ آگے جیسے ہو یوں تھے شہ جاز
 (ب) تشبیہ حسی سمعی: اگر طرفین تشبیہ کو سننے سے تعلق ہو۔

مثال: ع گویا صدا رسول کی کانوں میں آگئی
 اک پہلوں یہ سنتے ہی گر جا مثال رعد
 (ج) تشبیہ حسی شامی: اگر طرفین تشبیہ کو تعلق سوکھنے سے ہو۔

مثال: ع خوشبو سے جن کی غلہ تھا، جنگل کا عرض و طول
 (د) تشبیہ حسی خدوقی: اگر طرفین تشبیہ کا تعلق چکھنے سے ہو۔

مثال: ع سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب
 (ح) تشبیہ حسی لمسی: اگر طرفین تشبیہ کا تعلق لمس یا چھونے سے ہو۔

مثال: ع آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
 گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

(۲) جب طرفین تشبیہ عقلی ہوں گے تو ان کو عقل یعنی خیال، تصور یا جذبہ کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔

مثال: ع روح القدس کی طرح دعائیں نہیں عرش پر

(دعاؤں کو روح القدس سے تشبیہ دی گئی جس کو خیال و فکر اور جذبہ سے پہچانا جاتا ہے)

(۳) جب مشبہ حواس خمسہ سے اور مشبہ بہ عقل سے دریافت کیا جائے۔

مثال: ع گھوڑے پہ تھا شتی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

(۴) جب مشبہ عقل سے اور مشبہ بہ حواس خمسہ سے معلوم کیا جائے۔

مثال: ع تیزی زباں میں صورت شمشیر چاہیے

وجہ تشبیہ کی قسمیں

وجہ تشبیہ دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) مفرد (۲) مرکب

پھر ہر قسم عقلی اور حسی ہو سکتی ہے اور حسی پھر پانچ قسم کی حواس خمسہ کے تحت بصری، سمعی، شامی، ذوقی اور

لمسی ہو سکتی ہے۔

(الف) وجہ تشبیہ مفرد حسی بصری: (۱)

مثال: رایت بڑھا کہ سرو ریاض ارم بڑھا
(قد سے نسبت)

(ب) وجہ تشبیہ مفرد حسی سمعی:

مثال: ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر گڑ گڑائے
(آواز مہیب)

(ج) وجہ تشبیہ مفرد حسی شامی:

مثال: بل کھا رہا تھا زلف سمن بو کا تار تار
(سمن بو)

(د) وجہ تشبیہ مفرد حسی مذوقی:

مثال: سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب
(شہد مٹھاس)

(ح) وجہ تشبیہ مفرد حسی لمسی:

مثال: گرمی کا روز جنگ کی کیوں کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثل شمع نہ جلنے لگے زباں
(گرمی)

وجہ تشبیہ مفرد عقلی:

(۲)

مثال: روح القدس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر
(عرش پر ہونا)

دروازے پہ ٹہلنے لگے مثل شیراز
(شجاعت)

(الف) وجہ تشبیہ مرکب حسی

بصری:

مثال: قاسم سا گل بدن علی اکبر سا خوش جمال

(ب) وجہ تشبیہ مرکب حسی سمعی:

مثال: برجھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام

(ج) وجہ تشبیہ مرکب حسی شامی:

مثال: خوشبو سے جن کی خلد تھا جنگل کا عرض و طول
(د) وجہ تشبیہ مرکب حسی مذوقی:

مثال: لہجوں پہ شاعران عرب تھے مرے ہوئے
پستے لیوں کے وہ جو نمک سے بھرے ہوئے
(ج) وجہ تشبیہ مرکب حسی مسی:

مثال: اکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگ سخت سے
جس طرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے
(و) وجہ تشبیہ مرکب حسی عقلی:

مثال: پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر
رو کی سپر حضور کرامت ظہور پر
اس کے علاوہ طرفین تشبیہ کی مختلف قسموں سے مل کر متعدد اور قسمیں بنتی ہیں جن کو ہم طوالت
کی خاطر نظر انداز کرتے ہیں۔

غرض تشبیہ کے اقسام

غرض تشبیہ جس غرض کے لیے تشبیہ دی جائے۔ غرض تشبیہ دو چیزوں کی طرف رجوع کرتی

ہے۔

(۱) ایک مشبہ کی طرف (۲) مشبہ بہ کی طرف

(۱) (الف) مشبہ کا امکان اور وجود ثابت کرنا:

مثال: آیا تھا وہ کہ اسپ شہ دیں پلٹ پڑا
ثابت ہوا کہ شیر گرسنہ بھپٹ پڑا

(ب) مشبہ کی حالت اور کیفیت ثابت کرنا:

مثال: یوں تھے خدنگ ظل الہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں سپاہی کے جسم پر

(ج) مشبہ کو حقیر و ذلیل ثابت کرنا:

مثال: روئیں تن و سیاہ دروں آہنی کر

(د) مشبہ کو نادر و عالی ثابت کرنا:

مثال: عالی منش سبائیں سلیمان و غامیں شیر

(۲) (الف) مشبہ بہ کو کامل کرنا:

مثال: خٹہ سے جن کی خلد تھا جنگل کا عرض و طول
(ب) مشبہ بہ کی شان بڑھانا: یعنی جس شے کی شان بڑھانا ویسے مشبہ بہ کرنا۔
مثال: ڈر تھا کہ لو حسین بڑھے تیغ اب چلی
غل تھا ادھر ہیں مرحب و غتر ادھر علی

مرتب تشبیہ کی قسمیں

- تشبیہ کے استعمال کی کئی صورتیں اور قسمیں ہیں جن میں یہ معروف ہیں:
- (الف) جس میں چاروں ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: یہ تشبیہ ضعیف ہوتی ہے۔
مثال: قاسم سا گل بدن، علی اکبر سا خوش جمال
بسم اللہ آگے جیسے ہو یوں تھے شہ حجاز
(ب) جس میں تین ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: ادوات تشبیہ کو حذف کر دیں۔
مثال: پیدا تنوں سے پیر بہن یوسفی کی بو
(ج) جس میں تین ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: وجہ تشبیہ کو حذف کر دیں۔
مثال: جدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں
(د) جس میں دو ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: یعنی وجہ اور ادوات تشبیہ کو حذف کر دیں۔
مثال: عالی منش سبا میں سلیمان و غا میں شیر

(۵) تشبیہ ملفوف

اس تشبیہ میں کئی مشبہ کا ایک جگہ ذکر کرنا اور اس کے بعد کئی مشبہ بہ لانا ہے۔
مثال: سادنت بردبار فلک مرتبت دلیر
عالی منش سبا میں سلیمان و غا میں شیر

(۶) تشبیہ مفروق

اس تشبیہ میں پہلے ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم بیان کیا جائے پھر ایک اور۔ اسی طرح دویا
تین مرتبہ تشبیہ دی جائے۔

مثال: شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چمک رہا ہے ریاض رسول میں

(۷) تشبیہ تسویہ

یہاں مشبہ بے ایک اور مشبہ کئی ہوتے ہیں۔
مثال: خم گردنیں تھیں سب کی خضوع و خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نوتھے رکوع میں

(۸) تشبیہ جمع

یہاں مشبہ ایک اور مشبہ بہ کئی ہوتے ہیں۔
مثال: بے چوہہ سپہر بریں جس کا سائبان
بیت العتیق، دیں کا مدینہ، جہاں کی جاں

(۹) تشبیہ تفضیل

یہاں ایک چیز کو دوسری سی تشبیہ دی جاتی ہے اور پھر مشبہ بہ سے رجوع کر کے مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دی جاتی ہے۔
مثال: لب پر ہنسی، گلوں سے زیادہ شگفتہ رو

(۱۰) تشبیہ مرکب

جب ایک تشبیہ کو کسی دوسری تشبیہ سے تشبیہ دی جاتی ہے تو اسے مرکب کہتے ہیں۔
مثال: شہ پر تھے دونوں ہاتھ لیے طائر دعا
پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر

(۱۱) تشبیہ مرسل یا تصریح

جس تشبیہ میں حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہے۔
مثال: قاسم سا گل بدن، علی اکبر سا خوش جمال
(اس مصرع میں سا حرف تشبیہ ہے)

(۱۲) تشبیہ موکد

جس تشبیہ میں تشبیہ حرف مذکور نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں:
(الف) جس میں صرف تشبیہ ہی محذوف ہو۔
مثال: بلبل چمک رہا ہے ریاض رسول میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نوتھے رکوع میں
(ب) جس میں مشبہ بہ مشبہ کا مضاف ہو۔

مثال: بے چوہہ سپہر بریں جس کا سائبان

(۱۳) تشبیہ مفصل

جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ مذکور ہوتی ہے۔

مثال: یوں تھے خدنگ ظل الہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں سپاہی کے جسم پر

اقسام تشبیہ

تشبیہ کی ۳۵ سے زیادہ قسمیں ہیں جن میں کچھ معروف قسمیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) تشبیہ قریب

جب تشبیہ میں وجہ تشبیہ آسانی سے اور جلد سمجھ میں آجائے تو اسے تشبیہ قریب کہتے ہیں۔ اس کو تشبیہ مبتدل بھی کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) تشبیہ قریب واحد: یہاں وجہ شبہ واحد ہوتی ہے۔

مثال: رایت بڑھا کہ سرو ریاض ارم بڑھا

سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے

(ب) تشبیہ قریب بہ نسبت طرفین: یہاں طرفین تشبیہ میں قریبی نسبت ہوتی ہے۔

مثال: پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر

(ج) تشبیہ قریب مشبہ بہ معروف: یہاں مشبہ بہ بہت عام اور معروف ہوتی ہے۔

مثال: قاسم سا گل بدن علی اکبر سا خوش جمال

(۲) تشبیہ بعید (تشبیہ غریب)

جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ کو سمجھنے کے لیے غور و تامل کی ضرورت ہو۔ اس کی بھی چار قسمیں ہیں:

(الف) تشبیہ بعید وجہ شبہ متعدد: یہاں وجہ شبہ متعدد ہوتے ہیں۔

مثال: شجے صدا میں پگھڑیاں جیسے پھول میں

بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

(ب) تشبیہ بعید وجہ شبہ مرکب: یہاں وجہ تشبیہ مرکب ہوتی ہے۔

مثال: دل میں بدی طبیعت بد میں بگاڑ تھا

گھوڑے پہ تھا شتی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

(ج) تشبیہ بعید طرفین نسبت بعید: یہاں طرفین تشبیہ میں نسبت بعید ہوتی ہے۔

47

مثال: اکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگ سخت سے

جس طرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے

(د) تشبیہ بعید مشبہ ندرت: یہاں مشبہ بہ خیالی وہی ہوتی ہے۔

مثال: بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپہر

(گرداب کے سپہر سے تشبیہ دی گئی ہے)

(۳) تشبیہ مشروط

اگر تشبیہ میں کوئی شرط عائد کر دی جائے جس کی وجہ سے اس میں دوری یا ندرت پیدا ہو جائے

تو اسے تشبیہ مشروط کہتے ہیں۔

مثال: جب ایسا بھائی ظلم کی تیغوں میں آڑ ہو

پھر کس طرح نہ بھائی کی چھاتی پہاڑ ہو

(۴) تشبیہ خیالی

ایسی تشبیہ جس کا وجود بہ حیثیت مرکب ہماری خارجی دنیا میں نہ ہو لیکن اس کے تمام اجزائے

ترکیبی خارجی دنیا سے اخذ کیے گئے ہوں تشبیہ خیالی کہلاتی ہے۔

مثال: آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر

گو یا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

(۵) تشبیہ تمثیل

اس میں وجہ مشبہ مرکب نہ ہو کر واحد یا متعدد ہو۔

مثال: بوٹا سا ان کے قد پہ نمودار و نام دار

(۶) تشبیہ معکوس

یہاں ایک چیز کو دوسری چیز سے، پھر مشبہ بہ کو کسی اور سبب سے مشبہ کے ساتھ تشبیہ دیتے

ہیں۔

مثال: سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے

گھونگھٹ نئی دلہن کا ہے چہرہ پری کا ہے

(۷) تشبیہ توجہ

کئی مشبہ کا یکجا ہونا: یہاں کئی مشبہ کو ایک جگہ جمع کیا جاتا ہے۔

مثال: رو رو کے سو گئے ہیں مغیران ماہ و ش
ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ قام

(۸) تشبیہ طرفین مفرد قید

یہاں طرفین تشبیہ کے مفرد اور قید کے ساتھ ہوتے ہیں۔

مثال: گرداب پر تھا شعلہ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں

(۹) تشبیہ طرفین مفرد بے قید

یہاں تشبیہ کے طرفین مفرد اور بغیر قید کے ہوتے ہیں۔

مثال: آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح

(۱۰) تشبیہ طرفین مرکب

یہاں تشبیہ کے طرفین مرکب ہوتے ہیں۔

مثال: کالے نشاں سپاہ سہ رو میں کھل گئے

(۱۱) تشبیہ مشبہ مفرد مشبہ بہ مرکب

یہاں مشبہ مفرد اور مشبہ بہ مفرد ہوتا ہے۔

مثال: بے چوہہ سپہریں جس کا سائبان
بیت العتیق دیں کا مدینہ جہاں کی جاں

(۱۲) تشبیہ مشبہ مرکب و مشبہ بہ مفرد

یہاں مشبہ مرکب اور مشبہ بہ مفرد ہوتا ہے۔

مثال: ڈھالیں تھیں یوں سروں پہ سواران شوم کے
صحرا میں جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے

(۱۳) تشبیہ مسلسل

یہاں سلسلہ وار تمثیلات دی جاتی ہیں۔

مثال: کاٹھی سے اس طرح ہوئی وہ شعلہ خود جدا
جیسے کنار شوق سے ہو خوب رو جدا
مہتاب سے شعاع جدا گل سے بو جدا
سینے سے دم جدا رگ جاں سے لہو جدا

گر جا جو رد ابر سے بجلی نکل پڑی
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیل نکل پڑی

(۱۴) تشبیہ انخمار

ایک چیز کو دوسری چیز سے اس طرح تشبیہ دینا کہ بظاہر ایسا معلوم ہو کہ شاعر کا مقصد تشبیہ نہیں
کچھ اور ہے، لیکن حقیقت میں غرض تشبیہ ہو۔

مثال: مانند شیر ز کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے
گویا علی اللہ ہوئے آستیں بڑے

(۱۵) تشبیہ مجمل

- اگر تشبیہ میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو تو اسے تشبیہ مجمل کہتے ہیں۔ اس کی چھ قسمیں ہیں:
- (الف) تشبیہ مجمل وجہ شبہ غیر مذکور واضح: جس میں وجہ شبہ غیر مذکور بے تاثر معلوم ہو۔
ع دروازے پر ٹہلنے لگے مثل شیر ز
- (ب) تشبیہ مجمل وجہ شبہ غیر مذکور مخفی: جس میں وجہ شبہ غیر مذکور مخفی ہو۔
ع گردوں میں مثل شبہ ساعت بھری تھی گرد
- (ج) تشبیہ مجمل وصف مشبہ و مشبہ بہ غیر مذکور: یہاں وصف مشبہ اور مشبہ بہ کا وصف معلوم ہو۔
ع ہیرے مجمل تھے گو ہر یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے
- (د) تشبیہ مجمل وصف طرفین تشبیہ مذکور: یہاں طرفین تشبیہ کا وصف معلوم ہو۔
ع آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح
آہو پہ شیر شرزہ غاب آئے جس طرح
- (ح) تشبیہ مجمل وصف مشبہ غیر مذکور: یہاں وصف مشبہ نہ معلوم نہ ہو۔
ع سب خوبیوں کا خاتمہ بس اس حسین پہ ہے
محبوب حق ہیں عرش پہ سایہ زمیں پہ ہے
- (و) تشبیہ مجمل وصف مشبہ بہ مذکور: یہاں وصف مشبہ بہ معلوم کیا جاتا ہے۔
ع یوں تھے خدنگ ظل الہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں سپاہی کے جسم پر

استعارہ کیا ہے؟

استعارہ کے لغوی معنی ادھار لینا یا مستعار لینا ہے۔ اسے انگریزی میں Simile کہتے ہیں۔ استعارہ کے اصطلاحی معنی حقیقی معنی کو ترک کر کے مجازی معنی حاصل کرنا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس کو حسن کلام کا زیور کہا ہے۔

تشبیہات اور استعارات میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کے مانند قرار دیا جاتا ہے جبکہ استعارہ میں مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ قرار دیا جاتا ہے۔ یعنی تشبیہ میں غلو کے ساتھ ایک چیز کو دوسری قرار دینے کو استعارہ کہتے ہیں۔ تشبیہات اور استعارات سے عموماً چار کام لیے جاتے ہیں۔ پہلا کام معنی آفرینی یعنی تشبیہ سے شعر کا مضمون آئینہ بن جاتا ہے۔ دوسرا کام حسن آفرینی ہے یعنی شعر کے رنگ اور حسن کو بڑھا دیتا ہے۔ تیسرا کام اختصار ہے یعنی دو لفظوں میں تمام مطالب ادا ہو جاتے ہیں۔ چوتھی چیز بلاغت ہے جو ان سب چیزوں سے مل کر بنتی ہے۔

فارسی کا مشہور شاعر طالب آملی کہتا ہے: ”وہ شعر جس میں استعارہ نہ ہو، بے مزہ ہوتا ہے۔“
ارسطو نے استعارہ کو ”صفائی خیال کی کلید“ بتایا ہے۔

ارکان استعارہ

استعارہ کے چار ارکان ہیں:

- (الف) مستعار منہ: جسے تشبیہ میں مشبہ بہ کہتے ہیں، یعنی جس سے کسی چیز کو تشبیہ دی جائے۔
 - (ب) مستعار لہ: جسے تشبیہ میں مشبہ کہتے ہیں، یعنی جس کو تشبیہ دی جائے۔
 - (ج) مستعار: وہ لفظ جس کے معنی مشبہ بہ میں واقع ہوئے ہیں۔
 - (د) وجہ جامع: جسے وجہ تشبیہ کہتے ہیں، یعنی جس بات میں تشبیہ دی جائے۔
- مستعار منہ اور مستعار لہ کو طرفین استعارہ کہتے ہیں۔

استعارہ کا کام

استعارہ کا کام تشبیہ میں غلو اور مبالغہ کرنا ہے۔

استعارہ کی اقسام

استعارہ کی کئی اقسام ہیں:

(۱) استعارہ بالتصريح

یہاں مستعار لہ ترک کر کے مستعار منہ کا ذکر کیا جائے یعنی مستعار لہ کو بعینہ مستعار منہ ٹھہرایا جائے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) استعارہ مطلقہ: جس میں طرفین استعارہ میں سے کسی کی بھی صفات و مناسبات مذکور نہ ہوں۔

مثال ع پھولے ساتے تھے نہ محمدؐ کے گل عذار

(ب) استعارہ مرثیہ: جس میں صرف مستعار منہ کے مناسبات کا ذکر ہو۔

مثال ع گرداب پر تھا شعلہ جوالہ کا گماں

انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں

(گرداب آتش فشاں ہے)

(ج) استعارہ مجرہ: جس میں مستعار لہ کے صفات و مناسبات کا ذکر کیا گیا ہو۔

مثال ع اللہ رے تیزی و برش اس شعلہ رنگ کی

(شعلہ رنگ سے مراد تلوار کو ہے)

(۲) استعارہ بالکنائہ

یعنی یہاں استعارہ کنایہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں تشبیہ بھی مضمر ہوتی ہے، جس میں مستعار منہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

مثال ع دریائے تھمتا خوف سے اس برق تاب کے

لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب کے

(یہاں برق تاب (تلوار) حباب (چھالے) اور مستعار منہ رفتار ہے)

(۳) استعارہ عناد یہ

یہاں مستعار لہ و مستعار منہ کی صفات کا کسی چیز یا شخص میں جمع ہونا ممکن نہ ہو۔ یہ استعارہ اکثر طنز و استہزا کے طور پر بھی مختلف چیزوں میں باہم استعارہ کیا جاتا ہے۔

مثال ع اس آپ پر یہ شعلہ فشاںی خدا کی شان

پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شان

(تلوار کے لیے آب آگ کا استعارہ ہے)

(۴) استعارہ دفاقیہ

وہ استعارہ جس میں مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں کی صفات ایک ہی چیز یا شخص میں جمع ہو

جائیں۔

مثال ع ناوک پیام مرگ کے ترکش اجل کا گھر

(ناوک اور پیام میں صفت حرکت ہے، ترکش اور گھر میں صفت مکاں ہے)

(۵) استعارہ تمثیلہ

اس میں مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ استعارہ تمثیلہ اور تشبیہ تمثیلی میں یہ فرق ہے کہ جہاں کہیں مطلقاً تمثیل ہو وہ استعارہ ہے اور اگر تشبیہی الفاظ ہوں تو اسے تشبیہ سمجھنا چاہیے۔

(۶) وجہ جامع

وجہ جامع کے اعتبار سے استعارہ کی چار صورتیں ہیں :

(الف) وجہ جامع واضح اور نمایاں ہو۔

مثال ع عالی منش سبا میں سلیمان و غا میں شیر

(ب) وجہ جامع واضح نہ ہو اور سوچنے کے بعد معلوم ہو۔

مثال ع بلبل چمک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

(ج) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جزو ہے۔

مثال ع آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح

آہو پہ شیر شرزہ غاب آئے جس طرح

پتھر پکھل کے رہ گئے تھے مثل موم خام

(گرمی)

(د) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے معنی کا جزو نہ ہو۔

مثال ع اللہ کے حبیب کے پیارے اسی میں تھے

سب عرش کبریا کے ستارے اسی میں تھے

(۷) استعارہ کے طرفین اور وجہ جامع کے اعتبار سے چھ قسمیں ہیں :

(الف) طرفین استعارہ اور وجہ جامع تینوں حسی ہوں۔ اس کی بھی پانچ قسمیں ہیں :

(۱) بصری (۲) سمعی (۳) مذوقی (۴) شامی (۵) لمسی

مثال ع بلبل چمک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

(ب) مستعار لہ حسی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہوں۔

مثال ع رکنا تھا ایک دازنہ دس سے نہ پانچ سے

چہرے سیاہ ہو گئے تھے اس کی آنچ سے

(ج) مستعار منہ حسی اور مستعار لہ اور وجہ جامع عقلی ہوں۔

- مثال ع پتھر پکھل کے رہ گئے تھے مثل موم خام
(د) مستعار لہ اور مستعار منہ حسی ہوں اور وجہ جامع مرکب عقلی۔
مثال ع ڈر تھا کہ لو! حسین بڑھے تیغ اب چلی
غل تھا ادھر ہیں مرحب و عمرت ادھر علی
(ہ) طرفین استعارہ حسی اور وجہ جامع عقلی ہو۔
مثال ع گردوں میں مثل سیدہ سامنت بھری تھی گرد
(و) طرفین استعارہ اور وجہ جامع تینوں عقلی ہوں۔
مثال ع نشتر بہ دل تھی بنت علی کی فغان و آہ

مجاز مرسل

لغت میں ہر لفظ کے معنی وضع کیے گئے ہیں لیکن مجاز مرسل میں لفظ کا استعمال اس کے علاوہ کسی اور معنی میں کیا جاتا ہے اور اس کے حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کے سوا کوئی اور علاقہ نہیں ہوتا۔
استعارہ اور مجاز مرسل میں فرق یہ ہے کہ استعارہ میں حقیقی اور مجازی معنی کے مابین رشتہ تشبیہ کے علاوہ کسی چیز کا نہیں ہوتا جبکہ مجاز مرسل مجازی اور حقیقی معنی کے مابین رشتہ تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہوتا ہے۔ علمائے علم بیان نے مجاز مرسل کی چوبیس قسمیں بتائی ہیں۔ چند معروف قسمیں یہاں درج کی جاتی ہیں:

- (۱) کل کہہ کر جز و مراد لینا
مثال ع یاں خوں ہے گا آج محمدؐ کی آل کا
(اٹھارہ بنی ہاشم میں)
(۲) جز و کہہ کر کل مراد لینا
مثال ع بسم اللہ آگے جیسے ہو یوں تھے شہ مجاز
(بسم اللہ الرحمن الرحیم مراد ہے)
(۳) سبب کہہ کر مسبب مراد لینا
مثال ع ترپا جو شیر خوار تو حضرت نے آہ کی
(شیر خوار سے مراد حضرت علیؑ)
(۴) مسبب کہہ کر سبب مراد لینا
مثال ع کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا
(پانی کھولنے سے مراد گرمی ہے)

(۵) مظروف کہہ کر ظرف مراد لینا

مثال ع آب رواں سے منہ نے اٹھائے تھے جانور
(آب رواں سے مراد دریا ہے)

(۶) ظرف کہہ کر مظروف مراد لینا

مثال ع گرجم کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے
(جام سے مراد پانی ہے)

(۷) تعلق زمان سابق کا

مثال ع حمزہ کی ڈھال تنج شہ لاختی کی تھی
(حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ صدر اسلام کے مجاہد تھے اور حسینؓ ان کے نمائندے تھے)

(۸) تعلق زمان آئندہ کا

مثال ع فوجیں بھگا کہ گنج شہداں میں سوئیں گے
تب خبر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہوئیں گے
(گنج شہداں میں سونا)

(۹) مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کا ذکر کرنا

مثال ع عمو ثار ہیں سے کیا حال ہے بتاؤ
(عمو سے مراد عمر سیکینہ حضرت عباس ہیں)

(۱۰) مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کا ذکر کرنا

مثال ع عزت بڑھی کنیر کی رتبہ غلام کا
(کنیر سے مراد کنیر، امام غلام سے مراد غلام امام ہے)

کنایہ کیا ہے؟

کنایہ کے لغوی معنی مخفی اشارہ یا پوشیدہ بات ہے۔ اصطلاح میں کنایہ یہ وہ لفظ ہے جس کے معنی حقیقی مراد نہ ہوں بلکہ غیر حقیقی مراد ہوں لیکن اگر معنی حقیقی مراد رکھیں تو بھی جائز ہے۔
کنایہ اور استعارہ میں یہ فرق ہے کہ کنایہ میں غیر حقیقی کے علاوہ حقیقی معنی بھی لے سکتے ہیں جبکہ استعارہ میں صرف غیر حقیقی معنی ہی لیے جاتے ہیں۔
کنایہ کی تین صورتیں ہیں:

(۱) کسی صفت یا بات سے موصوف کی ذات مراد لینا

(الف) قریب: صفت کا موصوف معین کے ساتھ خصوصیت رکھنا۔

مثال ع باندھے عمامے آئے امام زماں کے پاس

چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا

(امام زماں زہرا کا لال)

(ب) بعید: چند صفات جو بحیثیت مجموعی ایک موصوف کے ساتھ مختص ہوں ذکر کر کے

ذات موصوف مراد لینا اگرچہ وہ صفتیں جدا جدا دوسری چیزوں میں بھی پائی

جاتی ہیں۔

مثال ع دیکھا سوئے فلک شہ گردوں رکاب نے

(شہ گردوں رکاب سے مراد امام حق ہیں)

(۲) ایک صفت کے ذکر سے دوسری صفت مراد لینا

اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

(الف) قریب: لازم و ملزوم میں کوئی واسطہ نہ ہو۔

مثال ع کثرت عرق کے قطروں کی تھی روئے پاک پر

موتی برستے جاتے تھے مقل کی خاک پر

(ب) بعید: لازم و ملزوم میں کچھ واسطہ کا ہونا۔

مثال ع طاقت دکھا دی شیروں نے زنب کے شیر کی

(۳) کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو

مثال ع ہر اک کی جنگ مالک اشتر کی جنگ تھی

آواز دی یہ ہاتف غیبی نے تب کہ ہاں بسم اللہ اے امیر! عرب کے سرور جان

(یہاں مالک اشتر اور امیر عرب حضرت علیؑ کی تلوار زنی معروف ہے)

کنایہ کی چار قسمیں ہیں:

(الف) تعریض کنایہ میں موصوف کا مذکور نہ ہونا: اس میں طنز کا پہلو نہیں رہتا ہے۔

اس میں موصوف کے لیے جو کلمات استعمال کیے جاتے ہیں ان میں بظاہر تعریف و

توصیف کا اندازہ ہوتا ہے لیکن مراد اس کے بالکل برعکس لی جاتی ہے۔

- مثال ع بالاقدر و کلفت و تنو مند و خیرہ سر
روئیں تن و سیاہ دروں آہنی کمر
- (ب) تلوخ کنایہ میں لازم سے ملزوم تک مراد لینے میں واسطے بہت ہوں
مثال ع ساری سپر میں مہر نبوت کی شان تھی
ماہی پہ ڈگکا گئے گاؤ زمیں پاؤں
- (ج) رمز رمز کے معنی ہیں نزدیک سے اشارہ کرنا
اگر کنایہ میں واسطے بہت کم ہوں لیکن تھوڑی پوشیدگی ہو تو اسے رمز کہتے ہیں۔
مثال ع تم کیوں کہو کہ لال خدا کے دلی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علیؑ کے ہیں
- (د) ایما و اشارہ کنایوں میں نہ واسطے کی کثرت ہو اور نہ کچھ پوشیدگی ہو۔
مثال ع جو گھر کی روشنی تھے وہ گل ہو گئے چراغ

jabir.abbas@yahoo.com

علم بدیع

علم بدیع بلاغت کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کو علم معنی بھی کہتے ہیں۔ اس علم میں کلام میں استعمال ہونے والی صنعتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ شاعری میں ایسے پیرایہ اظہار اور اسلوب بیان کا اہتمام کرنا جو محض ادائے مطلب کے لیے ضروری نہیں بلکہ مزید حسن و لطافت اور معنی پیدا کرے، صنعت کہلاتا ہے۔ علم بدیع اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں جس میں کلام کی خوبیاں معلوم ہوں۔ نظم طباطبائی لکھتے ہیں: ”قول فیصل یہ ہے کہ تمام صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے زیور کلام ہونے میں شک نہیں، اگر بے محل نہ ہو اور حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ صنعت کے بے محل استعمال ہونے یا کبھی ہوئی صنعت کے بار بار کہنے سے سامعین کو تنفر پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ صنعت بڑی چیز ہے اور اس مقام پر تنفر نفس صنعت نہیں بلکہ شاعر کی بے سلیقگی منشاء نفرت ہے۔ جو لوگ ان دونوں باتوں میں امتیاز نہیں کرتے وہ نفس صنعت کو برا کہنے لگتے ہیں۔ صنائع و بدائع کو اگر لفظوں کا کھیل سمجھ کر ترک کیا جائے تو وزن و قافیہ سے بھی دست بردار ہونا چاہیے کہ وہ بھی لفظوں ہی کا کھیل ہے۔

اس کتاب میں تقریباً تمام صنائع لفظی و معنوی کی مثالیں میراثیس کے اس شاہکار مرثیہ سے دی گئی ہیں:

ع ”جب قطع کی مافت شب آفتاب نے“

اس مرثیہ کا تجزیہ راقم نے چھ سو صفحات پر کیا ہے۔

علم بدیع صرف موجودہ مروجہ صنعتوں تک محدود نہیں ہے۔ نئے فکری اور فنی رویوں کے تحت بعض متروک ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح سے الفاظ کی تازگی اور فکری تجربوں سے نئی صنعتیں پیدا بھی ہو سکتی ہیں۔ بہت سی ایسی بھی صنعتیں ہیں جن کے نام نہیں۔ علم بدیع میں اختراع اور ارتقا کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ علم بدیع کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(الف) صنائع معنوی: The Figures of Thought

(ب) صنائع لفظی: The Figures of Words

صنائع معنوی

(۱) ایہام (Pun)

اس کو تو یہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی ”چھپانا“ ہے۔ اصطلاح میں ایسے لفظ کو کہتے ہیں جس کے دو معنی ہوں اور جو معنی فوراً سمجھے جاتے ہیں وہ مقصود نہ ہوں بلکہ دوسرے معنی سے مراد ہو۔ شاعر شعر میں کوئی ایسا لفظ لاتا ہے جس سے سامع تھوڑی دیر کے واسطے وہم میں پڑ جائے کہ اس کے صحیح معنی کیا ہیں؟ ایسے لفظ کے عموماً دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک معنی قریب اور دوسرے معنی بعید۔ عموماً شاعر کی مراد معنی بعید سے ہوتی ہے جو سامع کے ذہن میں تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد آجائیں۔

ایہام کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ایہام مجرد: جس میں معنی قریب کے مناسبات کا کلام میں کچھ ذکر نہ ہو۔

مثال ع: تھے تہ نشیں نہنگ مگر آب تھے جگر

(مگر آب، مگر مجھ)

(ب) ایہام مرشحہ: اس میں معنی قریب کے مناسبات کا بھی کلام میں ذکر کیا جائے۔

مثال ع: ہوتے ہیں خاکسار غلام ابو تراب

گویا صدا رسول کی کانوں میں آگئی

(۲) تضاد Anti Thesis

اس کو طباق یا تطبیق بھی کہتے ہیں۔

اصطلاح میں شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال ایک ساتھ کیا جائے جس میں بہ اعتبار معنی تضاد پایا جائے۔ یہ تضاد اسم، فعل، حرف اور دوسرے اجزائے کلام کے مابین ہو سکتا ہے۔ تضاد کی پانچ قسمیں ہیں:

(الف) طباق ایجابی: الفاظ متضاد ہوں لیکن حرف نفی جڑا ہوا نہ ہو۔

مثال ع: اللہ رے خزاں کے دن اس باغ کی بہار (خزاں اور بہار)

(ب) طباق سلبی: ایسے الفاظ جو ایک ہی مصدر سے ہوں اور متضاد ہوں اور ان کا تضاد حرف

نفی سے واضح ہوتا ہو۔

مثال ع سر کو ہٹو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس
ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہ فلک اساس (ہونہ ہو)

(ج) طباق اربعہ: یہاں متضاد عناصر اربعہ کا ذکر ایک ساتھ کیا جاتا ہے۔

مثال ع آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر
(آب، خاک، ہوا اور آگ)

(د) تزیج: ایک سے زیادہ رنگ ہوں جو ایک دوسرے سے متضاد ہوں۔

مثال ع پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
(سبز اور سرخ)

(ح) ایہام تضاد: یعنی کلام میں دو ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جن کے ایک معنی میں تضاد نہ ہو مگر معنی حقیقی میں تضاد ہو۔

مثال ع لکھ کر زمیں پہ نام ہمارا مٹا دیا
ان کا تو کھیل خاک میں ہم کو ملا دیا (دارغ)

(۳) مراعات النظر

اس کو تناسب، توفیق اور تلفیق بھی کہتے ہیں۔ اس کی ایک شکل ضلع جگت کے نام سے مشہور ہے۔ کلام میں ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جن کے معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک نسبت واقع ہو مگر نسبت تضاد کی نہ ہو۔

مثال ع رستم تھا ورع پوش کہ پاکھر میں راہوار
(ورع پوش، پاکھر، راہوار)

وہ لوں وہ آفتاب کی حدت وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثال شب

(آفتاب، لوں، حدت، تاب و تب، دھوپ، کالا رنگ)

(۴) عکس Inversions

کلام کے بعض اجزاء، یعنی دو لفظوں میں، دو فقروں میں اور کبھی ایک ہی بیت کے دو مصرعوں میں تقدیم و تاخیر کرنے سے کوئی جدت اور خوبی پیدا ہو تو صنعت عکس کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

- (الف) لفظوں میں تقدیم و تاخیر۔ مثال ع دنیا کی زیب زینت کا شانہ بتول
 (ب) فقروں میں تقدیم و تاخیر۔ مثال ع چاہوں تو سلیل کو دم میں کروں سبیل
 (ج) مصرعوں میں تقدیم و تاخیر۔
 مثال ع پھولوں کو لے کے باد بہاری پہنچ گئی
 بستان کر بلا میں سواری پہنچ گئی

(۵) رجوع Coming Back

یعنی ایک مضمون لکھیں پھر اسے ناقص سمجھ کر اس سے بہتر مضمون لکھیں۔ اس صفت کا دراصل مقصد مدح میں ترجیح اور ترقی ہوتا ہے۔
 مثال ع ماہ نو ہے مثل ابرو لیکن اس کے رو نہیں
 ماہ کامل صورت رو ہے مگر آبرو نہیں

(۶) لف و نشر

لغت میں ”لف“ کے معنی پلٹنا ہے اور ”نشر“ کے معنی پراگندہ کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں ابتدا چند چیزوں کا ذکر کیا جائے پھر ان کی خبریں اور صنعتیں بیان کی جائیں۔ یہاں پہلے چند چیزیں بیان کی جاتی ہیں جن کو ”لف“ کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہی چیزیں یا ان کی منسوبات اسی ترتیب یا الٹی ترتیب یا بغیر کوئی ترتیب کے بیان کی جاتی ہے جس کو نشر کہتے ہیں۔
 اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) لف و نشر مرتب: اگر دونوں مصرعوں میں ایک ہی ترتیب سے ہو تو اسے مرتب کہتے ہیں۔

مثال ع ساتھ اس کے اور اسی قد و قامت کا ایک پل

نازاں وہ ضرب گرز پہ یہ تیغ تیز پر

(ب) لف و نشر غیر مرتب: اگر ترتیب نہ ہو تو پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) لف و نشر معکوس الترتیب: اس میں لف و نشر کی ترتیب الٹی ہوتی ہے۔

مثال ع پنچہ ادھر چمکتا تھا اور آفتاب ادھر

اس کی ضیافتی خاک پر ضو اس کی عرش پر

مثال ع بد ہاتھ میں شکست ظفر نیک ہاتھ میں

ہاتھ اڑ کے جا پڑا کئی ہاتھ ایک ہاتھ میں

(۲) لف و نشر مختلف الترتیب: اگر لف و نشر کی ترتیب مختلف ہو۔

مثال ع لڑکے وہ سات آٹھ سہی قد سمن عذار
گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
(مرثیہ)

(۷) ادماج Double Entendre

شعر میں ایسے الفاظ اور ایسی تراکیب کا استعمال کرنا جن سے مجموعی طور پر دو معنی یا دو مفہوم پیدا ہوتے ہوں۔ قاری کو اختیار ہے وہ کسی ایک معنی یا مفہوم کو قبول کرے اور دوسرے کو رد کر دے۔ ادماج کا خاصہ کثیر المعنویت ہے۔ غالب اور انیس کے کلام میں ادماج کی مثالیں زیادہ ہیں۔
مثال ع سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب
گویا دہن کتاب بلاغت کا ایک باب

(۸) استتباع Succession

ممدوح کی تعریف میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ ایک تعریف سے دوسری تعریف بھی از خود پیدا ہو۔ اس کو ممدوح الموصوفہ بھی کہتے ہیں۔
مثال ع گردوں پہ ناز کرتی تھی اس دشت کی زمین
کہتا تھا ”آسمان دہم“ چرخ ہفت تہیں

(۹) ارساد Indicatio

اس کو تسہیم بھی کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی پہر دار بٹھانا۔ یعنی پہلے مصرع میں ایسا لفظ لانا کہ پڑھنے والے کو دوسرے مصرع کے الفاظ کا گمان ہو سکے۔
مثال ع خم گردنیں تھیں سب کی خضوع و خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

(۱۰) استخدام Amphiboly

شعر میں ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے دو معنی ہوں مگر شاعر کی مراد ایک خاص معنی سے ہو۔ لیکن ضمیر کے معنی خیز استعمال کی وجہ سے دوسرے معنی بھی لیے جاسکتے ہیں۔
مثال ع ہوتے ہیں خاکسار غلام ابو تراب

(۱۱) استدراک

اس کو تدارک بھی کہتے ہیں۔ پہلے مصرع میں کچھ ایسے الفاظ استعمال ہوں کہ پڑھتے وقت ہجو

کا گمان ہو مگر دوسرے مصرع پر پہنچنے کے بعد معلوم ہو کہ جو نہیں بلکہ مدح ہے۔
مثال ع اگر ہے لہو کو کچھ دخل حافظہ میں تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احسان اور کی تقصیر

(۱۲) اطراو

اس کے لغوی معنی ”پہ در پہ“ لانا ہے۔ اصطلاح میں وہ صفت مراد ہے جس میں ممدوح کی تعریف اس طرح کی جائے کہ اس کے آباؤ اجداد کے نام یکے بعد دیگرے کلام میں لائے جائیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) اطرا مرتب: جس میں یہ نام ترتیب کے ساتھ ہوں۔ حضرت امام رضا کی شان میں یہ اشعار المراد بالترتیب ہیں۔

مثال مع علیؑ کے نورِ نظر، فاطمہؑ کے لُحّتِ جگر
خدا کے نورِ ریاضِ رسولِ حق کے شمیم
حضورؐ کے جدِ امجد ہیں سیدِ الشہداء
قتیلِ جور و مراد صُحیحِ ذبحِ عظیم
مہِ سپہِ کرمِ دلبرِ حسین و حسن
چراغِ خانہٴ سجادِ واجبِ التکریم
نگاہِ دیدہ حقِ بنِ باقرِ معصوم
نہالِ گلشنِ صادقِ امامِ ہفتِ اقلیم
جنابِ موسیٰ کاظمؑ ہیں والدِ ماجد
امیدِ گاہِ مسیحا و افتخارِ کلیم

(ب) اطرا دغیر مرتب: جس میں یہ نام ترتیب کے بغیر ہوں۔

(۱۳) ایراد المثل

اس کو ارسال الملش بھی کہتے ہیں۔ کلام میں کہاوتوں یعنی ضرب الامثال کو نظم لے لے لائے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ارسال المثل: اگر کہاوت کسی لفظی تغیر کے بغیر نظم کی جائے تو اسے ارسال المثل کہتے ہیں۔

مثال ج انگلش کو ہند سے نکالیں گے آپ
اس ملک کی سلطنت سنبھالیں گے آپ

میں بے شک مانتا ہوں بابو صاحب
”سرسوں بھی ہتھیلی پر جمالیں گے آپ“

(ب) ضرب المثل: اگر کہاوت کسی لفظ کے تغیر کے ساتھ نظم کی جائے تو اسے ضرب المثل کہتے ہیں۔

مثال ع بے مثل سیکڑوں میں ہزاروں میں ایک ہے

(۱۴) تاکید المذم بما يشبه المذم

The inference of praise in the resemblance of blame

ایسے الفاظ کا استعمال جن میں ظاہری طور پر بھویا ذم کا پہلو ہو مگر حقیقت میں ان سے مدح یا تعریف حاصل ہوتی ہو۔

مثال ع بوٹا سا ان کے قد پر نمودار و نام دار

(۱۵) تاکید الذم بما يشبه المدح

The inference of blamereseemblance of praise

ایسے الفاظ کا استعمال جن میں ظاہری طور پر مدح یا تعریف کا پہلو ہو مگر حقیقت میں ان سے بھویا ذم حاصل ہوتی ہو۔

مثال ع بالا قد و کلخت و تنو مندو خیرہ سر
روئیں تن و سیاہ دروں آہنی کمر

(۱۶) تجاہل عارفانہ Aporia

اس کو تبلیغ تجاہل العارف اور شوق المعلوم مساق بھی کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی جان بوجھ کر انجان بننے کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی ناواقفیت ظاہر کرنا تاکہ مبالغہ کیا جاسکے۔

مثال ع ہے زلف یا دھواں ہے یہ شمع جمال کا
اعجاز حسن و ناز سے اونچا نہ ہو سکا
یا ابر آفتاب کے پہلو میں آ گیا
پیلا ہے یا کہ شام غریباں یہ بر ملا

(۱۷) تلمیح Classical or Biblical illusion

کسی مشہور تاریخی واقعہ قصہ یا مسئلے کی طرف اشارہ کرنا۔
مثال ع دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور

(۱۷) جامع اللمائن

لفوی معنی میں دو زبانوں کو جمع کرنے والا۔ اصطلاحی معنوں میں کس فقرے یا مصرعے میں نقطوں کی تبدیلی کے ساتھ دو زبانوں میں پڑھا جائے۔ مثال ۔

فارسی شعر رسیدی بدیدی مرادی بخوائی
زمانی بماشی بہ یاری بشائی
عربی شعر رشیدی ندیدی مرادی نجائی
رمانی بباس تباری نسائی

(۱۹) جمع Addition

کسی شعر میں دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو اس طرح ایک جگہ جمع کرنا گویا لڑی میں پرویا گیا ہے۔

مثال ساونت ، بردبار فلک مرتبت دلیر
عالی منش سبا میں سلیمان وعا میں شیر

(۲۰) تفریق Substraction

کسی شعر میں ایک قسم کی دو چیزوں کا ذکر ہو مگر دونوں میں فرق ظاہر ہوتا ہو تو اسے تفریق کہا جاتا ہے۔

مثال مہتاب سے شعاع جدا گل سے بو جدا
سینے سے دم جدا رگ جاں سے لہو جدا

(۲۱) تقسیم Division

جب شعر میں ایک چیز کے چند اجزاء یا چند چیزوں کا ایک ساتھ ذکر کریں اور پھر ہر جزو کے ساتھ اس کے منسوبات بیان کریں۔

مثال ج دو کر کے خود ذین پہ جوشن سے آ گئی

(۲۲) تقسیم مسلسل

جب ایک مصرع یا ایک بیت میں چند اشیا کا ذکر ہوتا ہے اور پھر دوسرے مصرع میں یا بیت میں انہی اشیا کے تلازمات یا ان سے متعلق یا مطابق الفاظ لائے جاتے ہیں۔

مثال ع بد ہاتھ میں نکست، ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اڑ کے جا پڑا کئی ہاتھ، ایک ہاتھ میں

(۲۳) جمع اور تفریق

شعر میں دو مختلف چیزیں ایک حکم میں جمع ہو جاتی ہے اور پھر ان میں امتیاز و تفریق کی جاتی

ہے۔

مثال ع سوکھے لبوں پہ حمد الہی، رخوں پہ نور خوف و ہراس درخ و کدورت دلوں سے دور
مثال ع پڑے تھے دس جو کھینچتے تھے تن سے چار تیر

(۲۴) جمع یا تقسیم

کلام میں جب کچھ چیزیں ایک حکم میں جمع ہو جائیں اور پھر ہر ایک کو ایک خصوصیت کے ساتھ منسوب کریں۔

مثال ع جس پر چلی وہ تیغ، دو پارہ کیا اسے
کھینچتے ہی چار ٹکڑے دوبارہ کیا اسے

(۲۵) جمع، تفریق اور تقسیم

یہاں پر شاعر چند چیزوں کو جمع کر کے فرق دکھلاتا ہے اور پھر اس کے بعد انہیں جدا جدا کرتا

ہے۔

مثال ع پریوں سے قاف چھوٹ گیا اور جنوں سے گھر
شہروں سے دشت گرگ سے بن اژدہوں سے در

(۲۶) مبالغہ Hyperbole

کسی شخص یا چیز کی تعریف یا مذمت میں حد سے گزر جانے کو مبالغہ کہتے ہیں۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) تبلیغ: اگر مبالغہ عقل اور عادت میں ممکن ہو۔

مثال ع ایک اک کی جنگ مالک اشتر کی جنگ تھی

ع لبوں پہ شاعران عرب تھے مرے ہوئے ع فوجیں ہوئیں تباہ ملے اجڑ گئے

(ب) اغراق: اگر مبالغہ برخلاف عادت مگر عقل میں ممکن ہو۔

مثال ع گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانا زمین پر
(ج) غلو: اگر مبالغہ عقل اور عادت دونوں میں ممکن نہ ہو۔

مثال ع گرداب پر تھا شعلہ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
ع پانی تھا آگ گرمی روز حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

(۲۷) الہزل الذی یراد بہ الجذ

اس میں ہزل کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن مضمون خوب اور نصیحت آمیز ہوتا ہے۔

مثال ع دنیا کیا ذال بیسوا ہے
بے مہر و وفا و بے حیا ہے
مردوں کے لیے یہ زن ہے رہ زن
دنیا کی عدو ہے دین کی دشمن

(۲۸) قول بالموجب

یہاں شاعر کسی کے قول کو لے کر اسے دوسرے معنی میں استعمال کرتا ہے۔
مثال ع لوگ مرنے کو بھی کہتے ہیں وصال
یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہیں ہم

(۲۹) تضمین

یہاں شاعر اپنے کلام میں آیت، حدیث یا کسی دوسرے شاعر کا معروف مصرع یا بیت استعمال کرتا ہے۔

مثال ع صف میں ہوا جو نعرہ قد قامت صلوة
ع بسم اللہ جیسے آگے ہوں یوں تھے شہ حجاز
ع سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم

(۳۰) توجیہ

اس کو جمل الضدین یا دو چہتین بھی کہتے ہیں۔ شعر میں ایسے الفاظ، محاورے یا فقرے

استعمال کرنا جن سے دو متضاد معنی نکلیں۔

مثال ع مانوس طبع جس سے ہو یا رب حبیب کی
ہو جائے کاش شکل میری اس رقیب کی
(جرات)

(۳۱) حشو Redun dancuy

اس کے لغوی معنی ”ٹھونسنہ“ ہے۔ یعنی شعر میں ایسے الفاظ ہوں جو غیر ضروری یا بھرتی کے ہوں۔ حشو صنعت بھی ہے اور عیب بھی۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) حشو قبیح: ایسے بھرتی کے الفاظ جس سے کلام کا مرتبہ گھٹ جائے۔

مثال ع روئے آنسو اس قدر ہم ہجر میں
اشک کے طوفان سے دریا ہو گیا

(ب) حشو متوسط: ایسے بھرتی کے الفاظ جس سے کلام کے مرتبہ پر کچھ اثر نہ پڑے۔

مثال ع تو ہے بحر بیکراں میں تشنہ و تقیدہ لب
اے جہان جود و ہمت پیاس کو میری بجھا

(ج) حشو ملیح: ایسے بھرتی کے الفاظ جس سے کلام کے حسن اور اثر میں اضافہ ہو۔

بہر حال انہیں بھرتی کے الفاظ کہنا صحیح نہیں۔

مثال ع وہ عجز وہ طول رکوع اور وہ سجود

(وہ کی تکرار حشو کی ملیح ہے، حسن زیادہ ہو رہا ہے)

(۳۲) احتجاج

کسی کلام کو عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت کریں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) مذہب کلامی: اگر دلیل مثل اہل کلام ہو تو اسے مذہب کلامی کہتے ہیں۔

مثال ع منہ سے ملے جو ہونٹ تو چونکا وہ سیم بر

بے آب تیرا تھا جودن میہمان کو ہوتی تھی بات بات میں لکنت زبان کو

(ب) مذہب فقہی: اگر دلیل علماء کے طریقوں پر ہو تو اس کو مذہب فقہی کہتے ہیں۔

مثال ع ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں

ع ماہی پہ ڈمگا گئے گاؤ زمین کے پاؤں

چاہوں جو انقلاب تو دنیا تمام ہو
اٹے زمیں یوں کہ نہ کوفہ نہ شام ہو

(۳۳) سوال و جواب Q & A

شعر میں سوال و جواب کے ذریعے مکالمہ کی صورت پیدا کرنا۔

مثال ع اب تم جیسے کہو اسے دیں فوج کا علم
کی عرض جو صلاح شہ آسماں حشم

(۳۴) حسن الطلب Elegant Request

شاعر کوئی چیز اپنے ممدوح سے بطور پسندیدہ طلب کرے۔

مثال ع یار رب چمن نظم کو گلزار ارم کر
اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
جب تک یہ چمک مہر کے پر تو سے نہ جائے
اقلیم سخن میرے قلم رو سے نہ جائے

(۳۵) تجرید Dispoiling

شعر میں مشہور موصوف کی صنعت کا ذکر کیا جائے اور پھر اپنے ممدوح کو کسی طریقہ سے اس کے برابر کر دے۔

مثال ع گویا ہے لجن حضرت داؤد با خرد
ع ایک اک کی جنگ ممالک اشتر کی جنگ تھی
مثال ع روح الامیں زمیں پہ میرا نام لے کے آئے
ع کہ جم کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے

(مالک اشتر روح الامیں داؤد اور جم کے نام ان کی صنعتوں کے ساتھ ان مصرعوں میں ذکر ہوئے ہیں)

(۳۶) تعجب

شعر میں تعجب کا اظہار کریں۔

مثال ع اس آب پر یہ شعلہ فشانہ خدا کی شان
پانی میں آگ، آگ میں پانی خدا کی شان
مثال ع پیاسا لڑا نہیں کوئی یوں اژدہام میں

(۳۷) حسن تعلیل Poetical and Fanciful Reason

تعلیل کے لغوی معنی وجہ بیان کرنا۔ حسن تعلیل میں کسی بات کا سبب پسندیدہ طور پر بیان کیا جاتا ہے مگر وہ سبب اصلی نہیں ہوتا۔

مثال ع ہر چند مچھلیاں تھیں ذرہ پوش سر بسر
بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپر

(۳۸) مکر شاعرانہ

شعر میں ایسی بات کہی جائے جس کا اصل مقصد کچھ ہو اور ظاہر کچھ اور ہو۔

مثال ع سر پر رکھا عمامہ سردار حق شناس
پہنی قبائے پاک رسول فلک اساس
مثال ع حمزہ کی ڈھال تنج تہ لافٹی کی
بر میں ذرہ جناب رسول خدا کی

(یہاں امام حسین یہ بتا رہے تھے کہ وہ پیغمبر اسلام کے نمائندے اور سچے جانشین ہیں، حمزہ اور علی کی طرح مسلم مجاہد اسلام ہیں۔)

(۳۹) مزاجیہ

شعر میں دو معنی بطور شرط و جزا کے دونوں مصرعوں میں ظاہر کیے جائیں اس طرح کہ جو امر پہلے مصرعے میں بیان کیا جاتا ہے وہ تبدیل الفاظ کے ساتھ دوسرے مصرعے میں بیان کیا جائے۔

مثال ع نخوت سے جو کوئی پیش آیا
کج اپنی کلاہ ہم نے کر لی

Translation ترجمہ (۴۰)

کسی شعر کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا۔
 مثال ع غالب ع بوئے گل، نالہ دل، دود چراغ محفل
 جو تری بزم سے نکلا، سو پریشان نکلا
 بیدل بوئے گل، نالہ دل، دود چراغ محفل ہر کہ از بزم تو برخاست، پریشاں برخاست
 (غالب کا شعر، بیدل کے شعر کا ترجمہ ہے)

(۴۱) ترجمہ اللفظ

ایک لفظ کے بعد جو دوسرا لفظ آتا ہے، وہ دوسری زبان میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے۔
 مثال ع ایک اک نے زیب جسم کیا فاخرہ لباس
 ("ایک" ہندی کا ترجمہ فارسی میں "اک" ہے)

(۴۲) نغز

اس کو چیتان بھی کہتے ہیں۔ اس میں علامات، خصوصیات اور مضامین کے ذریعے کسی چیز کو پہچانا جاتا ہے۔

مثال ع کی اسپ عجیب دیدم کہ شش پای و دوسم دارد
 عجائب ترازیں پسو میان پشت دم دارد

(۴۳) ذواللسانین

یہاں ایک مصرع ایک زبان اور دوسرا مصرع دوسری زبان میں ہوتا ہے۔

مثال ع قربان صفت قلم آفریدگار
 تھی ہر ورق سے صفت ترصیح آشکار

(اس میں پہلا مصرع فارسی میں اور دوسرا مصرع اردو میں ہے)

صنائع لفظی

صنائع لفظی کی قسمیں:

(۱) مسجع

اس کلام کو کہتے ہیں جس کے مصرعوں کے آخری لفظ برابر ہوں۔
(الف) مسجع متوازی: اس میں مصرعوں کے آخری لفظ وزن، عدد اور حروف روی میں برابر ہوں۔ مثلاً گل، مل، قلم، رقم۔

مثال ع آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
انھو فریضہ سحری کو ادا کرو

(خدا ادا)

(ب) مسجع متوازن: اس میں مصرعوں کے آخری لفظ وزن اور عدد میں تو برابر ہوں لیکن حرف روی میں مختلف ہوں جیسے مراتب و مراسم، جگر و قضا۔

(ج) مسجع مطرف: اس میں مصرعوں کے آخری لفظ روی میں متفق اور وزن میں مختلف ہوں جیسے تحریر، صریر۔

لال اور وصال اس شعر میں۔

مثال ع چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا
گزری شب فراق، دن آیا وصال کا

(۲) ترصیع

دونوں مصرعوں کے الفاظ علی الترتیب ایک دوسرے کے ہم وزن ہونے کو ترصیع کہتے ہیں۔

بعضوں کا قول ہے کہ ترصیح کے لیے الفاظ ہم وزن ہونے کے ساتھ ساتھ ہم قافیہ بھی ہوں۔

مثال ع وحید یگانہ ریاضت میں تھے

جنید زمانہ عبادت میں تھے

(۳) ترصیح مع تجنیس

جب ہم وزن الفاظ میں رعایت تجنیس کی بھی ہو۔ یعنی مصرع ثانی میں وہی الفاظ دہرائے جائیں جو مصرع اول میں تھے، لیکن ان کے معنی مختلف ہوں۔

مثال ع نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات

نہ وہ پہونچا نہ کل آئی ہیہات

(۴) تجنیس

تجنیس کے لغوی معنی ایک دوسرے کے مانند یا مشابہہ کے ہیں۔ تجنیس اصطلاح میں وہ الفاظ ہیں جو تلفظ اور کتابت میں مشابہہ ہوں لیکن معنی میں مختلف ہوں۔ تجنیس کی کل پندرہ قسمیں ہیں:

(الف) تجنیس تام: ایسے الفاظ جو ہر صورت میں ایک دوسرے کے مشابہہ ہوں یعنی

انواع اعداد ترتیب حرکات و سکنات میں مگر معنی میں ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تجنیس تام مائل: یہاں دونوں لفظ ایک نوعیت کے ہوتے ہیں اور معنی

مختلف۔ جیسے مار مار (ساپ) آب آب (پانی) آب (چمک)۔

مثال ع گویا دہن کتاب بلاغت کا ایک باب

سو کئی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب

(گویا تام مائل ہے)

مثال ع تھے یہ یقینیں نہنگ مگر آب تھے جگر

(مگر سے مراد مگر چمچ اور لیکن بھی ہو سکتا ہے)

(۲) تجنیس تام متونی: یہاں لفظ مختلف نوع کے ہوں، یعنی ایک اسم تو دوسرا

فعل وغیرہ۔

مثال ع اک عمر کارِ ریاض تھا جس پر لٹا وہ باغ

(ریاض کے معنی اسم (باغ) اور فعلی معنی مشقت و محنت ہے)

(ب) تجنیس مرکب: تجنیس کے دو لفظوں میں ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب۔

اس کی مزید دو قسمیں ہیں:

(۱) تجنیس مرکب متشابہ: جب مرکب لفظ کو دو کلموں کی ترکیب سے لکھیں اور

اس کا ایک لفظ لکھنے میں تجنیس کے دوسرے مفرد لفظ

کے موافق ہو جائے۔ یعنی کتابت میں مشابہ ہوں۔

جیسے پائے زیب، گہر پائے زیب۔

مثال ع کھینچتے ہی چار کلڑے دوبارہ کیا اسے

(۱) دوبارہ (۲) دو۔ بارہ

(ب) تجنیس مرکب مفروق: جب مرکب لفظ کو دو کلموں میں لکھیں اور اس کا ایک

لفظ لکھنے میں تجنیس کے دوسرے مفرد لفظ کے مخالف

ہو جائے۔ یعنی کتابت میں مختلف ہوں۔ جیسے جی

نے، جینے۔

مثال ع کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات

یقین ہے صبح تک دے گی نہ جینے

(ج) تجنیس مرفوع: تجنیس میں ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی کلمے کے جز سے

مرکب ہو۔ جیسے برق دم۔ قدم

مثال ع خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے

شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

(آب اور گلاب اس شعر میں)

(د) تجنیس خطی: تجنیس کے دونوں لفظوں کی ظاہری شکل ایک سی ہو مگر نقطوں،

حرکات، سکنا اور انواع کے لحاظ سے لفظ بدل جائے۔ جیسے عسرت

عسرت۔

مثال ع بچے سے ملتفت تھے شہ آساں سریر

تھا اس طرف کمین میں بن کاہل شریر

(اس مصرع میں سریر اور شریر تجنیس خطی ہیں)

تجنیس محرف: تجنیس کے دونوں نقطوں میں مشابہت ہو لیکن حرکات و سکنات میں فرق ہو۔ جیسے گلے، گلے، علم، علم۔

مثال ع جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر ادھر ادھر

(ادھر اور ادھر اس مصرع میں)

(و) تجنیس ناقص وزائد: اگر تجنیس کے کلموں میں سے ایک کلمہ میں ایک صرف زیادہ ہو تو اسے تجنیس زائد کہتے ہیں۔ مثلاً قامت، قیامت۔ یہ حرف اضافی لفظ کے اول، اوسط یا آخر میں ہو سکتا ہے۔

مثال ع جو ہر بدن کے حسن سے سارے چمک گئے
حلقے تھے جتنے اتنے ستارے چمک گئے

(جیسے سارے اور ستارے اس شعر میں)

(ز) تجنیس مذیل: جب دو تجنیسی لفظوں میں ایک لفظ کے آخر میں دو حرف زیادہ ہوں۔

مثال ع غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

(ذات اور کائنات اس شعر میں)

(ح) تجنیس مضارع: جب دو لفظوں کے حروف کی تعداد اور ان کی ترتیب و حرکات یکساں ہو اور صرف ایک حرف بدلا ہوا ہو تو اسے مضارع کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تجنیس مضارع یعنی اگر بدلے ہوئے حرف کا مخرج اصلی حرف کے قریب المخرج: قریب ہو جیسے اقرب۔ عقرب، سیاہ، سیاہ۔

مثال ع اقرب سمجھ کے اپنے سے رہ جائے وہیں بس
عقرب کی نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

(۲) تجنیس مضارع اس کو تجنیس لاحق بھی کہتے ہیں۔ یعنی اگر بدلے ہوئے بعید المخرج: حرف کا مخرج اصلی حرف کے قریب نہ ہو۔ مثلاً اقارب۔ عقارب، ناز، ساز وغیرہ۔

مثال ع غصے میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کیے حسین پہ ترکش بھرے ہوئے

(سرکش اور ترکش۔ یہاں س اور ت بدلا ہوا ہے)
(ط) تجنیس مکرر: اس کو تجنیس مزدوج بھی کہتے ہیں۔ اگر دو الفاظ تجنیس بلا فعل متواتر
آئیں اور بعض اوقات ان میں ایک حرف زیادہ اور کم بھی ہو سکتا ہے۔

مثال ع منہ کھولے چھتی پھرتی تھیں لیکن ادھر ادھر

(ادھر ادھر)

(ی) تجنیس قلب: تجنیس کے دو کلموں میں حروف میں یکسانیت ہوتی ہے لیکن تلفظ جدا
ہوتا ہے۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) تجنیس قلب کامل: اس میں لفظ الٹنے سے ترتیب یکساں ہو جاتی ہے۔
جیسے ناک کان، روز زور، جنگ جیلائے رات تار اور
بارش اور شراب اس شعر میں:

مثال ع ابھی جھڑکا دے بارش کوئی مست بھر کے نعرہ
جوز میں پہ پھینک مارے قدح شراب الٹا

(۲) تجنیس قلب ناقص: جب لفظوں میں ترتیب نہ ہو جیسے شکر اور شرک، محروم
نامرتب:

مثال ع کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی

(۵) تکرار

اس کو تکریر بھی کہتے ہیں۔ دو لفظوں کو، جو کتابت اور تلفظ اور معنی میں ایک ہوں، اور ان کو
مصرعوں یا شعر میں برابر جمع کرنا۔ یعنی کسی مصرع یا شعر میں ایک لفظ کی تکرار کی جائے۔ اس کی سات
قسمیں ہیں:

(الف) تکرار مطلق: کسی شعر میں لفظ مکرر آجائیں

مثال ع ناموس شاہ خیمے میں روتے تھے زار زار

(ب) تکرار ثنی: اگر مصرع میں علاحدہ علاحدہ دو دو لفظ آجائیں۔

مثال ج اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار
(ج) تکرار مشبہ: اس میں پہلے مصرعے کے تکراری الفاظ سے دوسرے مصرعے کے تکراری لفظوں کا تعلق ہو۔

مثال ج لاکھوں میں ایک بے کس دل گیر ہائے ہائے
فرزند فاطمہ کی یہ توقیر ہائے ہائے
(ہائے ہائے-ہائے ہائے)

(د) تکرار مجدد: اس میں لفظ مکرر اس طرح آئے کہ دوسرے لفظ سے معنی میں ایک نیا پہلو پیدا ہو جائے۔

مثال ج دیکھیں فضا بہشت کی دل باغ باغ ہو
(اس مصرع میں باغ باغ)

(ھ) تکرار بالواسطہ: جب دو لفظ مکرر کے درمیان کوئی اور لفظ موجود ہو۔

مثال ج وہ جا بہ جا درختوں پہ تسبیح خواں طور
(جا بہ جا میں لفظ بہ)

(و) تکرار موكد: جب تکراری لفظ میں دوسرا لفظ پہلے کی تاکید کرے اور معنی میں زور پیدا کرے۔

مثال ج پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کہ یہ کہتی تھی بار بار
(ان مصرعوں میں سبز سبز اور بار بار)

(ز) تکرار حشو: جب تکراری لفظ سے شعر کے حسن میں کوئی اضافہ نہ ہو اور بعض اوقات ظرافت کی خاطر ایسا کیا جائے۔

مثال ج یہ ننھے ننھے بچوں پہ کر رحم اے خدا
عباس مسکرا کے پکارے کہ آؤ آؤ

(ننھے ننھے اور آؤ آؤ ان مصرعوں میں)

(۶) قلب

یہاں دونوں لفظوں کے حروف ترتیب میں یکساں ہوتے ہیں مگر حروف کی تقدیم و تاخیر میں اس طرح فرق کر دیا جاتا ہے کہ جو حرف پہلے لفظ میں مقدم ہو دوسرے لفظ میں موخر ہوتا ہے۔
قلب کی پانچ قسمیں ہیں:

(الف) مقلوب کل: یہاں الفاظ کے تمام حروف علی الترتیب الٹ جائیں۔ جیسے فرز، رزف۔ اس مصرع میں:

مثال ع ذہن دوڑے صورت رزف چلے فرز زباں

(ب) مقلوب بعض: یہاں الفاظ کے بعض حروف کی ترتیب الٹ جائے۔ جیسے کمال، کلام۔

مثال ع کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی

(کمال اور کلام)

(ج) مقلوب مستوی: یہاں پورا لفظ، پورا فقرہ، پورا مصرع یا پورا شعر الٹ جائے تو پھر وہی لفظ مصرع یا شعر پڑھا جائے۔

مثال ع خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے باب وا

(باب کو انیس تو بھی باب ہی رہے گا)

مثال ع بچ جائے اس فساد سے خیر النسا کا لال

(لال)

(د) مقلوب مخج: یہاں پر مقلوب الفاظ شعر کے دونوں کناروں پر ہوتے ہیں۔ جیسے ریم

مثال ع رائے روشن کہاں جو خاک ہو دل

یار !

(ه) مقلوب مکرر: اگر دو لفظ مقلوب علی الترتیب پاس پاس آئیں اور ان کے درمیان

حرف عطف کے سوا کوئی فاصلہ نہ ہو تو اسے مقلوب مکرر کہتے ہیں۔

جیسے تار۔ رات

مثال ع آنسوؤں کا آنکھ سے اک دم نہ ٹوٹا تار رات
شعر ع رواج اور یہ ہے وہ ہو آشنا آشنا
کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

رواج = اور

یہ = ہے

وہ = ہو

آشنا = آشنا

(۷) رد الجحج

- دوسرے مصرع کے دوسرے ٹکڑے کی تکرار کو کہتے ہیں۔ اس کی چار قسمیں ہیں:
- (الف) رد الجحج علی الصدر: جو لفظ بحر میں آئے وہی صدر میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔
- (ب) رد الجحج علی العروض: جو لفظ بحر میں آئے وہی عروض میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔
- (ج) رد الجحج علی الحشو: جو لفظ بحر میں آئے وہی حشو میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔
- (د) رد الجحج علی الابتداء: جو لفظ بحر میں آئے وہی ابتدا میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(الف) (۱) رد الجحج علی الصدر مع التجنیس

مثال ع پیر و مرشد خلق کا پیدا ہوا
خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے

(پیر اور پر)

مثال ع تھم کر ہوا چلی، فرش خوش قدم بڑھا
جوں جوں وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا

(تھم اور دم)

(الف) (۲) رد العجز علی الصدر مع التکرار

مثال ع آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح
آہو پہ شیر شرزہ غاب آئے جس طرح

(یہاں آئے کی تکرار ہے)

(الف) (۳) رد العجز علی الصدر مع الاشتقاق

مثال ع مفرح اپنے شفاخانہ عنایت ہے
شتاب بھیج کہ انشا کو جلد ہو تفریح

(مفرح اور تفریح)

(الف) (۴) رد العجز علی الصدر مع شبه الاشتقاق

مثال ع پر کالہ سپر جو ادھر اور ادھر اڑے
روح الامیں نے صاف یہ جانا کہ پر اڑے

(پر کالہ اور پر)

مثال ع ہر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سر بسر
منہ کھولے چھتی پھرتی تھیں لیکن ادھر ادھر

(ہر اور ادھر)

(ب) (۱) رد العجز علی العروض مع التجنیس

مثال ع پہنچی جو قتل گاہ میں اس روک ٹوک پر
دیکھا سر حسین کو نیزے کی ٹوک پر

(ٹوک اور ٹوک)

(ب) (۲) رد العجز علی العروض مع التکرار

مثال ع خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

(آب اور گلاب صورتاً ایک اور معنی مختلف ہیں)

(ب) (۳) رد العجز علی العروض مع الاشتقاق

مثال ع مضطرب برق سے نہ ہو یوں حال
بادلوں سے جو اس کا تھا احوال (سودا)

(حال اور احوال اس شعر میں)

(ب) (۴) رد العجز علی الصدر مع شبه الاشتقاق

مثال ع تنگ شقی نے ڈھال یہ مارا تو پٹ پڑا
ضربت پڑی کہ گنبد دوار پھٹ پڑا

(پٹ اور پھٹ)

مثال ع جس پر چلی وہ تنگ دو پارہ کیا اسے
کھینچتے ہیں چار ٹکڑے دوبارہ کیا اسے
ع باندھی کمر سے تنگ جو زہرا کے لال نے
پھاڑا فلک پہ اپنا گریبان ہلال نے
(ج) (۱) رد العجز علی الخشوع لختیس

مثال ع تنع خزاں تھی گلشن ہستی سے کیا اسے
گھر جس کا خود اجڑ گیا ہستی سے کیا اسے

(اس میں ہستی اور ہستی)

(ج) (۲) رد العجز علی الخشوع التکرار

مثال ع مہتاب سے شعاع جدا گل سے بو جدا
سینے میں دم جدا رگ جاں سے بو جدا

(ج) (۳) رد العجز علی الخشوع الاشتقاق

مثال ع طاقت دکھادی شیروں نے زینب کے شیر کی
ع باقر کہیں گرا تو سکی نہ کہیں گری
ع سوار پہ سوار فرس پر فرس گرے

(مرثیہ)

(ج) (۴) رد العجز علی الخشوع شبه الاشتقاق

مثال ع عین الکمال سے تجھے بچے خدا بچائے

(بچے اور بچائے)

(د) (۱) ردالجز علی الابتداء مع التختیس

مثال ع لے لی ترائی تینوں کی موجوں کو پیر کے

(لے اور کے)

(د) (۲) ردالجز علی الابتداء مع التکرار

مثال ع پانی میں آگ، آگ میں پانی خدا کی شان

عالم؟؟ بند ہیں سلطان؟؟ بند

(د) (۳) ردالجز علی الابتداء مع الاشتقاق

مثال ع مقتل میں ہو سکا نہ گزرا گزر گئے

دلھانے سو گئی ہوگی نہ ایسی دلھن کی بو

(د) (۴) ردالجز علی الابتداء مع شبه الاشتقاق

مثال ع سیس پہ جس نے ہاتھ رکھا، تن پر سر نہ تھا

ع گردوں میں مثل شیشہ ساعت بھری تھی گرد

(۸) اشتقاق Alliteration

کلام میں ایسے الفاظ لائیں جو ایک ہی مادے سے مشتق ہوں اور ان لفظوں میں اصل لفظ کے حروف کی ترتیب بھی قائم رہے اور اصل میں جو معنی ہوں اس سے بھی موافقت ہو۔

مثال ع تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی

(گریزا-گریز)

ع اس کی ضیا تھی خاک پر ضوا اس کی عرش پر

(ضیا-ضو)

ع بے سر ہوئے پروں میں سران سپاہ شام

(سر-سران)

(۹) شبه اشتقاق Semblance of Alliteration

کلام میں ایسے لفظ آئیں جو بظاہر اشتقاق کی نوعیت رکھتے ہوں، یعنی ایک ہی مادے سے معلوم ہوتے ہوں اور ان میں اصل لفظ کے حروف کی کچھ ترتیب بھی قائم رہے مگر حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

مثال ع غلاماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو

(غلاماں- غلامی)

ع مینا کیا تھا وادی مینو اساس پر

(مینا- مینو)

ع خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے

(زہر- زہرا)

(۱۰) لزوم مالا یلزم

جب شاعر چند امور کو اپنے اوپر لازم کر لے حالانکہ اس کا لزوم ضروری نہ ہو۔ اس کو التزام، تنصیب اور اعنات بھی کہتے ہیں۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ صرف تین مثالیں پیش کرتے ہیں:

(الف) قافیہ کے حرف روی سے پہلے کسی خاص حرف یا حروف کا التزام کر لے۔

مثال ع اب کے یہ سردی پڑی ہر ایک تارا جم گیا
کاسہ چرخ بریں سارا کا سارا جم گیا (انثا)

اس ساری غزل میں انثا نے روی الف کے آگے ایک الف کا سنس اور ذیل کو لازم کر دیا

ہے۔

(ب) اشعار میں حرف تہجی کے کسی خاص حرف یا حروف کو لایا جائے یا ترک کیا جائے۔

ع وائے نصیب ایک شب اس سے ہوئے نہ آہ ہم دست بدست لب بہ لب سید نہ سید نہ رو برو
(اس میں ب کو لازم کیا گیا ہے)

اس کی مثال غیر منقوٹ بھی ہو سکتی ہے جس میں نقطہ دار حروف ترک کیے جاتے ہیں اور منقوٹ میں صرف نقطہ دار حروف شمار کیے جاتے ہیں۔

(ج) اشعار میں کوئی خاص لفظ یا کئی مخصوص الفاظ لانے کا التزام ہو۔

مثال ع نوع بشر میں تھے نہاں آتش و باد و آب و خاک
عشق نے کر دیے عیاں آتش و باد و آب و خاک

یہاں اس شعر میں آتش، آب، خاک اور باد الفاظ لازم کیے گئے۔

(۱۱) ایداع

مدوح کی تعریف میں ایسے الفاظ لانا کہ ان سے اس کا نام نکل آئے۔

مثال ع کیا وزیر جس کو سعادت علی نے دی
برہان ملک اشج منصور و محتشم
ع ابو ظفر شہ والا گہر بہادر شاہ
سراج دین نبی سایہ خداے قدیر

(۱۲) مقطع

ایسا مصرع یا شعر جس میں کوئی حرف ملا کر نہ لکھا جائے۔
مثال ع وہ اور آواز درد دل

(۱۳) متثاری

کوئی فقرہ یا مصرع یا پورا شعر اس طرح کا لکھا جائے کہ اس کے سب یا زیادہ تر حروف
دندانے کی شکل میں لکھے جائیں۔

مثال ع سب سمیٹے ہیں یاں سمیٹے سے
سب سمیٹیں گے جب شہ ابرار

(۱۴) متابع

لغت میں یہ لفظ پے درپے کے معنی میں آتا ہے۔ جب کسی شعر میں بات میں سے بات نکالی
جائے اور ایک کی متابعت میں دوسرا لفظ آئے۔ جیسے:

مثال ع برچھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام (مرثیہ)
ع جھلمل کرتے تاروں نے بھی پائل کی جھنکار سنی تھی
چلی گئی کل چم چم کرتی پیاملن کی رات کہاں (فراق)

(۱۵) خفا

یہاں کلام میں ایک کلمہ منقوٹ اور دوسرا غیر منقوٹ ہوتا ہے۔ یعنی ایک لفظ کے تمام حروف نقطے
دار اور دوسرے لفظ کے تمام حروف غیر نقطے کے ہوتے ہیں۔

ع جبین لامع زینت حصول جشن مرام

شعر ۔ علم بینش دھند بین دل را
روح جنبش دھند بین گل را

(۱۶) فوق النقط

وہ کلام جس میں ایسے نقطے دار حروف ہوں جن کے نقطے اوپر لکھے جائیں۔

شعر ۔ مانگا کاغذ دوات خامہ
لکھا اس طرح کا وہ نامہ

(۱۷) تحت النقط

وہ کلام جس میں ایسے نقطے دار حروف استعمال ہوں جن کے نقطے نیچے لکھے جائیں۔

شعر ۔ پیچھا کیے اس پری کا آیا
لیلیٰ کے پیچھے جیسے سایا
ع جب مسکرائے پھولوں کی کلیاں بکس گئیں (مرثیہ)

(۱۸) موصل

وہ کلام ہے جس میں سب لفظ ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں، جیسے دو حرفی، سہ حرفی، چار حرفی، وغیرہ وغیرہ۔

دو حرفی: ع غم فرقت سے کوفت ہے جی پر
ہم سے غافل ہے تو بت کافر
سہ حرفی: ع ظلم ظلم کیا کیا جنائیں کیا کیا ہیں
عشق میں بھی بلائیں کیا کیا ہیں
چار حرفی: ع چکے چکے کبھی مجھے کہنا
ہم پہ کیسا پھبا سبھی گہنا

(۱۹) قطع الحروف

اس کو حذف حرفی بھی کہتے ہیں۔ اس صنعت میں تمام غزل میں شاعر کسی حرف کو بالکل استعمال نہیں کرتا۔ جیسے اس غزل میں حرف (ب) استعمال نہیں ہوا ہے۔

۔ گر وہ دل کو مرے سنواریں گے
جان کو صدقے ہم اتاریں گے

(۲۰) مبادلہ الراحین

اگر شعر کے آخری الفاظ کا پہلا حرف بدل دیا جائے جیسا کہ اس شعر میں ہے۔
 اگر حق نے بخشی ہے عقل نجیب تو سن مجھ سے یہ ایک نقل عجیب
 عقل، نقل، نجیب اور عجیب میں صرف پہلا حرف بدل کر لفظ بدلا گیا ہے۔

(۲۱) براۃ الابطال

اس کو بحر حلال بھی کہتے ہیں۔ اس صنعت میں شاعر اول قصیدے یا مثنوی یا کتاب وغیرہ میں
 ایسے الفاظ لاتا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مضمون اور بیان نظم میں کیا ہوگا۔ جیسے ان اشعار سے ظاہر
 ہے:

تسیم: پایا جو سفید چشم صفحا یوں سیل قلم نے سرمہ کھینچا
 شعر عر بنام شاہد نازک خیالاں عزیز خاطر آشفقتہ حالاں

(۲۲) مصحف

یہاں نقطوں کو بدلنے سے لفظ دوسرا ہو جاتا ہے جیسے توشہ کے نقطوں کو بدل کر بوسہ کر سکتے
 ہیں۔

(۲۳) ترزلزل

اس صنعت میں تبدیل حرکت سے لفظ کے معنی بدل جائیں اور مدح کی جگہ مذمت ہو
 جائے۔ اس شعر میں آخر سے آخر بن گیا ہے (خر سے مراد گدھے کی ہے)
 شعر عر میری جانب کو کر گزر آخر میں بھی تیرا ہوں طالب دیدار

(۲۴) محاذ

یہاں ایک مصرعے کے آخر میں جو لفظ آئے وہی دوسرے مصرعے کے اول میں آتا ہے۔

فرہاد کو شیریں جو آتی یاد
 یاد میں اس کی دل کو وہ رکھتا شاد
 شاد اس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اس کو
 اس کو کر یاد شاد رہتا فرہاد

(۲۵) منقوطا

وہ کلام جس کے تمام حروف نقطہ دار ہوں۔
 شعر بخشش فیض بنی زین جشن جنبش غیظ نبی زین جشن
 اس کو صنعت عاطلہ یا تعطیل بھی کہتے ہیں۔

(۲۶) غیر منقوطہ Dotless

اس کو ہملہ کہتے ہیں۔ اس کلام میں سب حروف بغیر نقطہ کے ہوتے ہیں۔ انشا اللہ خاں انشا کا
 ایک دیوان اور مرزا دبیر کا ایک پورا مرثیہ اس صنعت میں موجود ہے۔
 انشاع اور کس کا آسرا ہو سرگردہ اس راہ کا
 آسرا اللہ اور آل رسول اللہ کا
 شعرع دل کم حوصلہ کو گو کہ سدا درد رہا
 ہمد اس کا گلہ آلودہ دم سرد رہا
 شعرع سردار امم محرم اسرار محمد
 مہر و اسد اللہ کا دلدار محمد
 دلدار و دل آرام و مددگار محمد
 مدوح ملک مالک سرکار محمد
 سرور کہو اسلام کا اس مالک کل کو
 آرام دو اک دم دل سردار رسل کو (میراثیں)

(۲۷) رقطا

مصرعے یا شعر کے ہر کلمے میں ایک حرف نقطہ دار اور ایک حرف بے نقطہ ہو۔
 ع شہ بلند نسب اب مجھے بھی دیوے
 شعرع زلف سیہ تو جان من دزدیدی
 ای دزد ندیدم چو تو جان دزدیدی

(۲۸) جامع الحروف

وہ شعر جس میں سب حروف تہجی موجود ہوں۔ فارسی کا شعر جو عربی حروف تہجی پر مشتمل ہے۔

شعر ع این جفا یا النیاس ای کافر ترسا لقب
لذت صد حظ مر یض عشق تو بردار خطب

(۲۹) توشیح

مصرعوں یا شعر کے حروف اولین سے کوئی عبارت لفظ یا نام نکلتا ہے جس طرح ”چھوٹے لعل“ ان اشعار کے اولین حرفوں کو ملانے سے نکلتا ہے۔

چ چشم نے تیری مجھے لوٹ لیا اے دلدار
ہ ہے برا حال مرا دیکھ ادھر کو اے یار
د وعدہ وصل کسی روز تو پورا کر دے
ٹ ٹالے بالے میں گزرائے گا کہاں تک ہر بار
ی یا خدا کون سا جادو کیا مجھ پر اس نے
ل لے گیا چھین کے مجھ سے خرد و صبر و قرار
ع عشق میں تیرے ہوا سحر کا یہ حال زبوں
ل لب شریں سے نہ پوچھا کبھی حال دل زار

(۳۰) ذوالقافیہیں Double Rhyme

اس کلام کو کہتے ہیں جس میں دو یا بعض اوقات تین قافیے ہوں۔
شعر ع غیر کے آنے میں گھر تیرے ہے نقصان ترا
میں ترے واسطے کہتا ہوں کہا مان مرا

اگر دو قافیوں کے درمیان ردیف ہو تو اس کو ذوالقافیہیں مع الما جب کہتے ہیں۔ جیسے میر کے شعر میں:
ع کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا کہیں دل میں جنون ہو کے رہا

(۳۱) متلون

اس کے لغوی معنی رنگ بدلنے والا ہے۔ اس نظم کو کہتے ہیں جو دو یا دو سے زیادہ بحروں میں پڑھی جائے۔ جیسے شرر کی یہ غزل چار بحروں میں پڑھی اور تقطیع کی جاسکتی ہے۔

- | | |
|-------------------------------|------------------------|
| (۱) بحر مل مسدس | فاعلاتن فاعلاتن فاعلات |
| (۲) بحر مل مسدس مجنون | فاعلاتن فاعلاتن فصلا |
| (۳) بحر خفیف مجنون مقصور مشعب | فاعلاتن مفاعلن فعلا |
| (۴) بحر سربط مطوی موقوف | مقتعلن مقتعلن فاعلات |

ایک غزل کا مطلع دیکھیے۔

شعر ع ضعف سے پاؤں پہ سر آ ہی گیا
 ہو گئے نالوں سے ہم اپنے تباہ
 اسی طرح جاتی کا یہ شعر بحرزل، بحر ہرج اور بحر جٹ جٹ مٹن مجنون میں پڑھا جاسکتا ہے۔
 شعر ع لب تو جام لولو خط تو مرگز لالہ
 شب تو حاصل کو کب نہ تو با خط حالہ

(۳۲) توافقی

اس کو توافقی بھی کہتے ہیں۔ کلام میں چار مصرع اس طرح کہے جائیں کہ جس مصرعے کو چاہیں اس کو پہلایا دوسرا یا تیسرا یا چوتھا قرار دیں اشعار صحیح اور با معنی رہیں گے جیسا کہ ان چار مصرعوں میں ہے۔

ع مفتوں ہوا ہوں میں اس شرم و حیا کا دل سے
 عاشق ہوا ہوں میں اس ناز و ادا کا دل سے
 شیدا ہوا ہوں میں اس زلف و دوتا کا دل سے
 کشتہ ہوا ہوں میں اس طرز و وفا کا دل سے
 بھیا سلام کرتی ہے خواہر جواب دو
 چلا رہی ہے دختر حیدر جواب دو
 سوکھی زباں سنے ہر پیغمبر جواب دو
 کیوں کر جیے گی زنب مضر جواب دو (مرثیہ)

(۳۳) واسع الشفتین

جس کے پڑھنے سے لب سے لب نہ ملے۔ نظیر اکبر آبادی کی ایک پوری غزل اس صنعت میں ہے۔

آیا نہیں جو کر کر اقرار ہنتے ہنتے جل دے گیا ہے شاید عیار ہنتے ہنتے

(۳۴) اصل الشفتین

جس کے پڑھنے سے ہر کلمہ میں لب سے لب ملے۔ جیسے اس فارسی مصرع میں
 ع بے بوی موئے مہ مامویم

(۳۵) موقوف الآخر

یہ صنعت امیر خسره کی ایجاد ہے۔ ایک رباعی لکھی ہے جس کا ہر قافیہ دوسرے مصرع کے آغاز کا محتاج رہتا ہے۔

فارسی رباعی در حسن ترا کس نما عند الا
خورشید کہ ہر صبح بروں آید تا
خدمت کند و پای تو بوسد اما
بنی تو بسوے او چو پا بوسد تا

(۳۶) طرز العکس

اس کو مریخ، چہار در چہار بھی کہتے ہیں۔ اس کے اندر چند سطریں چار چار خانوں میں اس طرح لکھی جاتی ہیں کہ اگر مصرع اوپر سے نیچے کی جانب پڑھا جائے تو وہی مصرع ہوگا جو اپنی اصل حالت میں پڑھا جاتا ہے۔ یعقوب علی نصرت کے لیے مریخ کا بند دیکھیے:

تجہ دو دم کو	دیکھا تو	بھاگے	وہ دس ہزار
دیکھا تو	آ رہی ہے وہ شل	سیاہ	مار
بھاگے	سیاہ	کار کے لشکر کے سب	سوار
وہ دس ہزار	مار	سوار	جگر و گار

(۳۷) مثنیٰ

اسی ترکیب سے اگر عبارت آٹھ آٹھ خانوں میں لکھی جائے تو اس کو مثنیٰ کہتے ہیں۔

(۳۸) مثلث

رباعی کے تین مصرعے اس طرح لکھے جائیں کہ اگر ہر مصرعے کے سرے سے کچھ لفظ اٹھالیں تو ان سے چوتھا مصرع بن جائے۔ خط کشیدہ لفظوں سے جو مذکورہ تین مصرعوں کے پہلے حصے سے اٹھائے گئے ہیں چوتھا مصرع نکل سکتا ہے۔

تجہ سا نہیں پیارا کوئی رشک قمر
محبوب کوئی نہ ہوگا تجھ سے بہتر
اے دلبر ناز نہیں تجھے کہتے ہیں سب
تجھ سا نہیں محبوب کوئی اے دلبر

(۳۹) صنعت رد العجز علی الصدر

اس صنعت میں پہلا مصرع جن لفظوں پر تمام ہوتا ہے دوسرا مصرع انہی الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ ذیل کے اشعار سے یہ صنعت واضح ہے۔

کیا نظم ہو اس صاعقہ کی شعلہ فشانہ کی شعلہ فشانہ تو وہ ناری ہوئے پانی
ناری ہوئے پانی تو چھٹی منزل فانی فانی ہوئے اور خاک رہ مرگ کی چھانی

چھانی ستم آرا نے جو وہ خاک اجل کی
وہ خاک اجل کی اسے صیقل ہوئی پھل کی
صیقل ہوئی پھل کی تو وہ تھی خور کی چمک پر تھی خور کی چمک پر تو وہ تھی اوج فلک پر
تھی اوج فلک پر تو وہ تھی بال ملک پر تھی بال ملک پر تو وہ محشر کی مکہ پر
محشر کی مکہ پر تھی تو آفت تھی بلا تھی
آفت تھی بلا تھی تو وہ مانند قضا تھی

(۴۰) صنعت مدور

کسی ایک مصرعے یا شعر کو اس کے چار یا آٹھ رکن کر کے ایک دائرے کی شکل میں علاحدہ علاحدہ لکھیں اور اس مصرعے یا شعر کو جس رکن سے چاہیں پڑھ سکیں اور اس مصرعے یا شعر سے کئی مصرعے یا شعر رکن کی تقدیم و تاخیر کے سبب حاصل ہو سکتے ہیں۔ جیسے انشانے ”دریاے لطافت“ میں لکھا ہے۔

ع ہمارا پیارا بھلا ہے سبھوں میں

(۴۱) معما

یہاں کلام میں جو قاعدے بنائے جاتے ہیں اگر اس کو رو بہ عمل لائیں تو کوئی عبارت نام یا مثل حاصل ہوتی ہے جیسے اس شعر کے تین لفظ ہم بات اور یار کو الٹنے سے رائے مہتاب حاصل ہوتا ہے۔

شعر ع بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا
مہ تاب رائے

(۴۲) تاریخ Chronogram

اس کو مادہ تاریخ یا ابجد بھی کہتے ہیں۔ اسے حساب جمل یا تاریخ گوئی بھی کہتے ہیں۔ حروف تہجی عربی میں اٹھائیس (۲۸) فارسی میں بیس (۳۲) اور اردو میں پینس (۳۵) ہیں۔ عربی حروف ہجا کی عددی قیمتیں یہ ہیں۔ صرف حروف ملفوظ تاریخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

ابجد۔ ہوز۔ حلی۔ کلن۔ سفص۔ قرشت۔ شخ۔ خظغ

ابجد	ہوز	حطی	کلن
۴۳۲۱	۷۶۵	۱۰۹۸	۵۰۴۰۳۰۲۰
س ع ف ص	ق ر ش ت	ث خ ذ	ض ظ غ
۹۰۸۰۷۰۶۰	۴۰۰۳۰۰۲۰۰۱۰۰	۷۰۰۶۰۰۵۰۰	۱۰۰۰۹۰۰۸۰۰

اس کے علاوہ اردو حروف تہجی میں فارسی اور ہندی کے حروف شامل ہیں۔ ان کی قیمتیں اس طرح ہیں:

پ = ۲، ت = ۳، ج = ۴، ڈ = ۵، ڑ = ۶، ۲۰۰ = ۷، گ = ۸، ہندی مخلوط حروف تھ چھ کو دو حروف کو جمع کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ جھ یعنی ج + ھ یعنی ۴ + ۵ = ۹

مثال	بسم اللہ الرحمن الرحیم	۷۸۶	786
محمد		۹۲	92
علی		۱۱۲	112
ایمان		۱۱۲	112

تاریخ نکالنے کے تین طریقے ہیں:

الف

کسی بھی شعر یا مصرع یا کسی عبارت کے ملفوظ حروف کی قیمت کو جمع کر کے، جیسے اس مصرعے سے مشہور شاعر سید آل رضا کی تاریخ وفات ۱۹۸۲ء نکلتی ہے۔

شعر صاف کہ دو اے ساحر ”سید آل رضا بیعت میں ہیں“ (ساحر لکھنوی)

۱۹۸۲ء

(ب) تہجیہ Additions

یہاں مصرعوں میں اس تاریخ تک پہنچنے کے لیے کچھ حروف اضافہ کرتے ہیں جیسے خوشی کے بجائے سرشارت لکھتے ہیں جو ۲ عدد زیادہ ہے اور اس طرح مطلوب نمبر تک پہنچتے ہیں۔

(ج) تخریج Substrach

یہاں مصرعے میں کچھ عدد کم کرتے ہیں تاکہ عدد مطلوب حاصل ہو جائے اس کے لیے کچھ ایسے الفاظ اور قاعدے شعر میں بیان کیے جاتے ہیں جس طرح مومن خان مومن کے اس شعر میں:۔
شعر ع نال کلنے کے ساتھ ہاتف نے کہی تاریخ دختر مومن

اگر اسے جمع کیا جائے تو ۱۳۴۰ ہوتے ہیں اور نال کے عدد کو کاٹنے سے ۸۱-۱۳۴۰=۱۲۵۹ عدد حاصل ہوتا ہے جو مومن کی لڑکی کی تاریخ ولادت ہے۔

جناب شہاب کاظمی نے علامہ عرفان حیدر عابدی کی تاریخ وفات نکالی:

ع مصرع تاریخ مرگش یافت بے یک دال و کاف اشک افشائید نہ افلاک عرفان عابدی
۱۳۴۲-۲۲=۱۳۱۸ (مرثیہ)
(۱۳۱۸ ہجری)

۴۳۔ قطار البصیر

اس کے لغوی معنی اونٹنوں کی قطار کے ہیں۔ یہاں شعر میں مصرع اول کا آخری حرف وہی ہوتا ہے جو مصرع ثانی کا حرف اول ہو۔

مثال ع جھیلوں سے چار پائے نہ اٹھے تھے تا بہ شام مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا کام
شام۔ مسکن (م) (مرثیہ)
مثال پانی کا دام و دودھ کو پلانا ثواب تھا اک ابن فاطمہ کے لیے قحط آب تھا۔
ع تھا۔ اک (الف) (مرثیہ)

۴۴۔ تفریع

جب کسی شعر کے پہلے مصرعے کے پہلے مکڑے کا آخری حرف دوسرے مصرعے کے آخری مکڑے کے آخری حرف کے موافق ہو۔

مثال ع سرنی اتری تھی پھولوں سے سبزی گیاہ سے پانی کنوؤں میں اترتا تھا سائے کی چاہ سے
سرخ۔ سے=ی ہے۔ (مرثیہ)
مثال ع سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب کافور صبح ڈھونڈتا پھرتا تھا آفتاب
سب۔ آفتاب=ب ہے۔ (مرثیہ)

اس کے لغوی معنی ”نشان کرنا“ ہے۔ یہاں قافیے میں ممدوح کا نام آتا ہے۔

مثال ع دنیا کی زیب زینت کا شانہ بتول (مرثیہ)

مثال ع دریا کو خاک جانتا ہے ابن بوترا ب (مرثیہ)

اگر کسی شعر کے دونوں مصرعوں کے اول یا آخر سے کچھ لفظ کم کر دیے جائیں تو شعر ناموزوں نہ ہوگا بلکہ اس کی بحر بدل جائے گی۔

مثال ع لاکھوں میں ایک بے کس و دل گیر ہائے فرزند فاطمہ کی یہ توقیر ہائے

بھالے وہ اور پہلوے شبیر ہائے

وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے (مرثیہ)

مجھ کو روانہ کراے آفت جاں بہر خدا بندہ تیرا ہوں میں کر رحم میاں بہر خدا

اس میں کیا فائدہ گر مجھ کو کیا تو نے قتل کچھ بھی انصاف کراے سرورواں! بہر خدا

اگر پہلے مصرعے سے مجھ کو دوسرے سے بندہ تیرے اس میں اور چوتھے سے کچھ بھی نکال دیں تو بھی وزن باقی رہے۔

جب کسی شعر میں قوافی کے علاوہ کچھ اور الفاظ بھی ہم قافیہ لائے جائیں۔

مثال ع مارا جو ہاتھ پاؤں جما کر ارکاب پر بجلی گری شقی کے سر پر عتاب پر (مرثیہ)

ع سر پر لگائی تیغ کہ شق ہوگئی جبین (مرثیہ) سر پر

ع پردہ الٹ کے بنت علی نکلی ننگے سر لرزاں قدم خمیدہ کمر عرق خون جگر (مرثیہ)

ع ہاں غازیو یہ دن ہے جدال و قتال کا (مرثیہ)

اس کو ذوالقوائی بھی کہتے ہیں۔ جب ایک شعر میں دو یا زیادہ قافیے آئیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔

(الف) جب دو قافیے آئیں:

مثال ع شائے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس
باندھے عمامے آئے امام زماں کے پاس (مرثیہ)
ع ہر چند مچھلیاں تھیں ذرہ پوش سر بسر منہ کھولے چھتی پھرتی تھیں لیکن ادھر ادھر (مرثیہ)
(ب) جب تین قافیے آئیں:
مثال ع سوکھے لبوں پہ حمد الہی رخوں پہ نور خوف و ہراس ورنج و کدورت دلوں سے دور
(مرثیہ)

ع جب میں نے کہا ادبت خود کام ورے آ
تب کہنے لگا چل بے ابد نام پرے جا (مرثیہ)
ع بازار بند ہو گیا، جھنڈے اکھڑ گئے فوجیں ہوئیں تباہ محلے اجڑ گئے
ہو گیا۔ تباہ جھنڈے۔ محلے اکھڑ۔ اجڑ۔ (مرثیہ)
(ج) ذوالفقارین مع الحاجب جب دو قافیوں کے درمیان حجاب ہو (یعنی ردیف ہو)
مثال دور کر کے خود زین یہ جوش سے آگئی؟؟ ہوئی زمین پہ تو سن سے آگئی (مرثیہ)

۴۹۔ افراد

لغوی معنی میں تنہا کو کہتے ہیں۔ جب شاعر شعر کے آخر میں لفظ کے حروف علاحدہ علاحدہ لکھے۔ مثال کے طور پر انشا:

مثال ع رہے گا چار سو ستر برس انشا زمانے میں
ع کہ اس پر سج رہا ہے ع وش وق کا جوڑا
یہاں تینوں حروف (ع، ش، ق) کو عین شین قاف پڑھنا ہوگا

ع	ش	ق
۷۰	۳۰۰	۱۰۰
۷۰	۳۰۰	۱۰۰

۵۰۔ تنسیق الصفات

کسی شخص یا کسی چیز کا ذکر اس کی صفات کے ساتھ کیا جائے، خواہ یہ صفات خوبی کی ہوں یا برائی کی ہوں۔ یعنی ایک موصوف کی کئی صنعتوں کو شعر میں لانا۔

مثال ع فیاض و حق شناس، اولو العزم، ذی شعور، خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
(مرثیہ)

ع روئیں تن و سیاہ دروں، اپنی کمر (مرثیہ)
 ع بدکار و بدشعار و ستمگار و پردغل (مرثیہ)
 ع وہ لوں، وہ آفتاب کی حدت و تاب و تب (مرثیہ)

۵۱۔ سیاق الاعداد

کسی شعر میں عددوں کو لایا جائے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) شعر میں عدد ترتیب کے ساتھ ہوں۔

مثال ع لڑکے وہ ساتھ آٹھ سہی، قد سمن عذار گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار (مرثیہ)

(ب) شعر میں عدد بغیر ترتیب کے ہوں۔

مثال ع رکنا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے (مرثیہ)

(ج) چند عددوں کا ذکر کر کے مجموعہ بنادیں۔

مثال شملے کے دو سرے جو چھٹے تھے بہ صد وقار ثابت یہ تھا کہ دوش پہ گیسو پڑے ہیں چار (مرثیہ)

۵۲۔ دو سخنہ

دو باتوں کا ایک جواب دینا دو سخنہ کہلاتا ہے۔

مثال ع مخبر پہ پیک، پیک پر مگر عس گرے (مرثیہ)
 ع طائر ہوا میں محو، ہرن سبزہ زار میں (مرثیہ)

۵۳۔ سلب و ایجاد

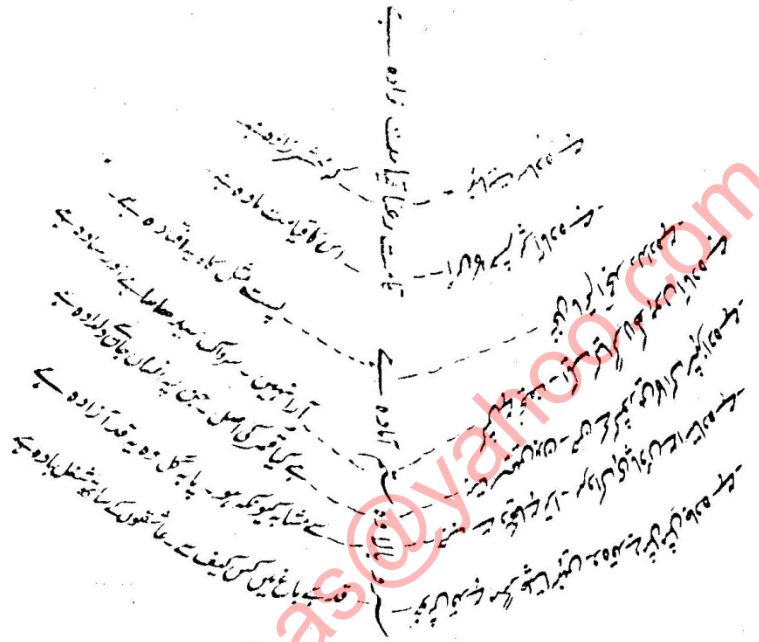
کلام میں ایک شے کی نفی ایک وجہ سے اور اس کا اثبات دوسری وجہ سے ہو۔

مثال ع وہ حق نہ تھی کفر پرستی سے کیا اسے جو آپ سر بلند ہو پستی سے کیا اسے (مرثیہ)

۵۴۔ مشجر

اشعار کو شجر کی شکل میں سجانے کو کہتے ہیں۔ اس میں مطلع کو درخت کے تنے کی طرح سیدھا

لکھ کر باقی اشعار کو مطلع کے دونوں طرف ایسا لکھتے ہیں کہ مطلع کا کچھ حصہ شعر کا پہلا حصہ بن جاتا ہے۔
یہ صنعت اس مثال سے واضح ہو جائے گی۔



اس کو باقاعدہ غزل کی شکل میں لکھا جائے تو (مثلاً) مطلع کے بعد دوسرا شعر یوں ہوگا:۔
ع سرو قد ہے باغ میں کس کیف سے عاشقوں کے ساتھ شغل بادہ ہے
تیسرا یوں ہوگا:۔

ع سرو خوش قد ہے مگر چلتا نہیں وہ قد بے مثل، مثل جادہ ہے
چوتھا ہوگا:۔

ع سرو بالا سے مشابہ کیوں کہ ہو پایہ گل وہ یہ قد آزادہ ہے
وغیرہ۔ بعض نے اس صنعت کو صنعت تو شیم کا حصہ مانا ہے۔

۵۵۔ تقلیب

یہاں شعر کے پہلے مصرع کے دونوں ٹکڑوں کو پلٹ دیں تو دوسرا مصرع بن جاتا ہے۔ جیسے
ولی دکنی کا یہ شعر:

ع مجھ سے گیا ماؤ من؛ دیکھ کر تیرے نین دیکھ کے تیرے نین مجھ سے گیا ماؤ من

۵۶۔ معرب

کسی شعر یا عبارت میں کسی خاص اعراب کا التزام کرنا۔ یعنی اگر زیر ہو تو سب پر زیر اسی طرح سے زیر اور پیش کے لیے۔

صلصل و سنبل، گل و بلبل مجھ کو جو ہوں حصول، خوب ہو یار

۵۷۔ نظم النثر

کوئی شعر یا نظم اس طرح سے ترتیب دینا کہ وہ نثر اور نظم دونوں میں پڑھی جاسکی۔ یہ صنعت امیر خسرو کی ایجاد ہے۔

مثال ع جان اہل نیاز بندہ نواز بعد تعظیم اور بجز و نیاز
حال سے اپنے مطلع کیجیے اور جلدی مری خبر لیجیے
(رقعت غلام امام شہید)

۵۸۔ دورو

یہ بھی امیر خسرو کی صنعت ہے۔ یعنی یہاں نقطوں کے رد و بدل سے شعر دو زبانوں میں پڑھا جائے۔

فارسی شعر رسیدی بدیدی مرادی بخوائی

زمانی بماشی بہ یاری بشائی

عربی شعر رشیدی ندیدی مرادی نجائی

زمانی بباس بتاری نسائی

اس کے علاوہ غیر معروف صنعتوں میں قلب اللسانین، اربعۃ الاحرف، جو اردو میں معروف نہیں، طوالت

کے پیش نظر بیان کرنے سے گریز کریں گے۔

۵۹۔ ضلع جگت

ایسے الفاظ جن میں معنوی ربط نہ ہو لیکن ان کا تلفظ املا یا تلازمہ ایسا ہو کہ معنوی ربط کا دھوکا ہو۔ (ضلع کا تعلق بولنے سے ہے اور جگت کا تعلق لکھنے سے ہے)
مثال ع پانی کنویں میں اتر اٹھا سائے کی چاہ سے (انیس)
مثال ع شامی کباب ہو کے پسند قضا ہوئے (دبیر)

۶۰۔ صنعت قافیہ معمولہ

قافیہ معمولہ میں حرف روی کے تعین میں اشتباہ ہوتا ہے جیسے بوستان میں (واؤ) اور دوستان میں (ت) روی ہے۔ آملی شیرازی نے مثنوی ”سحر حلال“ اور اردو میں مفتی میر عباس نے ”مثنوی مرصع“ میں قافیہ معمولہ کا التزام کیا ہے۔ نظم طباطبائی اس کو صنعت نہیں بلکہ فصاحت کا عیب سمجھتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

کلام کی قسمیں

کلام دو قسم کا ہوتا ہے:
الف = نثر ب = نظم

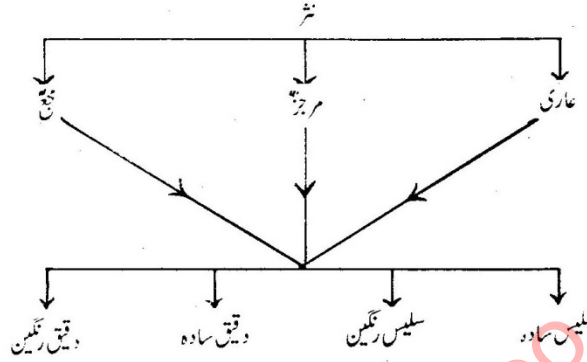
نثر کی تعریف

ایسا کلام جس میں عموماً وزن اور قافیہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ نثر کی بعض قسموں میں وزن اور قافیہ بھی ہوتا ہے، لیکن نثر کسی بحر کی محتاج نہیں ہوتی۔

نثر کی قسمیں

نثر کو لفظی اور معنوی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ لفظی یا صورت کے لحاظ سے نثر کو مزید تین حصوں عاری، مرجز اور مجمع میں تقسیم کرتے ہیں۔ معنوی یا معنی کے اعتبار سے نثر کو چار حصوں سلیس سادہ، سلیس رنگین، دقیق سادہ، دقیق رنگین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح سے نثر بارہ قسم کی ہو سکتی ہے۔

لفظی تقسیم



عاری

اس کو روزمرہ ریختہ اور ٹھیٹھا اردو بھی کہتے ہیں۔
 عادی اس کو نثر کہتے ہیں جس میں وزن اور قافیہ نہ ہو۔ یہ سادی نثر ہوتی ہے جس میں الفاظ عام بول چال کے روزمرہ میں ہوتے ہیں۔ اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ کم ہوتے ہیں۔
 سید انشا کی تحریر ”لطائف السعادات“ میں اس قسم کی نثر کی مثال ہے۔
 ”ان دنوں وہاں کا پانی اس قدر کھاری ہے کہ اکثر عورتوں کو میں نے دیکھا ہے یوں بھیک مانگتی ہیں: اے فلانی! تیرے بچے سلامت رہیں! ان کے قربان جائیں! ایک سیر پانی دال پکانے کے لیے دے دے۔“

مرجز

اس نثر کو کہتے ہیں جس میں وزن ہو مگر قافیہ نہ ہو۔ جیسے:
 ”قامت موزوں کے روبرو سروروان ناچیز ہے اور کاکل پیچان کے سامنے مشک ختن بے قدر ہے۔“
 یہ نثر ”مستفعلن“ کے وزن پر ہے لیکن اس میں قافیہ نہیں اور کسی بحر کا آہنگ نہیں۔

مصحح

اس نثر کو کہتے ہیں جس کے دو فقروں کے الفاظ ایک دوسرے کے ہم وزن اور آخر کے الفاظ مقفی ہوں۔ مثال:

حرف ہیں یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہیں لفظ ہیں یا ہیرے کی تختی پر نیلم کے نگین جڑے ہیں۔ (مصحح نثر) سید انشا ”دریائے لطافت“ میں لکھتے ہیں:

”پونڈ اچھکا اتنا برا کہ جس کی برائی بیان سے باہر ہے“

”پونڈ اٹھایا بھلا کہ اس کی بھلائی گمان سے بڑھ کر ہے“ (مصحح نثر)

مصحح کی ایک قسم مقفی بھی ہے جس میں فقروں کے لفظوں میں وزن نہیں ہوتا مگر آخری الفاظ مقفی ہوتے

تحتوی تقسیم

سلیس سادہ

اس نثر کو کہتے ہیں جس کے الفاظ مروجہ اور مانوس ہوں۔ ایسی تحریر جو لفظ و معنی کے اعتبار سے سہل ہو۔ مضمون میں روزمرہ، صحت محاورات اور سادگی ہو۔ صنائع معنوی اور لفظی اس میں شامل نہ ہوں۔

جیسے غالب نے سید یوسف مرزا کو لکھا: ”میری جان! شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ سبق میں نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمھارا نہیں آیا کہ میں نے اسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا۔“

سلیس رنگین

اس نثر کو کہتے ہیں جو معنی اور لفظ کے اعتبار سے سہل ہو مگر اس میں تلازم اور مناسبات ہوں۔ مثلاً باغ و بہار کی نسبت سے گل، غنچہ، سبزہ، شاخ، شبنم، سر، بہار، خزاں وغیرہ کا ذکر ہو۔ محمد حسین آزاد ”آب حیات“ میں لکھتے ہیں:

”شائیں انگڑائیاں لیتی ہیں، بلبل زار عشق شاہد گل میں ادا ہے، شبنم کے آنسو جاری ہیں، آب رواں عمر گزران ہے۔“ وغیرہ۔

دقیق سادہ

اس نثر کو کہتے ہیں جو الفاظ اور معنی کے لحاظ سے مشکل ہو مگر اس میں صنائع بدائع، مناسبات اور تازمات نہ ہوں۔ مضمون کے سمجھنے میں دقت زیادہ ہو اور غور کرنے پر مطالب سمجھ میں آئیں۔

مثلاً: ”بچے کا نفس ابتدا میں مثل ایک سادہ ورق کا ہوتا ہے جو مد رکات حواسِ خمسہ اسے پہنچاتے ہیں ان کا تصور یا احصاء دماغ کے سامنے کے حصے میں کیا جاتا ہے۔ بچ کے حصے میں وہ تصدیقات کی صورت اختیار کرتے ہیں۔“

دقیق رنگین

اس نثر کو کہتے ہیں جو معنی اور الفاظ کے لحاظ سے مشکل ہو اور اس میں صنائعِ بدائع، مناسبات، تلازمات ہے کام لیا گیا ہو۔ جیسے عبدالرحمان چغتائی نے لکھا:

”مغلوں کا شاہکار ”تاج محل“ فرخندہ سرور سکوت میں انگڑائیاں لے رہا ہے۔ فطرت رشک کر رہی ہے اور موت ابھی تک اپنے کیے پر آنسو بہا رہی ہے۔ مصور رنگ، نغموں اور الفاظ کے سحر سے حیات کو لافانی بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ تاج محل انھیں کاوشوں کا جیتا جاگتا شمر ہے اور اسی سوز و گداز کا ایک ڈھلکتا آنسو، تجیل فانی، زندگی کو غیر فانی بنا سکتا ہے۔“

jabir.abbas@yahoo.com

نظم کی قسمیں

فارسی اور اردو ادب میں نظم کی تقسیم کے لیے کوئی ایسا خاص ضابطہ موجود نہیں جو ہر قسم کی نظم کو ایک جدا خانے میں رکھ سکے یا ایک دوسرے سے مکمل جدا کر سکے، کیونکہ بعض نظمیں کئی مشترکہ اقدار کی حامل ہوتی ہیں۔ بہر حال اصنافِ سخن کو چار بڑے گروپ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، اور ہر گروپ کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- (الف) وہ اصنافِ سخن جن کی شناخت اپنی مخصوص ہیئت کی بنا پر ہوتی ہے۔ ان کو اصنافِ ہیئتی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً رباعی۔
- (ب) وہ اصنافِ سخن جن کی شناخت اپنے خاص موضوع کی بنا پر ہوتی ہے۔ ان کو اصنافِ موضوعی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً مرثیہ۔
- (ج) وہ اصنافِ سخن جن کی شناخت ہیئت اور موضوع کی مشترکہ بنا پر ہوتی ہے۔ ان کو اصنافِ ہیئتی موضوعی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً قصیدہ۔
- (د) وہ اصنافِ سخن جن کی شناخت ہیئت اور موضوع پر نہیں بلکہ تاریخی، سماجی، تہذیبی اور تمدنی اقدار پر ہوتی ہے۔ ان کو اصنافِ متفرقات کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً گیت، قطعہ وغیرہ۔

اصناف ہیئت

(۱) غزل

غزل فارسی اور اردو کی مقبول ترین صنف ہے۔ لغت میں غزل کے معنی عورتوں سے بات کرنے کے ہیں۔ شعری اصطلاح میں غزل اس نظم کو کہتے ہیں جس میں حسن و جمال، عشق و محبت، امید و یاس، بہار و خزاں، دشت و گلشن، خوشی و غم اور دوسرے انسانی احساسات، جذبات اور باریک خیالات کو نظم کیا جاتا ہے۔ غزل کے اجزائے ترکیبی میں مطلع، قافیہ، ردیف اور مقطع عموماً نظر آتے ہیں۔ مطلع غزل کے پہلے شعر کو کہتے ہیں جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ مطلع کے بعد کے شعر کو زب مطلع کہتے ہیں۔ اردو میں شاعروں نے کبھی کبھی بے مطلع غزلیں بھی کہی ہیں۔ مطلع کے لغوی معنی طلوع ہونے کے ہیں۔ یعنی اس شعر کے ذریعے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ غزل کی بحر کیا ہوگی، اس کے قافیے اور ردیف کیا ہوں گے۔

مطلع کے بعد کے غزل کے تمام اشعار میں پہلا مصرع قافیے کا پابند نہیں رہتا لیکن سارے ثانی مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر غزلیں مردف یعنی ردیف رکھتی ہیں۔ یہ غزل کے حسن اور آہنگ کو بڑھاتا ہے۔ لیکن غزل کی ہیئت کا بنیادی رکن نہیں۔ اردو میں بغیر ردیف کی غزلیں زیادہ ہیں۔ غزل کا آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ یہ بھی غزل کا بنیادی رکن نہیں۔ شاعر عموماً اپنا تخلص مقطع میں لاتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی ضروری نہیں، کیونکہ تخلص مطلع یا کسی اور شعر میں بھی لایا جاسکتا ہے۔ غزل میں عموماً اشعار کی تعداد کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بہ تعداد غیر معین ہے، لیکن مستحسن پچیس (۲۵) سے کم ہے۔ غزل میں اشعار کی تعداد طاق مستحسن ہے، لیکن اس پر پابندی نہیں۔ غزل میں جو شعر سب سے اچھا اور عمدہ ہوتا ہے اس کو شاہ بیت، بیت الغزل یا حامل غزل کہتے ہیں۔ غزل کسی بھی مروجہ بحر میں کہی جاسکتی ہے۔ غزل کا ہر شعر مضمون اور خیال کا مکمل واحد ہوتا ہے، یعنی پوری داستان اور پورا خیال صرف دو ہی مصرعوں

میں ادا کیا جاتا ہے اور ایک شعر سے دوسرے شعر کو کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ اگرچہ مختلف اشعار خیال کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں لیکن بحر، قافیہ اور ردیف کی وجہ سے آپہنگ میں متفق رہتے ہیں۔

غزل دراصل سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ غزل میں شاعر تشبیہات، استعارات، مجاز، مرسل، کنایات اور صنائع و بدائع کا کثرت سے استعمال کرتا ہے۔

جدید دور میں نظموں کے رواج نے غزل مسلسل کی بنیاد ڈالی۔ یہ بھی غزل ہی کے زمرے میں شمار ہوتی ہے اور تمام لوازمات غزل سے ہمکنار ہونے کے ساتھ ساتھ تسلسل خیال کی حامل رہتی ہے۔

(۲) رباعی (Quatrain)

رباعی کے لغوی معنی ”چار چار“ کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسی نظم کو کہتے ہیں جو چار مصرعوں پر مشتمل ہو اور بحر ہزج کے چوبیس (۲۴) اوزان پر لکھی جائے۔ رباعی ایرانیوں کی ایجاد ہے۔ رباعی کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع میں قافیہ کا ہونا ضروری ہے۔ تیسرے مصرعے میں قافیہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو خفی کہتے ہیں۔ چنانچہ اگر رباعی میں چاروں مصرعے قافیہ رکھتے ہوں تو اس رباعی کو غیر خفی کہتے ہیں۔ قدیم کتابوں میں رباعی کو ”ترانہ“ ”دو بیتی“ اور ”چار مصرع“ بھی کہا گیا ہے لیکن فارسی کے مشہور عروض دان ذاکر نائل خان لری نے اپنی کتاب ”وزن شعر فارسی“ میں تفصیل کے ساتھ ان کے فرق کو واضح کیا جو اس گفتگو کے بیان سے خارج ہے چنانچہ اسے صرف رباعی ہی کہنا صحیح ہے۔

رباعی فارسی اور اردو شاعری میں سب سے چھوٹی، مکمل نظم ہے جس میں عموماً اخلاقی، فکری، تصوفی اور فلسفیانہ مسائل پر گفتگو ہوتی ہے۔ رباعی شاعری کی کٹر صنف ہے۔ رباعی کے پہلے تین مصرعوں میں خیال کا تسلسل اور چوتھے مصرعے میں خیال کی تکمیل ہوتی ہے۔ غزل کی طرح سے رباعی بھی مردف اور غیر مردف ہو سکتی ہے۔ رباعی میر انیس:

سے گھر اپنا اجاڑ کر بسایا تجھ کو ڈھانپا جو کفن منہ نہ دکھایا تجھ کو
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤں اے قبر میں نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھ کو

(۳) مثنوی

مثنوی کے لغوی معنی ”دو دو“ کے ہیں۔ اصطلاح میں مثنوی اس نظم کو کہتے ہیں جس کے تمام اشعار تو ایک بحر میں ہوں لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں۔ یہاں ہر شعر کا قافیہ پچھلے شعر کے قافیہ سے مختلف ہوتا ہے۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔ مثلاً مولانا روم کی مثنوی چھبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ عموماً مثنوی کے اشعار بغیر ردیف کے ہوتے ہیں۔

فارسی مثنویاں عموماً پانچ اوزان میں لکھی گئی ہیں جن کو اوزان پنجگانہ کہتے ہیں جو بحر ہزج رمل، سری، خفیف اور متقارب کے اوزان پر کہی گئی ہیں۔ نظامی نے پانچ مثنویاں جنہیں ”خمسہ نظامی“ کہتے ہیں اور جامی نے سات مثنویات جنہیں ”ہفت اورنگ“ کہتے ہیں۔ انھی پانچ بحرؤں میں لکھی تھیں۔ امیر خسرو کی وہ مثنویات جو ”خمسہ نظامی“ کے جواب میں ہیں، انھی بحرؤں پر ہیں، لیکن دوسری مثنویات میں خسرو نے اپنی فطرت کے مطابق اجتہاد کیا ہے۔ مثنویوں میں عشقیہ، تصوفی، بزم اور رزم کے مضامین نظم ہوتے رہے ہیں۔ بعض علمائے ادب نے بتایا ہے کہ بحر ہزج عشق کے لیے، بحر رمل اور سری تصوف اور ہند کے لیے، بحر خفیف بزم اور بحر متقارب رزم و بزم کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ فارسی میں فردوسی کا ”شاهنامہ“ نظامی گنجوی کا ”خمسہ“ مولوی کی مثنوی معنوی، خسرو کی ”خمسہ مثنویات“ اور اردو میں میر حسن کی ”سحرالبیان“ اور دیاشکر نسیم کی ”گلزار نسیم“ اور نواب مرزا شوق کی مثنوی ”زہر عشق“ قدیم کلاسیکی مثنویاں ہیں۔ علامہ اقبال کی اغلب مثنویات مثنوی معنوی کی بحر رمل مسدس میں ہیں۔

(۴) مصرع (Hemistich)

مصرع کے لغوی معنی کوڑا یا دروازے کے ہیں۔ اصطلاح میں مصرع نصف شعر یا نصف بیت کو کہتے ہیں۔ جس طرح ایک دروازے میں دو کوڑے ہوتے ہیں، اسی طرح ایک شعر میں دو مصرعے ہوتے ہیں۔ شعر کے پہلے مصرعے کو مصرع اول اور دوسرے کو مصرع ثانی کہتے ہیں۔ مصرع کو علامت ”ع“ سے ظاہر کرتے ہیں۔

ع برہنہ حرف تکلفتن ہنر گویا بیت (اقبال)

(۵) فرد (Single)

اس کو شعر یا بیت بھی کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی تنہا اور اکیلے کے ہیں۔ اصطلاح میں فرد اس شعر کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرع ہم وزن ہوں، خواہ ان میں قافیہ ہو یا نہ ہو۔ فرد وہ شعر ہے جو تنہا کہا گیا ہو جبکہ بیت کسی بھی صنف کا شعر ہو سکتا ہے۔

فرد کی مثال ع میری زباں سے مدح کہاں اس کی ہو سکے
توصیف میں ہے جس کی زبان قلم، قلم

اگر فرد کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو تو اسے مطلع کہتے ہیں۔

(۶) قطعہ (Fragment)

قطعہ کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں۔ اصطلاح میں قطعہ ان اشعار کو کہتے ہیں جن کے پہلے کسی

مصرعے میں قافیہ نہ ہو اور آخری تمام مصرعوں میں قافیہ ہو۔ قطعہ میں کسی قسم کا مضمون نظم ہو سکتا ہے۔ اس میں کم از کم دو شعر اور زیادہ سے زیادہ اشعار کی تعداد معین نہیں۔ قطعہ میں ایک ہی مضمون یا خیال کا تسلسل ہوتا ہے۔ قطعہ کسی بھی وزن میں لکھا جاسکتا ہے۔ قطعہ مستقل یا کسی غزل کا حصہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کسی غزل کے درمیان تسلسل خیال کی وجہ سے قطعہ آجائے تو اسے ”ق“ کی علامات سے درمیان اشعار ظاہر کرتے ہیں۔

مثال ع مری قدر کر اے زمین سخن تجھے بات میں آساں کر دیا
سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر مگر پلہ ہم نے گراں کر دیا (انہیں)

(۷) ترکیب بند

اس نظم کو کہتے ہیں جس میں غزل یا قصیدے کی ہیئت میں کم از کم پانچ یا زیادہ سے زیادہ بندرہ اشعار ہوں۔ ان اشعار کے بعد ایک شعر جو ای بحر میں ہوتا ہے کسی دوسرے قافیے میں لایا جائے اور اس طرح ایک بند تشکیل دیا جائے اور کئی بندوں پر مشتمل نظم لکھی جائے۔
مثال ترکیب بند

ترکیب بند میں بعض شعرا نے دوسری صنعتیں بھی استعمال کی ہیں جیسے قدیم مشہور مرثیہ گو مرزا پناہ علی بیگ افسردہ نے اس مرثیے کو ترکیب بند مشن میں لکھا۔ یہ مرثیہ تین زبانوں میں ہے اور اس میں دو بحریں ہیں۔ پہلے کے چار مصرعے اردو میں ہیں، چھٹا اور ساتواں مصرع فارسی، میں آخری ساتواں اور آٹھواں مصرع ہندی میں ہے۔

ع مقید کر کے زین العابدین کو لے چلے جس دم گلے میں طوق تھا باہم قدم زنجیر سے باہم
نظر آئی اسے اک سرو پر قمری بہ چشم نم کہا عابد نے یہ قمری! تجھے کس بات کا ہے غم
تو از سنجاب داری طوق من از آہن قمری پیس طوق تو سنگین است یا طوق من قمری
تجھ کل سیلے بال کے اور روکھ کے بیٹھی چھاؤں
میں پہنے اس طوق کو دھوپ میں جاؤں پاؤں

(۸) ترجیع بند

ترجیع کے لغوی معنی ”لوثانا“ ہیں۔ اصطلاح میں ترجیع بند اس نظم کو کہتے ہیں جن میں غزل یا قصیدے کی طرح اشعار ہوں اور ہر بند کے آخر میں ایک مخصوص شعر یا بعض اوقات صرف ایک ہی

مصرع بار بار آئے۔ ترجیح بند میں جو ٹیپ کا شعر ہوتا ہے وہ پہلے بند کا ٹیپ کا شعر ہی ہوتا ہے جو دہرایا جاتا ہے۔ ہر بند میں اشعار کی تعداد یکساں ہوتی ہے۔ ہر بند میں اشعار عموماً پانچ سے پندرہ تک ہوتے ہیں لیکن بندوں کی تعداد معین نہیں ہوتی۔

(۹) مستزاد

اس کے لغوی معنی ہیں ”زائد کیا گیا“۔ اس میں عموماً غزل یا رباعی کے مصرعوں میں رکن یا ارکان کا اضافہ کرتے ہیں جو اسی بحر کا جزو ہوتا ہے۔ مستزاد کسی بھی بحر یا وزن میں کیا جاسکتا ہے۔

مثال ع جو کچھ تیرے ہاتھوں سے ہوا مجھ پہ ستم ہے سب میں نے سہا ہے
میں منہ سے نہیں کہنے کا جب تک مرادم ہے بس صبر کیا ہے

مستزاد رباعی میر :

ع کیا کیا آتی ہے اپنے جی میں لیکن کیا کہیے کہ آہ
محراب میں سر مارے کب تک تجھ بن غم ہے جاں کاہ
تو مست گزارہ ہووے غیروں کی جا چھپ چھپ کر رات
ہم پھیرتے تسبیح پھریں سارے دن سبحان اللہ!

۱۰۔ مسط

مسط کے لغوی معنی موتیوں کی لڑی یا موتیوں کو لڑیوں میں پرونا ہے۔ اصطلاحی معنی میں یہ وہ نظم ہے کہ جس کے ایک بند میں چند مصرعے ایک ہی وزن اور قافیہ میں لکھے جائیں پھر دوسرے بند کا آخری مصرع اسی پہلے قافیہ پر آتا رہے۔ باقی مصرعوں میں قافیہ دوسرے ہوں۔ مسط کی آٹھ قسمیں ہیں:

(الف) مثلث

اس کو لغت میں تکوئیہ بھی کہتے ہیں۔ مثلث وہ نظم ہے جس میں تین مصرعے ہوں۔ اس میں پہلے دو مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ تینوں مصرعے ایک ہی بحر میں ہونے چاہئیں۔ اس قسم میں شعرائے معتقدین اور شعرائے متوسطین نے فارسی کی ایک بیت پر اردو یا فارسی کا تیسرا مصرع لگا کر مثلث بنایا ہے۔

جدید تین مصرعوں والی نظم ثلاثی مثلث سے مختلف ہے جس کا ذکر آگے ہوگا۔ مثلث میر تقی میر نے ایجاد کیا ہے۔ شعر:

ع یوسف کا حسن قصہ پارینہ ہو گیا دل اس کے عکس نور سے آئینہ ہو گیا
 قامت نے اس کی فتنہ محشر جگا دیا
 میر نے اہلی شیرازی کے فارسی شعر پر مصرع لگا کر مثلث تیار کیا۔ شعر:
 ع امروز یقین شد کہ نداری سر اہلی بی چارہ ی زلف تو بدل داشت گماں یا
 کل تک تو فریبندہ ملاقات تھی پہلی
 میر کی ایک اور مثلث دیکھیے۔ شعر:

ع ناقہ را میر اند لیلی سوئے خلوت گاہ ناز سارباں در رہ حدی منخواند و مجنوں می گریست
 کیا کہوں میں عاشق و معشوق کا راز و نیاز

(ب) مربع

لغت میں چار ضلعی حالت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں جس کے چار مصرعے
 ہوں اور چاروں ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں۔ ایک زمانے تک مرثیہ اسی ہیئت میں تھا۔ شعر:
 ع جو اے قاصد وہ پوچھے میر بھی ادھر کو چلتا ہے تو کہو جب چلا تھا میں تب اس کا دم نکلتا تھا
 سماں افسوس! بے تاب سے تھا کل قتل میں میرے تڑپتا تھا ادھر میں یار ادھر ہاتھوں کو ملتا ہے
 نواب درگاہ قلی خان متوفی (۱۱۶۸ھ ہجری)

شعر ع کہیں فریاد کر خاتون جنت خداوند ہوئی ہے کیا مصیبت
 تڑپتی خاک میں احمد کی عزت قیامت ہے قیامت ہے قیامت
 مربع آج کل مروج نہیں ہے لیکن متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے پاس اس کی مثالیں موجود ہیں۔
 رثائی شاعری میں اس قسم کی نظم کو زیادہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ مرثیے پہلے پہل مربع ہیئت میں بھی کہے
 گئے ہیں۔

(ج) مخمس

لغت میں مخمس اس چیز کو کہتے ہیں جس کے پانچ پہلو ہوں۔ اصطلاح شعر میں مخمس پانچ
 مصرعوں والی نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند کا پانچواں مصرع پہلے بند کے آخری مصرع کا ہم قافیہ ہو۔
 مثال:

کسی مشاعرے میں مرزا عظیم بیگ کی غزل کو سن کر آنتا نے مشہور مخمس کہا تھا:

ع گرتو مشاعرہ میں صبا آج کل چلے کہو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
 اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے
 بحر جز میں ڈال کے بحر مل چلے
 مرزا عظیم بیگ کیونکہ تازہ وارد تھے اس لیے محسوس میں انشا کا جواب دیا۔
 موزونی اور معانی میں پایا نہ تم نے فرق تبدیل بحر سے ہوئے بحر خوشی میں غرق
 روشن ہے مثل مہر یہ از غرب تا بہ شرق شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
 وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

(د) مسدس

نعت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے چھ پہلو ہوں۔ اصلاح میں ایسی نظم ہے جس میں چھ
 مصرعوں کا ایک بند ہوتا ہے۔ عموماً بند کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن آخری دو مصرعوں کا
 قافیہ جدا ہوتا ہے۔ پہلے بند میں چھ کے چھ مصرعے ہم قافیہ ہو سکتے ہیں۔ اگر آخری دو مصرعوں کو ہر بند کے
 آخر میں دہرایا جائے تو اسے ترجیع بند مسدس کہتے ہیں۔ اردو ادب کا شعری ذخیرہ سب سے زیادہ
 مسدس کی شکل میں ہے۔ مرثیہ نگاری نے مسدس کے ذریعہ لاکھوں اشعار اردو کے دامن میں بھر دیے۔
 مثال:

ہے کجی عیب مگر حسن ہے ابرو کے لیے سرمہ زیبا ہے فقط نرگس جادو کے لیے
 تیرگی بد ہے مگر نیک ہے گیسو کے لیے زیب ہے خال سیاہ چہرہ گل رو کے لیے
 داند آں کس کہ فصاحت بہ کلامی دارد
 ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی دارد (انیس)

(ه) مسجع

اس نظم میں ہر بند سات مصرعوں سے بنتا ہے۔ پہلے بند میں ساتوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے
 ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے چھ مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن ساتواں مصرعہ پہلے بند کے مصرعوں
 کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

(و) مضمّن

اس نظم میں ہر بند میں آٹھ مصرعے ہوتے ہیں۔ پہلے بند میں آٹھوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے
 ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے سات مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن آٹھواں مصرعہ پہلے بند کے
 مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

(ز) مشع

اس نظم میں ہر بند نو مصرعوں سے بنتا ہے۔ پہلے بند میں نو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے آٹھ مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن نواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

(ح) معشر

اس نظم میں ہر بند دس مصرعوں سے بنتا ہے۔ پہلے بند میں دس مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے نو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن دسواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اس میں سارا بند آٹھ مصرعوں کے بعد ایک بیت کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔ اردو میں مسط کی قسموں میں مثلث، مخمس اور مسدس کے سوا دوسری قسموں میں بہت کم اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۱۱) سانیٹ

یہ نظم اردو میں داخل کی گئی انگریزی نظم کی ایک قسم ہے۔ انگریزی میں سانیٹ صرف آٹھ کئی پینٹامیٹر بحر میں کہی جاتی ہے۔ اس انگریزی بحر کا وزن عروض میں ”مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن“ ہوتا ہے جو اردو سانیٹ کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لیے وہ کسی بھی بحر میں کہی جاسکتی ہے۔ اس نظم میں صرف چودہ مصرعے ہوتے ہیں جس کو دو بندوں میں لکھا جاتا ہے۔ پہلا بند آٹھ مصرعوں اور دوسرا چھ مصرعوں کا، یعنی پہلا بند مشمن اور دوسرا مسدس ہوتا ہے۔ پہلا ایک مصرع پہلے ردیف اور قافیہ کا ہم وزن اسی بحر میں لکھ کر بند مکمل کرتے ہیں۔ جب تین بند اس طرح ہو جاتے ہیں تو آخر میں ایک مطلع کسی دوسرے ردیف اور قافیہ میں لکھ کر نظم ختم کر دیتے ہیں۔ ضیا:۔
ع وہ دیکھو بہر ہا ہے آب جمنائے کس روانی سے

نسیم صبح سے اس میں ترنم آشکارہ ہے
کہ موسیقی ہوا میں اور ہر منظر میں نغمہ ہے
یہ لہروں نے چرائی ہے ادا کس کی جوانی سے
چلی آتی ہے کم سن دیویاں اشران کرنے کو
اسی جوش مسرت میں یہ لہریں جوش ماریں گی
اسی دھن میں یہ سب پر کیف اک نغمہ الایں گی

وہ گویا ساز میں آتی ہیں اپنا سوز بھرنے کو

(۱۲) نظم (poem)

نظم کی ایک اور قسم خود نظم ہے۔ جس میں کسی قسم کی اشعار یا بند کی پابندی نہیں ہے۔ یہ نظم کسی خاص موضوع پر ہوتی ہے اور شاعر اس نظم کو عنوان بھی دیتا ہے۔ اس میں پہلے شعر کے دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ ہونے کی بھی پابندی نہیں ہے۔

بیسویں صدی میں نظم نے اردو اور فارسی زبان میں بڑی ترقی کی ہے۔ اس میں موضوع کی وضاحت چونکہ سلسلہ وار طریقے پر کی جاتی ہے اور اس کا ہر شعر دوسرے شعر سے بندھا ہوا ہوتا ہے اس لیے لکھنے والا اور سننے والا دونوں سیر ہو جاتے ہیں اور موضوع میں تشنگی باقی نہیں رہتی۔ اس کے برخلاف چونکہ غزل میں صرف ایک ہی شعر میں ساری چیزوں کو بیان کرنا پڑتا ہے اور بہر حال ہر شاعر کے لیے لامحدود جذبات کی ترجمانی محدود لفظوں میں کرنا ممکن بھی نہیں ہوتا، اس لیے غزل کہنا اور اچھی غزل کہنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں نظموں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اس کی ترقی کا یہ بھی راز ہو سکتا ہے۔ فیض احمد فیض :

انجام

ہیں لبریز آہوں سے ٹھنڈی ہوائیں
اداسی میں ڈوبی ہوئی ہیں گھٹائیں
محبت کی دنیا پہ شام آ چکی ہے
سیہ پوش ہیں زندگی کی فضا میں
مچلتی ہیں سینے میں لاکھ آرزوئیں
ترپتی ہیں آنکھوں میں لاکھ التجائیں
تغافل کے آغوش میں سو رہے ہیں
تمہارے ستم اور میری وفائیں
مگر پھر بھی اے میرے معصوم قاتل
تمہیں پیار کرتی ہیں میری دعائیں

(۱۳) نظم معریٰ Blank Verse

یہ نظم اردو ادب میں بیسویں صدی کی ایجاد ہے۔ انگریزی زبان میں یہ نظم آئبک پنٹامیٹر بحر میں لکھی جاتی ہے جو بے قافیہ بھی ہوتی ہے۔ اردو میں اس کو کسی بھی بحر میں لکھ سکتے ہیں۔ اس میں ہر مصرع کا قافیہ جدا

ہوتا ہے، یا کسی مصرعے یا شعر میں اصلاً قافیہ بھی نہیں ہوتا۔ نظم معرّی میں مصرعوں کے ارکان کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ مثال:

بے چین ہوں بے کیف ہوں	کیوں مجھ پہ رحم آتا نہیں
اے ساقیا! اے مطربہ!	ڈھال اور اپنا ساز چھیڑ
کب تک ہجوم رنج و غم	کب تک یہ تشنہ کامیاں
تو مست ہے میں بے قرار	تو شاد میں اندوہ گیس
للہ مجھ پر رحم کر	برسا دے نغموں کی شراب

(۱۴) نظم آزاد

اس نظم کو جدید نظم یا نثر موزوں بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ نظم ایک ہی بحر میں کہی جاتی ہے لیکن اس میں ارکان بحر کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ کہیں مصرع چھوٹا تو کہیں بڑا ہوتا ہے۔ اس نظم میں قافیہ ردیف اور ارکان بحر کی تعداد معین نہیں۔ مصرعوں کی طوالت نظم کے جذبوں کی نوعیت اور کیفیت کے مطابق ہوتی ہے۔ آزاد نظم کا مبداء دنیا، ادب میں فرانس کا انقلاب قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اس نظم میں علم عروض کے قوانین کا لحاظ نہیں ہوتا، اس لیے اس کو عروض کے بموجب شعر نہیں کہہ سکتے۔ شاید اسی لیے اس کو نثر موزوں بھی کہتے ہیں۔ اس نظم میں بحر کی روانی اور الفاظ کے اندر چھپی ہوئی ذاتی غنائیت سے فائدہ اٹھا کر موضوع کو بیان کیا جاتا ہے۔

حسن مطلق

سید تقی عابدی

حسن کہتے ہیں کے	حسن جب شعر میں ڈھلتا ہے غزل بنتا ہے
حسن کہاں رہتا ہے	حسن مزدور، زمیندار کا پھل بنتا ہے
حسن کیوں عشق کے پہلو میں جواں رہتا ہے	حسن ممتاز کبھی تاج محل بنتا ہے
حسن کا راستہ کیا سب سے جدا ہوتا ہے؟	حسن ہے چاندنی اور حسن ہے جنگل کا ہرن
حسن کیوں حسن پرستوں کا خدا ہوتا ہے؟	حسن ہے راگنی اور حسن ہے سورج کی کرن
حسن کو ڈھونڈنے نکلا ہوں، خدا خیر کرے!	حسن کی لہر میں رہتی ہے پرندوں کی تھکن
ہے جو ہمت تو مرے ساتھ کوئی سیر کرے	حسن ہے چودھویں کا چاند، کہیں چاند گرہن
حسن سے دیکھو تو ہر چیز حسیں ہوتی ہے	حسن جب آنکھ میں بس جائے تو بینائی ہے
حسن سے ہٹ کر ہر اک چیز اثر کھوتی ہے	حسن جب لے میں سا جائے تو شہنائی ہے

حسن احساس میں رہتا ہے، جوانی میں نہیں
نشر ہے خون میں، انگور کے پانی میں نہیں
درد الفاظ میں ہوتا ہے، کہانی میں نہیں
ہم ہی چلتے ہیں یہاں، وقت روانی میں نہیں
حسن جب جھیل میں پلتا ہے، کنول بنتا ہے
حسن صورت میں ہے سیرت میں ہے گفتار میں ہے
حسن افکار میں، اطوار میں، رفتار میں ہے
حسن آداب میں، اخلاق میں، کردار میں ہے
حسن اقرار میں، نکرار میں، اصرار میں ہے
حسن تحریر میں، تقریر میں، اشعار میں ہے
حسن مٹی میں ہے آتش میں ہے انوار میں ہے
حسن یاروں میں ہے اپنوں میں ہے اغیار میں ہے
حسن پھولوں میں کبھی ہے تو کہیں خار میں ہے
حسن شکوہ میں کبھی ہے تو کبھی پیار میں ہے
حسن ہے جیت میں اور حسن کبھی ہار میں ہے
حسن تصویر میں، تنویر میں، تقدیر میں ہے
حسن تعریف میں، تحلیل میں، تفسیر میں ہے
حسن بچوں میں، جوانوں میں، کہیں پیر میں ہے
لب شیریں رخ لیلیٰ میں، کف ہیر میں ہے
حسن الفاظ میں، آواز میں اور ساز میں ہے
حسن معشوق کے انداز میں ہے اور ناز میں ہے
حسن ظاہر میں ہے باطن میں ہے اور راز میں ہے
حسن طبلے میں ہے، ٹھمری میں ہے اور جاز میں ہے
حسن ساحل پہ ہے دریا میں ہے طوفان میں ہے
حسن حکمت میں ہے دانش میں ہے برہان میں ہے

☆ ☆ ☆ ☆

(۱۵) ساقی نامہ

فارسی اور اردو شاعری میں یہ ایک اہم موضوع رہا ہے۔ آج سے کوئی چار سو سال قبل ملا ابنی

قزوینی نے ”تذکرہ میخانہ“ کے نام سے ایک عمدہ تالیف کی جس میں شیخ نظامی سے لے کر درویش جاوید تک یعنی ۵۴۰ ہجری سے ۱۰۷۰ ہجری تک کے معروف فارسی شعرا کے ساقی نامے جمع کیے۔ یہ اشعار مثنوی، غزل، قطعات، مسدس، رباعی، ترجیع و ترکیب بند یعنی تقریباً ہر ہیئت سخن میں نظم کیے گئے۔ سیدستانی احوالی کے ترجیع بند سے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں:۔

رع ساقی بدہ آن بادہ کہ غارت گرھوش ست چون عشق کلید در دل های نموش ست
نے شیرہ انگور و نہ نہ جرعه منصور آن بادہ کہ یک قطرہ از ان چشمہ نوش ست
زان بادہ کہ جاش بکف ساقی کوثر چون ابر کرم خندہ زن و جلوہ فروش ست
ساقی بشکن جام کہ مادوست پرستیم
از جام مئے مھر علی و الہ مستیم

ساقی نامے یوں تو اردو میں مقدمین شعرا سے ہمیں ملتے ہیں لیکن میر انیس کے نواسے اور مرزا اس کے پوتے سید مصطفیٰ مرزا عرف پیارے صاحب رشید اردو شاعری میں ساقی نامہ کے حوالے سے ہمیشہ یاد کئے جاتے رہیں گے۔ رشید صاحب نے مرثیے کے چہرے کو ساقی ناموں سے زینت دے کر مرثیہ گوئی میں تنوع پیدا کیا۔ اگرچہ بعض مرثیوں میں بہار اور ساقی نامے اتنی شدت سے لکھے گئے کہ ان کی مخالفت کی گئی۔ تاریخ مرثیہ گوئی میں حامد حسن قادری کا کہنا بجا ہے کہ بہار اور ساقی نامے کے بند بھنی دیر پڑے جاتے ہیں، مجلس مجلس اور مرثیہ مرثیہ نہیں رہتا۔ شاد عظیم آبادی نے ساقی نامے اور بہاریہ مضامین سے تنگ آکر فرمایا تھا:۔

جب دشت ماریہ میں خزاں ہو گئی بہار مر جھائے پھول، گر گئے شاخوں سے برگ و بار
بے آب خشک ہو گیا زہرا کا لالہ زار بچوں میں العطش کی رہی تین دن پکار
باقی نہ جان تھی نہ لہو جسم زار میں
کیسی بہار؟ آگ لگا دوں بہار میں

بہر حال چونکہ یہ بحث ہمارے عنوان سے خارج ہے۔ ہم صرف یہ کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں کہ ساقی نامے اردو شاعری کی مستانہ چال ہے جس میں ناز خرام کے علاوہ ندرت کلام ہے۔ میر ضمیر کے شاگرد مشیر لکھنوی کے مرثیے کا ایک بند ساقی نامے کے ذیل میں بہت شہرت رکھتا ہے:۔

تو اپنے ایک جام پہ نازاں ہے ساقیا چودہ پلانے والے ہیں پروا ہے مجھ کو کیا
بتلائے دیتا ہوں تجھے میخانوں کا پتا بطحا و کاظمین و خراسان و سامرا

خورشید مدعا مرا برج شرف میں ہے
اک کر بلا میں اک مر ساقی نجف میں ہے

(۱۶) نظممانے

یہ جدید اردو نظم کی ایجاد ہے جس کا سہرا پاکستان کے مشہور صحافی اور شاعر محسن بھوپالی کے سر ہے۔ اگرچہ یہ مختصر نظم بھی کسی بحر کے رکن کے وزن میں ہوتی ہے لیکن یہاں ہر مصرع ایک یا دو ارکان پر مشتمل ہوتا ہے جیسا کہ جناب محسن بھوپالی کی نظم ”سات آسمان“ سے ظاہر ہے۔

خیر	فعولن	(ایک رکنی مصرع)
تو ہم	“	“
تخیل	“	“
تصور	“	“
تجسس	“	“
تیقن	“	“
خدا	“	“

(۱۷) پنتون Pantun

یہ بھی جدید اردو نظم کی ایجاد ہے جس کا سہرا پاکستان کے مشہور شاعر جناب ضمیر جعفری کے سر ہے۔ پنتون انڈونیشیا اور ملائیشیا میں شاعری کے اظہار خیال کی صنف کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا قطعہ ہوتا ہے جس کا پہلا اور چوتھا مصرع اور دوسرا اور تیسرا مصرع آپس میں ہم قافیہ ہوتا ہے۔

ضمیر جعفری کا پنتون دیکھیے:

بعد مدت آج بنت عم تری یاد آ گئی جیسے گھر جاے اچانک بانس کے جنگل میں آگ
جیسے مایوسی میں لب پر دفعتاً آ جائے راگ یا کوئی مچھلی سنہری دھوپ میں لہرا گئی

(۱۸) ہائیکو

اس کو ہا کو بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی جدید اردو نظم کی ایجاد ہے۔ ہائیکو کا اردو ادب میں تقریباً تیس (۳۰) سال سے چرچا ہے۔ ہائیکو دراصل جاپان میں مقبول ترین صنف سخن ہے۔ اختصار اس نظم کا مزاج ہے۔ ہائیکو بھی تین مصرعوں کی مختصر نظم ہے۔ ہائیکو کے صوتی آہنگ کا نظام اردو میں بحر متقارب کے ارکان کے مطابق ہے۔ اس نظم میں اوزان کی پابندی سختی سے کی جاتی ہے۔ ہائیکو میں تین مصرعے ہوتے ہیں وہ بھی قافیوں سے آزاد۔ پہلا اور تیسرا مصرع پانچ ہجائی اور دوسرا مصرع سات ہجائی ہوتا ہے۔ اس کو عروضی ارکان میں اس طرح ظاہر کر سکتے ہیں:

(۱) پہلا مصرع فعلن فعلن فع ۵ ہجائی

118

(۲) دوسرا مصرع فعلن فعلن فعلن ۷ بجائی
(۳) تیسرا مصرع فعلن فعلن فعلن ۵ بجائی

حمایت علی شاعر:۔

عجیب سی یہ رات ہے
گزر رہی ہے اور اس کے دوش پر
جنازہ حیات ہے

آدا جعفری:۔

بس آج رو برو نہ ہو
شکستہ آئینوں کے زخمِ زخمِ عکس میں
خدا کرے کہ تو نہ ہو

پیرزادہ قاسم:۔

لمحے بھر کا ماتم ہے
نغمہ کارِ بلبل کو اک نہ کٹنے والا دن
ہے مگر بہت کم ہے

(۱۹) ثلثی

اس کو سرِ حرنی بھی کہتے ہیں۔ اس کا چرچہ اردو ادب میں ہائیکو سے قبل ملتا ہے۔ اس کی ایجاد کا
سہرا پاکستان کے حمایت علی شاعر کے سر ہے۔

(۲۰) ٹرایولٹ

اس کو ترائیلے بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک آٹھ مصرعوں کا بند ہوتا ہے جس میں صرف دو قافیوں کی
تکرار ہوتی ہے۔ ٹرایولٹ کا مبداء فرانسیسی ہے۔ یہ نظم اردو میں مقبول نہیں ہوئی لیکن بہر حال کچھ نظمیں
اس ہیئت میں بھی نظر آتی ہیں۔

(۲۱) تضمین

اس میں شاعر اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے کسی مصرعے یا شعر پر مصرع یا شعر لگاتا ہے۔
تضمین کا حسن یہ ہے کہ اس سے کوئی نیاز و ریائے معنی پیدا ہوں۔

(۲۲) تخمیس

یہاں شاعر غزل یا نظم کے ہر شعر پر تین تین مصرعے لگاتا ہے۔

اصناف موضوعی

اس گروپ میں وہ اصناف شامل ہیں جن کی شناخت اپنے خاص موضوع کی بنا پر ہوتی ہے۔

(۱) مرثیہ

مرثیہ لفظ ”رثی“ سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی مرنے والے پر رونا اور اپنے جذبات کا اظہار کرنا ہے۔ اردو اصطلاح میں مرثیے کے عام معنی شہدائے کربلا، ائمہ معصومین کی شہادت اور ان کے واقعات کا منظوم ذکر قرار پاتا ہے۔ چنانچہ بعض مرثی، جو دوسری شخصیتوں کے لیے لکھے گئے، ان کو ”شخصی مرثیے“ کہتے ہیں۔ اردو میں گزشتہ دو سو سال سے مرثیے مسدس کی ہیئت میں لکھے جا رہے ہیں۔ اگرچہ ابتدا میں یہ ہیئت مخصوص نہ تھی بلکہ مرثیے مربع، خمس، مثنوی، ترکیب و ترجیع بند اور قطعوں کی شکل میں لکھے جاتے تھے۔ مسدس کی ہیئت تقریباً ایک سو اسی (۱۸۰) سال قبل میر ضمیر اور ان کے ہم عصروں میر خلیق، مرزا فصیح اور دیگر نے مختص کی۔ اسی لیے تو میر ضمیر، جو مرزا دبیر کے استاد تھے، فرماتے ہیں:۔

دس میں کہوں سو میں کہوں، یہ ورد ہے میرا

جو بھی کہے اس طرز میں، شاگرد ہے میرا

یہ بھی سچ ہے کہ میر ضمیر سے بہت پہلے احمد دکنی نے مسدس کی ہیئت ہی میں مرثیے لکھے۔

مرثیے کے نواجز اے ترکیبی ہیں:

(۱) چہرہ (۲) ماجرا (۳) سراپا (۴) رخصت (۵) آمد (۶) رجز (۷) جنگ (۸) شہادت (۹)

مین

اگرچہ مرثیہ نگاری کے لیے ان اجزاء ترکیبی کا ہونا ضروری نہیں لیکن مرثیہ نگاری کے آفتاب و مہتاب

میر انیس اور مرزا دیر کے مرثیوں میں عموماً یہی ترتیب اور ترکیب نظر آتی ہے۔
(مضمون کی طوالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم مثال پیش نہیں کریں گے)

(۲) واسوخت

واسوخت کا لفظ واسوختن سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی عاشق کا معشوق سے منہ کو موڑنا ہے۔ اصطلاح میں واسوخت اس نظم کو کہتے ہیں جس میں عاشق، محبوب کی متلون مزاجی، ہرجائی پن اور بے وفائی کو دیکھ کر اس سے محبت ترک کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔ چنانچہ محبوب سر اسیمہ ہو کر قول و اقرار کرتا ہے اور اس طرح پھر عاشق و معشوق ایک جا ہو جاتے ہیں۔ اردو ادب میں واسوخت پہلے ترکیب بند ہیئت میں لکھے جاتے ہیں لیکن بعد میں مسدس اور دوسری میٹروں میں لکھے جانے لگے۔

(۳) شہر آشوب

آشوب کے لغوی معنی تباہی اور بربادی کے ہیں۔ اس نظم میں شہر یا کسی عہد یا کسی قوم کی بربادیوں، تباہ کاریوں کا ذکر بڑے درد مند طریقے سے کیا جاتا ہے۔ جنگ کی تباہیوں، ظالم حکمرانوں کے قتل و غارت کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ شہر آشوب کی کوئی خاص ہیئت نہیں رکھی گئی لیکن بعض مشہور شہر آشوب، جس میں نظیر اکبر آبادی کا شہر آشوب شامل ہے مسدس ہیئت میں نظر آتے ہیں۔

(۴) حمد

حمد کے لغوی معنی خدا کی تعریف ہے۔ چنانچہ وہ اشعار جو خدا کی شان میں نظم کیے جائیں حمد کہلاتے ہیں۔ حمد کی کوئی ہیئت نہیں ہوتی۔ یہ پوری نظم بھی ہو سکتی ہے یا کسی نظم کے کچھ اشعار پر مشتمل بھی ہو سکتی ہے۔ مثنوی کی روایت ہے کہ پہلے کے چند شعر حمد یہ ہوتے ہیں۔

(۵) مناجات

ایسی نظم یا ایسے اشعار کو کہتے ہیں جس میں شاعر خدا کے حضور میں دعا مانگتا ہے اور خدا کی ثنا بھی کرتا ہے۔ اس کی کوئی خاص ہیئت نہیں۔

(۶) نعت

نعت عربی لفظ ہے۔ اس لفظ کو سب سے پہلے حضرت علیؑ نے حضور اکرمؐ کی شان میں اشعار لکھ کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ اشعار یا وہ نظم جو حضور اکرمؐ کی مدح اور توصیف میں لکھی جائے، نعت ہے۔ نعت کی کوئی خاص ہیئت نہیں۔

(۷) منقبت

ایسی نظم یا ایسے اشعار جس میں آل رسول پاکؐ ائمہ کرام کی مدح و ثنا کی گئی ہو منقبت ہے۔
اس کی بھی کوئی خاص ہیئت نہیں۔

(۸) سلام

وہ نظم ہے جو عموماً شہدائے کربلا کے فضائل اور شہادت کے واقعات پر لکھی جاتی ہے۔ یہ عموماً غزل کی ہیئت میں ہوتی ہے۔ ابتدا میں سلام بھی دوسری ہیئتوں میں لکھے جاتے تھے۔ قدیم سلاموں کے مطلع میں بحرانی، بحر، سلامی یا سلام جیسے الفاظ ہوتے تھے جسے متاخرین نے ترک کر دیا۔ سلام کا مبدا سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے ہے جس میں خدا فرماتا ہے کہ خدا اور ملائکہ اس کے نبیؐ پر سلام بھیجتے ہیں۔

(۹) نوحہ

وہ نظم ہے جو عموماً غزل کی ہیئت میں لکھی جاتی ہے اور بعض اوقات مستزاد ہیئت میں ہوتی ہے تاکہ اس کے وزن پر ماتم ہو سکے۔ اس قسم کی نظم میں بین کے اشعار زیادہ ہوتے ہیں۔ بحریں عموماً غنائیت سے بھری ہوئی انتخاب کی جاتی ہیں۔

(۱۰) ہجو

وہ نظم ہے جس میں مذمت یا کسی کی زم کی جائے۔ اگرچہ ہجو قصیدہ کی ایک قسم بھی جاتی ہے لیکن یہ خود موضوعی اعتبار سے ایک جداگانہ صنف ہے۔ سودا کی مشہور ہجو ”تفہیک روزگار“ مصائب روزگار کی اچھی مثال ہے۔

(۱۱) پہیلی

اس نظم میں شاعر پہیلی بوجھنے کے لیے کچھ اشارے فراہم کرتا ہے اور پھر اس کا جواب بتانا ہے۔ بعض اوقات جواب شعر میں نہیں ہوتا۔ پہیلی معنوی پیچیدگی پر مشتمل ہوتی ہے۔ شعر میں جو خیال ہوتا ہے وہ لفظوں کے اشارے کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ مثال: امیر خسرو کی نبولی کی پہیلی
سع ترور سے اک تریا تری اس نے بہت اچھایا
باپ کا اس کے نام جو پوچھا، آدھا نام بتایا

آدھا نام پتا پر پیارا بوجھ پھیلی موری
امیر خسرو یوں کہیں: اپنے نام نبولی

(۱۲) پیروڈی

یہ انگریزی لفظ ہے جو ہماری زبان میں مستعمل ہے۔ اس کے معنی ایسی نظم ہے جس میں کسی کلام کی مضحکہ خیز نقل کی جائے۔ مشہور مزاحیہ شاعر محمود سرحدی نے علامہ اقبال کے شعر کی پیروڈی یوں کی:

ہم نے اقبال کا کہنا مانا
اور فاتحوں کے ہاتھ مرتے رہے
جھکنے والوں نے رفعتیں پائیں
ہم خودی کو بلند کرتے رہے

jabir.abbas@yahoo.com

متفرق اصناف سخن

اس میں وہ اصناف شامل ہیں جن کی شناخت، ہیئت اور موضوع پر نہیں بلکہ تاریخی، سماجی، تہذیبی اور تمدنی اقدار پر ہوتی ہے۔ اس گروپ میں ریختی، کہ مکرنی، گیت، اہمل، ڈھکوسلا، دو سخنے اور دوہے وغیرہ شامل ہیں۔

(۱) ریختی

اردو کی بہت سی اصناف سخن فارسی سے درآمد ہوئی ہیں لیکن ریختی خالص ٹھٹھہ اردو اور بھاشا سے تعلق رکھتی ہے۔ ریختی سے مراد وہ نظمیں ہیں جو عورتوں کی زبان اور ان کے لب و لہجے میں ان کی طرف سے خطاب کے انداز میں کہی گئیں۔ غزل میں عورتوں کے ناک نقشے، کنگھی چوٹی، لباس آرائش اور نجی معاملات کا ذکر نہیں ہوتا لیکن ریختی میں یہ کی بڑی حد تک پوری ہو جاتی ہے۔ ریختی میں روزمرہ اور عموماً عورتوں کے محاوروں کا ذکر ہوتا ہے۔ اس میں عشق کے بجائے جنسی ہوس کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی بھی کوئی خاص ہیئت نہیں۔ لکھنو کے مشہور ریختی گو میر جان کا سارا دیوان اسی صنف میں ہے۔

(۲) مکرنی

جسے کہ مکرنی بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی پہیلی ہے اور امیر خسرو کی ایجاد ہے۔ آج کل اردو میں استعمال نہیں لیکن بعض ہندی شعر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ اس میں کچھ پہیلی کی طرف ذکر بھی کر دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر شان الحق حقی نے ”نذر خسرو“ میں کہ مکرنی، اہمل اور ڈھکوسلے لکھے ہیں:

وہ آوے تب شادی ہوئے اس بن دوجا اور نہ کوئے
میٹھے لاگے وا کے بول اے سکھی سا جن ناسکھی ڈھول (خسرو)

(۳) گیت

گیت اردو میں ہندی سے داخل ہوا اور آج کل ہزاروں گیت ہر ہیئت میں موسیقی اور راگ میں گائے جاتے ہیں۔ گیت کا مزاج عاشقانہ ہوتا ہے۔ اس میں عموماً سلیس اور عام فہم الفاظ ہوتے ہیں جن میں ہندی الفاظ کی کثرت ہوتی ہے۔ آج کل کے دور میں فلم اور میوزک شو میں گیتوں کا رواج ہے۔

(۴) دوہے

اس کو دوہرا بھی کہتے ہیں۔ اس کے موجد بھاشا میں امیر خسرو ہیں۔ ہندی میں دوہے مقبول ہیں لیکن اردو میں دوہے لکھنے والے بہت محدود ہیں۔ مثال: آنکھوں کا مجرب نسخہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

ع دودھ پھٹکری مردہ سنگ ہلدی زیرہ ایک ایک تنگ
انفون چنا بھر مرچیں چار ارد برابر تھوٹھا ڈار
پوسٹ کے پانی پوٹی کرے ترت پیڑ نیوں کے ہرے (خسرو)

ع کچھ دن گزرے عالی صاحب عالی جی کہلاتے تھے
محفل محفل قریہ قریہ شعر سناتے جاتے تھے
دوہے کہنے اور پڑھنے کا ایسا طرز نکالا تھا
سننے والے سردھنتے تھے اور پہروں پڑھواتے تھے
(عالی)

(۵) دوہنچے

امیر خسرو کی ایجاد کہا جاتا ہے جس کو دوزبانوں کے معنی سے سمجھا جاتا ہے۔ ذیل کی مثال سے مطلب واضح ہے:

گوشت کیوں نہ کھایا ڈوم کیوں نہ گایا گلا نہ تھا
جوتا کیوں نہ پہنا سنہوسہ کیوں نہ کھایا تلا نہ تھا
انار کیوں نہ کھایا وزیر کیوں نہ رکھا دانا نہ تھا

(۶) اہل

یہ بھی امیر خسرو کی ایجاد ہے۔ یہ مختصر نظم گیت کی طرح ہوتی ہے جو چند بے جوڑ اور نامربوط چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

کھیر پکائی جتن سے چرند دیا جلا
آیا کتا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا
لا پانی لا
(خسرو)

(۷) ڈھکوسلا

یہ بھی مختصر سا گیت ہوتا ہے جس کے موجد بھاشا میں خسرو ہی ہیں۔ یہ ایک قسم کی مہل گوئی ہے جو تفسن طبع کے لیے ہوتی ہے۔

بھادوں کی پکی پہیلی

چوچو پڑی کپاس

بی میترانی دال پکاؤ گی

یا ننگا سور ہوں (خسرو) (۱)

(۸) مزاحیہ نظم

وہ نظم ہے جس میں طنز و مزاح کے عنوانات پیش کیے جائیں۔ اسے کلام ظرافت بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مزاح و طنز کی گری ہو مبتذل شکلوں کے مختلف نام ہیں جیسے پھبتی، پھکوپن، ہزل اور بذلہ گوئی وغیرہ جن کا ذکر مزاحیہ نظم کے تحت ہو سکتا ہے۔

(۹) ستائش سخن

اس نظم میں شاعر شاعری کی عظمت اور اس کی خوبصورتی پر اشعار نظم کرتا ہے۔ عموماً اس قسم کی نظمیں قدیم شعرا کے دیوانوں میں مثنویات سے پہلے نظر آتی ہیں۔

(۱۰) سہرا

یہ بھی ایک قسم کی موضوعی نظم ہے جو شاعر شادی کے موقع پر دلہا کے سراپا، اس کے حسب نسب کے متعلق تعریفی اشعار نظم کرتا ہے۔ اس نظم کو عموماً غزل کی ہیئت میں لکھتے ہیں۔ پہلے دلہا کی تعریف پھر دلہا سے ہلکا سا مذاق اور آخر میں دعا، سہرے کے مضامین میں نظر آتے ہیں۔ سہرے کی مثالیں بڑے بڑے شعرا کے کلام میں ملتی ہیں۔ مرزا غالب اور شیخ ذوق کا سہرا شاہ ظفر کے بیٹے کی شادی پر بہت مشہور ہوا۔

(۱۱) رخصتی

وہ نظم ہے جو لڑکی والوں کی طرف سے شادی کے موقع پر انہماک و تعریف میں پیش کی جاتی ہے۔

اصناف موضوعی ہئیت

قصیدہ

قصیدہ عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی ”مغز“ یعنی دماغ کے ہیں۔ اصطلاح میں قصیدہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں تعریف و ثنا کی گئی ہو۔ عربی قصیدوں میں مدح اور ذم دونوں طریقے کے مضامین نظر آتے ہیں۔ چنانچہ مضامین کے لحاظ سے قصیدہ مدحیہ، عظیمیہ، بیانہ اور ہجو یہ ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات موضوع کی نسبت سے اس کو عشقیہ، بہاریہ، فخریہ، فراقیہ اور کفریہ کہ سکتے ہیں۔ ردیف کی نسبت سے بعض اوقات قصیدے کو اگر ”میم“ آخر میں ہو تو ”میمہ“ لام آخر میں ہو تو ”لامیہ“ وغیرہ کہتے ہیں۔

قصیدہ کسی بھی مروجہ بحر میں کہا جاتا ہے۔ قصیدہ مردف اور غیر مردف ہو سکتا ہے۔ قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع اور آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔

قصیدے کے اجزاء میں تمہید، گریز، خطاب، مدح، دعا اور دعا خاص ترکیبی عناصر ہیں لیکن قصیدہ ان اجزاء کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن عموماً اساتذہ کے کلاسیکی قصیدوں میں یہ ترتیب موجود ہوتی ہے۔

قصیدے کے لیے غزل کی ہیئت مخصوص ہے لیکن اس میں تسلسل بیان اور اول سے آخر تک ایک خاص منظم پلان پر اشعار نظم کیے جاتے ہیں۔ قصیدے میں الفاظ کی شان و شوکت اور صنائع بدائع سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

گریز، قصیدے کا اہم جزو ہوتا ہے جس میں شاعر تمہید میں کسی خاص موضوع کو خوبصورتی سے محبوب پر منعکس کرتا ہے۔ جس قصیدے میں گریز نہیں ہوتا اس کو مقتضب کہتے ہیں۔ اردو ادب میں رفیع سودا اور شیخ ذوق کے قصائد مشہور ہیں۔ آج کل درباری رواج ختم ہونے پر عموماً قصائد مذہبی عنوانات خصوصاً انمہ اطہار علیہم السلام کی شان میں لکھے جاتے ہیں۔

قصیدے کی تمہید میں جسے تشبیب بھی کہتے ہیں ہر قسم کے مضامین قلمبند کیے جاتے ہیں۔

جمع آوری کلام

(۱) دیوان

کسی شاعر کے غزلیات کے مجموعے کو کہتے ہیں جن کو ردیف ”الف“ سے ”ی“ تک ترتیب وار جمع کرتے ہیں۔ بعض اوقات اسی شاعر کے دوسرے کلام کو بھی دیوان میں جمع کیا جاتا ہے۔ مثلاً دیوان غالب۔

(۲) کلیات

کسی شاعر کے تمام کلام کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جن میں ترتیب کی پابندی نہیں رہتی۔ مثلاً کلیات میر تقی میر۔

(۳) مجموعہ کلام

کسی شاعر کے جزوی یا کسی موضوعی کلام کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور بعض اوقات اس کو عنوان بھی دیا جاتا ہے۔ آج کل یہ طریقہ مروجہ ہے۔

(۴) تذکرہ

اس مجموعہ کلام کو کہتے ہیں جس میں شعرا کی سوانح اور نمونہ کلام کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً تذکرہ میر تقی میر، تذکرہ ”گلشن بے خار“ از شیفتہ اور آزاد کی ”آب حیات“ کو اردو ادب میں تنقید کی بنیاد کہیں تو غلط نہیں۔

عیوب اشعار

اشعار کے نقائص یا عیوب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) عیوب فصاحت (Rhetorical Defects)

(۲) عیوب عروضی (Prosodical Defects)

(۳) عیوب قافیہ (Rhyme Defects)

عیوب فصاحت Rhetorical Defects

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ فصاحت کا تعلق الفاظ اور بلاغت کا تعلق الفاظ کے معنی سے ہوتا ہے اس لیے یہاں عیوب فصاحت سے مراد الفاظ کے استعمال اور انتخاب سے ہے جن کی تقریباً بیس (۲۰) قسمیں ہیں:

(الف) شتر گرہ

اس کے معنی اونٹ اور بلی کو ایک جگہ جمع کرنا ہے۔ یعنی ایک مصرعے میں آپ اور دوسرے میں تم یا تو لائیں یا ایک مصرعے میں تم اور دوسرے مصرعے میں تو لائیں۔ قدیم شعرا کے ہاں ایسے اشعار نظر آتے ہیں جسے بعد میں عیب جانا گیا:۔

ع سحر ہو گئی آپ ہرگز نہ آئے کئی کس طرح شب تمہیں کیا خبر ہے
ع جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے با وفا میں وہی مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(ب) اخلاال

یعنی شعر میں ایسا لفظ رہ جائے جس کی وجہ سے شعر کے معنی میں نقص پیدا ہو جائے۔

(ج) تعقید

یہ عیب شعر کے کلاموں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس میں قافیہ اور ردیف کی رعایت سے الفاظ اس طرح آگے پیچھے ہو جاتے ہیں کہ شعر مہمل معلوم ہوتا ہے یا بڑی مشکل سے سمجھ میں آتا ہے اور بعض اوقات مصرعے کی روانی مجروح ہوتی ہے۔ مثال

ع ہے جلنے کو قریب شمع پروانہ آتا

اس مصرع کے الفاظ کی ترتیب بدل کر مرزا عشق نے تعقید دور کر دی۔

ع جلنے کو قریب شمع پروانہ آتا ہے

(د) تاخیر

یہاں شعر میں جو بات پہلے کہنی ہو اسے بعد میں اور جو بات بعد میں کہنا ہے اسے پہلے کہنے سے یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے۔

(ه) تناقص

یعنی شعر میں ایک ہی چیز کی دو صفتیں ایسی بیان کرے کہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ جیسے کہیں کہ فلاں لڑکی خوبصورت بھی ہے اور بد شکل بھی ہے وغیرہ۔

(و) ابتذال

اشعار میں بازاری رکیک یا بے ہودہ الفاظ کا استعمال کرنا۔

ہیں تیرے عارض سے نادم آفتاب و مہتاب

ع میر کیا سادے ہیں مسمار ہوئے جس کے سبب اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

(ز) حشو

شعر میں کسی لفظ کو بے فائدہ لانا، یعنی جس کے ہونے یا نہ ہونے سے شعر کے معنی کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔

ع صبا گلزار و گلشن سے عجب گل چن کے لاتی ہے

یہاں گلشن حشو ہے۔ بعض علماء ادب نے اس کو علم بدیع میں شامل کیا ہے اور اسے صنعت قرار دیا ہے۔

(ح) تنزل

شعر میں پہلے بڑی صنعت بیان کر کے چھوٹی اور معمولی صنعت بیان کرنا۔

(ط) تکرار

شعر میں بے موقع یا بے ضرورت کسی لفظ کی تکرار کرنا یا وزن کو پورا کرنے کے لیے لفظ کو تکرار پھوڑ کر استعمال کرنا۔

(ی) تکلف

شعر میں من گھڑت الفاظ لانا جیسے لبالب کی جگہ بلب کہنا وغیرہ۔

(ک) غرابت

شعر میں غیر مانوس اور ادق الفاظ یا ان کی ترکیبیں لانا جو بغیر لغت کے سمجھ میں نہ آسکیں۔
جیسے اشتہاق، ارتعاش، انشقاق، جراح، وغیرہ۔

(ل) ضعف تالیف

اردو اور ہندی لفظوں یا اردو، عربی، فارسی لفظوں کے درمیان اضافت کا استعمال یا ہندی مضاف یا مضاف الیہ بنانا۔ جیسے موسم برسات، دن بدن وغیرہ۔

(م) تتابع

شعر میں کئی کئی اضافتوں کا متواتر لانا۔ جیسے لرزش، تیغ نگاہ، نازمست، کیف حسن۔ تین اضافتوں کا لانا جائز لیکن پے در پے تین سے زیادہ اضافتوں کا لانا عیب ہے۔

(ن) تنافر معنوی

شعر میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں کہ اس کے اصلی معنی کے علاوہ کچھ رکیک اور لچر معانی بھی پیدا ہوتے ہوں۔ مثلاً:
جو روپہ چڑھا بس اسے چورنگ بنایا

(س) تنافر حرئی

شعر میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں کہ پڑھتے وقت دقت ہو۔ یعنی ایسے لفظ کا استعمال

کرنا جس کے بعد کے لفظ کا پہلا حرف بھی آخری حرف یا اس کی آواز کے قریب ہو۔ اس کو اشغال بھی کہتے ہیں۔ اس سے پڑھنے میں نقل و تکلف ہوتا ہے۔ اس سے شعر کا ترجمہ مجروح ہوتا ہے اور حرفوں کی تکرار سماعت پر بار ہوتی ہے۔

میں محبوب ہوں اور میں مایوس ہوں یہ ہیں داغ غم میں تو طاؤس ہوں
(ع) جزر حروف

حروف علت کا گردینا یا دبا دینا مگر الف وصل کا گرنا دینا جائز ہے۔ جیسے :-
صبا! جب تو وہاں پہنچے سلام ان سے مرا کہنا
”ان“ کا الف وصل تھا اس لیے دب گیا۔

(ف) تقابل ردیفین

غزل کی جو ردیف ہو وہی کسی پہلے مصرعے کے آخر میں بجنہ آجائے۔

(ص) الحاق

دو مصرعوں میں جملے کو توڑ کر بانٹنے کو الحاق کہتے ہیں۔ مصرعوں کو باہم مربوط ہونے کے ساتھ مکمل بھی ہونا چاہیے۔ مثلاً :-

گزری شب فراق پر افسوس ہے کہ تم آتے تو دیکھتے جو قلق تا سحر رہا

(ق) اضمار قبل از ذکر

یعنی ضمیر کا ذکر اگر ذکر سے پہلے ہو تو وہ بھی عیب ہے۔ مثلاً :-

جو سیر اس کی دیکھ تو اے گل بجا ہے چمن دل کے زخموں سے پھولا پھلا ہے
یہاں ضمیر مصرع اول اور ذکر مصرع ثانی میں ہے۔

(ر) جمع الجمع بنانا

میر عشق نے اپنے رسالے میں جمع کا جمع بنانا عیب قرار دیا ہے۔ مثلاً :-

ساماں جو وہاں جنگ کا کفاروں نے دیکھا ہر ایک کا منہ شاہ نے انصاروں میں دیکھا
یہاں کفار اور انصار خود جمع ہیں اور ان کی جمع بنانا عیب ہے۔

(ش) ردیف زائد

ردیف ایرانیوں کی ایجاد ہے جو قافیے کے حسن کو بڑھانے کے لیے ہوتی ہے۔ یہ شعر کا زیور ہے اور اس کی وجہ سے شعر کی موسیقیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اچھی ردیف قافیے کے ساتھ اس طرح پیوست ہوتی ہے کہ اس کے بغیر شعر کا کوئی حصہ چھوٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگر قافیے پر شعر کا مفہوم ختم ہو جائے اور ردیف سے کچھ غرض نہ رہے تو وہ بے کار ہے اور اس کو ردیف زائد کہتے ہیں۔ یعنی یہ ردیف بھرتی کی ہے جو عیب ہے۔ جیسے اس شعر میں ”پھر“ ردیف زائد ہے :-

جس کو غفلت سے نہیں کام وہ ہشیار ہے پھر
جب تعلق نہ کوئی گل سے رہا خار ہے پھر

(ت) دور از فہم استعارات

پروفیسر سید مسعود حسن ادیب ”ہماری شاعری“ میں لکھتے ہیں: ”کلام میں ایسی تشبیہیں اور استعارے نہ لائے جائیں جن تک ذہن کی رسائی مشکل ہو۔“

(ث) اعلان نون

میر عشق اپنے رسالے میں لکھتے ہیں: اعلان نون مع اضافت ”ممنوع ہے۔ مودب لکھنوی :-

تیغ و سنان خوب نہ دریائے خون ہے
باعطف وہ ہے اور یہ اضافت بہ نون ہے

مہدی علی خان ”رسالہ متروکات“ میں لکھتے ہیں: ”منیر کے نزدیک اعلان نون ایسے الفاظ میں نہ چاہیے جو زبان پر خفائے نون ہیں۔ جسے عیاں، گراں، پنہاں۔“ جلال لکھنوی کے نزدیک اذان اور ذیشان کا استعمال حالت انفرادی میں با اعلان ناجائز ہے۔

(خ) حروف کا تقطیع میں گرنا

دبستان میر عشق حروف تقطیع کے گرنے کو عیب سمجھتے ہیں چنانچہ ضرورت شعر کے تحت بھی حروف علت کے گرنے کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

ناتخ، میرا نہیں اور غالب جیسے عظیم شعرا کے کلام میں بھی حروف علت کا گرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ ناتخ کے اس شعر میں ”قمری کی“ ”ی“ گری ہے :-

قمری ہے تیرے گھر کے گرد اے سرو! دوسرا طوق حلقہ ہے در کا

غالب کے اس شعر میں ہو گئیں کی ”ی“ گری ہے :-
 ہو گئیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگ ناگہانی اور ہے

(ذ) ترکیبات لفظی

میر عشق، ایسے الفاظ جو فارسی اور عربی کے ہیں لیکن ان میں معنوی تغیر ہوا ہے، اس کو ہندی سمجھتے ہیں اور ان الفاظ سے دوسرے فارسی اور عربی الفاظ کی ترکیبات کو عیب جانتے ہیں۔ مثلاً نقشہ، شادی لاش وغیرہ۔

اس کے علاوہ بعض ترکیبات جیسے بے آس، شور و غل اور حنا بندی میں آس، غل، اور بندی ہندی اور اردو الفاظ ہیں۔

عیوب عروضی

عیوب عروضی سے مراد بحر وں کے استعمال اور ان کے قواعد و قوانین سے زور گردانی کا نام ہے جو عموماً تین قسم کے ہیں:

(الف) تخلیج

ایسی بحر وں کا استعمال کرنا جو غیر مانوس ہوں اور جن میں غنائیت کم ہو، جیسے رمل سالم مثنیٰ: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن۔

(ب) تخالف

کسی لغوی لفظ کو اہل لغت کے خلاف لکھنا اور پڑھنا جیسے قسم، کو قسم، پسر کو پسر وغیرہ۔

(ج) عدول

حروف تعطیل کو تبدیل کرنا۔

عیوب قافیہ

قافیہ کے عیوب دو قسم کے ہیں۔ عیوب ملقبہ جس میں اقوا، اکفا، سناد اور ایطاشا شامل ہیں۔ عیوب غیر ملقبہ سات قسم کے ہیں۔ عیوب قافیہ پر تفصیلی گفتگو قافیہ کے بیان میں ہے۔

کلام میں سرقہ

کلام میں سرقہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) سرقہ ظاہر (ب) سرقہ غیر ظاہر

(الف) سرقہ ظاہر

سرقہ ظاہر کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) نسخ

اگر کوئی شخص عملاً کسی دوسرے شاعر کا شعر بغیر کوئی تبدیلی کے اپنے اشعار میں نظم کرے تو اسے نسخ کہتے ہیں۔ یہ سرقہ کی بدترین قسم ہے۔

(۲) توارد

اگر کوئی شخص سہو اشعر حافظہ میں ہونے کی وجہ سے اسے اپنے اشعار میں نظم کرے تو اسے توارد کہتے ہیں۔ توارد عام طور سے ضرب المثل اور بعض استعارات میں ہوتا ہے۔

(۳) اعادہ

اگر کوئی شخص کسی کے شعر کا مضمون پورا نقل کرے مگر لفظوں کی ترتیب بدل دے تو اسے اعادہ کہتے ہیں۔

سرقہ غیر ظاہر (ب)

یہاں شعر کا مضمون نقل کیا جاتا ہے لیکن لفظوں کی ترکیب دوسری ہوتی ہے۔ اگر دوسری زبانوں سے مضامین نقل کیے جائیں تو سرقے کے بجائے اسے ترجمہ کہہ سکتے ہیں، لیکن بعض علماء ادب نے اس کو بھی سرقہ کہا ہے۔ سرقہ غیر ظاہر کی کئی قسمیں ہیں:

- (۱) دونوں شعروں کے معنی مشابہت رکھتے ہوں۔
- (۲) پہلے شعر میں ادعائے خاص اور دوسرے میں ادعائے عام ہو۔
- (۳) مضمون کو ایک سے دوسری جگہ منقل کر دیں۔
- (۴) ایک شعر کے معنی دوسرے کی ضد کر دیے جائیں۔
- (۵) کسی کے شعر کا مضمون لے کر اس میں اضافہ کر دیا جائے یا اسی مضمون سے کوئی نئی بات پیدا کی جائے، اور جس سے لطف شعر بڑھ جائے تو یہ پسندیدہ عمل بھی ہے۔

مولانا شبلی جیسے ادیب و نقاد نے ایک زبان کے خیال دوسری زبان کے مقال میں جانا سرقہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ”موازنہ انیس و دیر“ میں مولانا نے چند اشعار کے مضامین کو پیش کر کے ”سرقات“ کے نام سے علاحدہ فصل قائم کی جس پر اکابر علماء ادب و شعرا نے سخت تنقید کی۔ چنانچہ امجد علی اشہری نے ”حیات انیس“ میں لکھا کہ: مولانا شبلی جیسے ادیب نے جو دو زبانوں کی آمد و آمد اور داور ہر ایک کے معانی و مہمانی سے واقف ہیں، کسی ایک کم مایہ چھپورے کے طرز عمل کی تقلید کی اور ”سرقات“ کے نام سے علاحدہ فصل قائم کر دی۔ ”شاید میر انیس یہ بتلانا چاہتے ہوں کہ ان مضامین کو اردو میں اس طرح نظم کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میر انیس غنی سخن تھے۔ چنانچہ اسی لیے تو فرمایا تھا:

ع لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار خبر کرو مرے خرمن کے خوش چینیوں کو
ع نواسنجیوں نے تری کہ اے انیس! ہر اک زاغ کو خوش بیان کر دیا
ع بہتا ہے انیس! خون انصاف مضمون مرے قتل ہو رہے ہیں
ع ممکن نہیں دزدان مضامین سے نجات سچ ہے کہ گس سے کب شکر بچتی ہے
ع منبر سے ہم اترے نئے مضمون پڑھ کر ان کے لیے گویا من و سلوی اترا

اگر کسی دوسری زبان سے مضمون کی ہم آہنگی سرقہ کہلائے تو دوسرے شاعروں کا ذکر خیر کیا جائے۔ اردو ادب کے عظیم شعرا میر تقی میر، مرزا غالب اور علامہ اقبال بھی سارق کہلائے جائیں گے۔ اختصار کے ساتھ صرف ایک آدھ مثال کو ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں۔ سات سو (۷۰۰) سال قبل حافظ

شیرازی نے کہا تھا :-

آسمان بار امانت نتواں ست کشید قرعہ کار بنام من دیوانہ زدم
میر تقی میر فرماتے ہیں :-

سب پہ جس بار نے گرانی کی اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

عراقی کا شعر ہے :-

بہ زمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد کہ مرا پلید کردی ازیں سجدہ ریائی

اقبال :-

جو میں سر پہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

نظامی گنجوی :-

اے صفت بندہ نواز ندگی از تو خدائی و زما بندگی

امیر خسرو :-

در کار است و با فرد فرخندگی از تو خدائی و زما بندگی

مرزا غالب کے کئی اردو اشعار فارسی اشعار کا ترجمہ معلوم ہوتے ہیں۔ بیدل اور غالب کا شعر ملاحظہ

کیجیے۔

بیدل :-

بوے گل نالہ دل دود چراغ محفل ہر کہ از بزم تو برخاست پریشاں برخاست

غالب :-

بوے گل نالہ دل دود چراغ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

لفظوں کا بیان اور ان کے تصرفات

اردو ادب کے معروف نقاد و محقق ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے بالکل صحیح کہا ہے کہ اردو زبان بین الاقوامی زبانوں کی ایک انجمن ہے۔ اس میں عربی، فارسی، ہندی، ترکی، سنسکرت، پرنگالی، اطالوی، چینی، انگریزی، یونانی، جرمنی، اسکاٹینیوی، ملائی زبانوں کے علاوہ محلی بولیوں کے الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ چنانچہ ہماری زبان میں ان الفاظ کا استعمال اور ان کا تلفظ کبھی اصلی زبان کے موافق ہے اور کبھی موافق نہیں ہے۔ چونکہ شعر میں تقطیع ملفوظ الفاظ پر کی جاتی ہے اور مکتوب الفاظ پر دھیان نہیں دیا جاتا، اس لیے شاعر کے لیے یہ جاننا ضروری ہو جاتا ہے کہ کس لفظ کا صحیح تلفظ کیا ہے اور اس کے اصول کیا ہیں۔ یہاں اس حقیقت کو غماز کرتے ہوئے ہمیں تعجب ہو رہا ہے کہ آج تک اردو ادب میں اس زمرے میں خاص کام نہ ہو سکا اور کئی مسائل تشنہ ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل کلکتہ مدرسہ کے پروفیسر ”بلاغ من“ نے ایک جامع کتاب کی ضرورت پر زور دیا تھا کہ جو خارجی لفظوں کے استعمال پر ہونی چاہیے لیکن افسوس کہ آج تک یہ خواب شرمندہ تعبیر ہے۔ بعض علمائے ادب نے کم و بیش اس پر کام کیا ہے لیکن اسے تشفی بخش یا شافی کام نہیں کہہ سکتے، جبکہ علمائے زبان عربی اور فارسی نے اس کام کو بدرجہ اتم انجام دیا ہے۔

آج سے تقریباً دو سو (۲۰۰) سال قبل ”دریائے لطافت“ میں انشا اللہ خان انشانے ان الفاظ کی صحت کا معیار اور ان کے استعمال کے بارے میں کہا تھا کہ: اردو میں جو لفظ مشہور و مستعمل ہو گیا، خواہ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی یا پنجابی یا پوری، اپنی اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ بہر حال اردو ہے۔ چنانچہ اگر اصل کے موافق مستعمل ہو تو صحیح اور اگر اس کے خلاف ہو تو بھی صحیح ہے۔ اس کا غلط و صحیح ہونا اردو کے استعمال پر منحصر ہے، اس لیے کہ جو لفظ اردو کے مزاج کے موافق نہیں غلط ہے، خواہ اصل کے لحاظ سے درست کیوں نہ ہو، اور جو چیز اردو کے مزاج کے موافق ہے، وہ صحیح ہے، خواہ اصل کے لحاظ سے غلط کیوں نہ ہو۔“

یہ بات صحیح ہے کہ مقامی آب و ہوا، تمدن، رسم و رواج اور مقامی تاثرات کسی زبان کے لہجے اور اس کے مزاج کا تعین کرتے ہیں۔ چنانچہ اردو زبان کے مزاج میں بھی انہی چیزوں کو دخل رہا۔ اردو نے اگرچہ ہر زبان سے اس کے کچھ الفاظ لیے لیکن انہیں اردو پن میں ایسا رنگا کہ وہ الفاظ اردو ہی کے بن کر رہ گئے۔ جہاں تک عربی اور فارسی زبان کے الفاظ کا تعلق ہے، اردو میں بھی تلمیحات، ضرب الامثال، روزمرہ، محاورات اور بعض مرکب الفاظ میں اصلی زبان کے رنگ کو بھی برقرار رکھا لیکن مفرد الفاظ میں اپنے مزاج کے مترادف تصرف کو جائز سمجھا جو اس کی ترقی کا ضامن ثابت ہوا۔ وقت کے ساتھ ساتھ کئی قدیم اور فرسودہ الفاظ کو مردود اور متروک کیا اور نئے الفاظ تراشے جو وقت کی ضرورت اور زبان کی آرائش کے لیے ضروری تھے۔

عربی اور فارسی لفظوں میں جو تغیرات، زمان اور مکان کی تبدیلی سے پیدا ہوئے ہیں، ان کو ”تصرفات“ کہتے ہیں۔ جو تغیرات عربی الفاظ میں فارسی زبان دانوں نے ایجاد کیے، ان کو ”استعمال اہل فارس“ کہتے ہیں۔ جو تغیرات عربی اور فارسی الفاظ میں اردو داں حضرات نے کیے ہیں، ان کو ”استعمال ہند“ یا ”ذخیل“ کہتے ہیں۔

اردو والوں نے عربی اور فارسی لفظوں کے تلفظ اور معنی میں بعض اوقات تصرف کیا ہے جن کا شاعر کو جاننا ضروری ہے ورنہ وہ شعر کے وزن کو سمجھنے میں قاصر رہے گا۔

چونکہ اردو میں عربی، فارسی، انگریزی کے علاوہ ہندی اور مقامی بولیوں کے الفاظ شامل ہیں اور اردو کے کئی محلی لہجے ہیں، اس لیے کسی بھی لفظ کے تلفظ اور اس کے صحیح معنی کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان طریقوں پر رجوع کرنا پڑے گا:

(۱) کسی بھی لفظ کا تلفظ اور اس کے معنی اساتذہ اور علمائے ادب کے کلام میں دیکھے جائیں جو عموماً سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۲) کسی بھی لفظ کا تلفظ اور اس کے معنی لغت میں معلوم کریں کیونکہ لغت میں عموماً اہل زبان کا تلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

(۳) قواعد ہجا، حرف، نحو اور عروض بھی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

(۴) تصرفات یا استعمال ہند یا ذخیل سے بھی واقفیت ضروری ہے۔

(۵) بعض الفاظ قواعد، عروض، لغت کے مطابق نہیں ہوتے لیکن اس قدر عام ہوتے ہیں کہ جو غلط العام فصیح کے تحت آتے ہیں جنہیں عوام ہی نہیں بلکہ ادب کے علماء بھی اسی طرح بولتے ہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، شاعر اور ادیب دونوں کے لیے ان تصرفات اور تغیرات کا جاننا اس لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کے بغیر بعض اوقات کلام کے وزن کو سمجھنے میں بڑی دشواری ہوتی

ہے۔ فارسی شعر و ادب میں نظامی گنجوی سے قبل اشعار میں متروکات، اختیارات شاعرانہ اور بحر و قافیہ میں غلطیوں کی بھرمار نظر آتی ہے کیونکہ شعرانے بغیر کسی پابندی کے شاعری کی۔ لیکن نظامی سے کلیم جو شاہجہان کے دربار کا ملک الشعراء تھا، کے دور تک فارسی شاعری تقریباً ان نقائص سے پاک ہو گئی اور بات اس حد تک پہنچی کہ ضرورت شعر پر بھی اختیارات شاعرانہ کو استعمال نہ کرنا چاہیے۔

چونکہ شعر اس شعر کی مصداق ضرورت شعر سے فائدہ اٹھاتے تھے مگر

چون ضرورت بود روا باشد بے ضرورت چنیں خطا باشد

چنانچہ بعض سخت گیر شعرا جن میں خود نظامی بھی شامل تھے، ضرورت شعر کو ماننے پر تیار نہ تھے اور اسی لیے انھوں نے ابطال ضرورت کی مہم چلائی جو چل نہ سکی۔ چنانچہ آج بھی فارسی شاعری میں اختیارات شاعرانہ یا ضرورت شعر (Poetic License) سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

قبل اس کے ہم مختلف لفظوں کا تفصیلی جائزہ لیں، یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ عربی کے جو بے شمار الفاظ اردو میں مستعمل ہیں، وہ عام طور سے عربی سے حرنی لفظ جسے مادہ کہتے ہیں، سے اخذ کیے گئے ہیں اور اردو والوں کے لیے ان الفاظ کے تلفظ میں دشواری ہوتی ہے۔ کئی دوسرے عربی کے لفظ انہی مادوں سے نکالے گئے ہیں۔ ان تین حرنی الفاظ کو اردو میں کم از کم چھ تلفظ کے ساتھ بولا اور لکھا جاتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

- | | |
|--------------------------|---|
| (۱) پہلے دو حرفوں پر زبر | اور آخری حرف پر سکون۔ جیسے عمل، خبر، عصر |
| (۲) پہلے حرف پر پیش | دوسرے حرف پر زبر اور تیسرا ساکن۔ جیسے کہن، عمر |
| (۳) پہلے حرف پر زبر | دوسرے حرف پر زبر اور تیسرا حرف ساکن۔ جیسے جس، نفی، تلقی |
| (۴) پہلے حرف پر زبر | اور دوسرے حرف پر سکون۔ جیسے نذر، صبر، نقد |
| (۵) پہلے حرف پر زیر | اور دوسرے دو حرفوں پر سکون۔ جیسے حرص، علم، حلم |
| (۶) پہلے حرف پر پیش | اور آخری دو حرفوں پر سکون۔ جیسے حسن، ظلم، غنم وغیرہ |

چنانچہ انہی تین حرنی مادوں سے دوسرے الفاظ نکالے جاتے ہیں جیسے علم سے عالم، عالمانہ، علما علامہ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں یہ بات کا تذکرہ بھی بے محل نہیں کہ فارسی زبان، عربی زبان کے مقابلے میں الفاظ کی تعداد کے لحاظ سے بہت چھوٹی ہے لیکن الفاظ کی بندش اور اضافتوں کی وجہ سے اس کا دامن وسیع ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہی حال اردو زبان کا ہے جس نے فارسی عربی اضافتوں کے ساتھ ساتھ ہندی اور سنسکرت کے ذخیرہ الفاظ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ سنسکرت زبان لفظوں کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کی قوی ترین زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک لفظ راجا کے لیے اس زبان میں دوسو سے زیادہ الفاظ موجود بتائے جاتے ہیں۔

یہاں ہم پہلے عربی الفاظ کے تصرفات کو پیش کریں گے جو نثر اور نظم دونوں میں جائز ہیں۔
ان لفظوں میں عربی لفظ کے متحرک حرف کو ساکن بنادیا جاتا ہے۔ اسے تسکین کہتے ہیں۔

عربی	فارسی اور اردو
حیران	حیران
یرقان	یرقان
حرکت	حرکت
برکت	برکت
طبقہ	طبقہ
شفقت	شفقت
عرق	عرق
کفن	کفن
ہدیہ	ہدیہ
الست	الست
قلیہ	قلیہ

(۴) ان لفظوں میں عربی لفظ کے حروف میں ایک حرف کا اضافہ کیا جاتا ہے جس کو ”زیادتی“ کہتے ہیں:

عربی	فارسی اور اردو
زمان	زمانہ
دل	دلا
ساقی	ساقیا
طالب	طالباً
شفیعا	شفیعا
فلان	فلانا
معتوق	معتوقہ
وحید	وحیدہ
فلان	فلانہ

الف کا اضافہ کیا گیا ہے

ہ کا اضافہ کیا گیا ہے

حیرانی	حیران
قربانی	قربان
فضولی	فضول
اعتقادی	اعتقاد
وصولی	وصول
صفائی	صفا
فلانی	فلاں
سلامی	سلام

(۵) ان لفظوں میں عربی لفظ کے کسی حرف پر تشدید لگائی جاتی ہے جس کو مشدد کہتے ہیں۔

عربی	فارسی / اردو
نشاء	نشہ

(۶) ان لفظوں میں عربی لفظ سے تشدید نکال دی جاتی ہے جسے تخفیف کہتے ہیں۔

عربی	فارسی اور اردو
علی	علی
حق	حق
غم	غم
جی	جی
حمام	حمام
کیفیت	کیفیت
ایام	ایام
مکہ	مکہ
نیت	نیت
نظارہ	نظارہ
ہدیہ	ہدیہ
بلور	بلور
خاصیت	خاصیت

(۷) ان لفظوں میں عربی لفظ سے عربی صامت نکال میہ جاتے ہیں۔

عربی	فارسی/اردو
مدارات	مدارا
مکافات	مکافا
تعیین	تعیین
تمییز	تمیز
امیر	میر
ابونصر	بونصر
ابواسحاق	بوسحق
ابوطالب	بوطالب/اطالب
ابجوبہ	عجوبہ
ابلیس	بلیس
ابراہیم	براہیم
لیکن	لیک
ولیکن	ولے
انا الحق	نا الحق
غشی	غش
برات	برات

(۸) یہ الفاظ اور ان کی یہ ترکیبیں عربی زبان میں معیوب سمجھی جاتی ہیں لیکن اردو اور فارسی میں ان کا رواج ہے اور یہ معیوب یا فصاحت زبان کے خلاف نہیں۔ جسے معلول (Sick) یا کرہ (Virgin) ' ابطال (Untrue) معنوی، مصطفوی، مرتضوی، منجذو، وغیرہ وغیرہ۔

(۹) ان عربی لفظوں سے دوسرے الفاظ بنائے جاتے ہیں جو عربی میں مروج نہیں لیکن فارسی اور اردو میں استعمال ہوتے ہیں:

خبردار	خبر سے
راضی	رضا سے
مشہور	شہرہ سے
معزول	عزل سے

جواب سے لا جواب

رب سے یارب

وغیرہ

(۱۰) بعض عربی الفاظ جو عربی میں جمع کے صیغے میں آتے ہیں، فارسی اور اردو میں واحد کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً حور، عجائب، مشائخ، وغیرہ۔

(۱۱) بعض عربی الفاظ فارسی اور اردو میں تبدیل ہو جاتے ہیں لیکن ان کے معنی تبدیل نہیں ہوتے۔ جیسے:

مسلم سے مسلمان

کراء سے کرایہ

نشاء سے نشہ یا نشہ

حلاج سے ہلاج

(۱۲) بعض عربی الفاظ فارسی اور اردو میں اپنی شکل تبدیل نہیں کرتے، لیکن ان کے معنی بدل جاتے ہیں۔ جیسے: ارسال، ارتقاء، اخراج، ۳ خار، من، بلا، صنم، مربی، ولایت، تشریف، غریب، غلیظ، تکرار، رقیب، خجام، بخار، خیرات، صلاح، صلوة، عزیز، اخلاص، اولاد، ماتحت، غنیم، وغیرہ۔

(۱۳) بعض عربی الفاظ کی بندش یا ترکیب فارسی لفظ کے ساتھ جو فارسی اور اردو میں مستعمل ہے۔ جیسے:

منزل سے منزل گاہ

سحر سے سحر گاہ

اب ہم فارسی لفظوں کے تصرفات اور ان کے استعمال کے بارے میں گفتگو کریں گے۔
(۱) بعض فارسی الفاظ میں علامت ساکن، جزم کو ایک حرف سے دوسرے حرف پر منتقل کیا جاسکتا ہے جو اردو میں جائز ہے۔ جیسے:

مُکَلِّمَان سے مُکَلِّمَان (لام کی جزم کو سین کی جزم سے تبدیل کر دیتے ہیں)

مَنْیَشَان سے مَنْیَشَان (ی کو جزم کو سین کی جزم سے تبدیل کر دیتے ہیں)

(۲) بعض فارسی الفاظ میں علامت ساکن جزم کی جگہ متحرک علامت لگائی جاتی ہے۔ جیسے:

پہن (چوڑا) سے پہن

خَضْرُ سے خَضْرُ

(۳) بعض فارسی الفاظ میں علامت حرکت کو تبدیل کیا جاتا ہے جو اردو میں مستعمل ہے۔ جیسے

کردار کی جگہ کردار
کردگار کی جگہ کردگار
آتش کی جگہ آتش
خن کی جگہ خن
کھن کی جگہ کھن
نان کی جگہ نان
تہران کی جگہ تہرون
زبان کی جگہ زبوں

صائب شیرازی :

الف را دومی خوانند صائب زبان مردم ایران زبوں است

اس کے علاوہ ہندوستانی اور تورانی فارسی میں یا اردو میں مستعملہ فارسی کے الفاظ کو حرکت تبدیل کر کے پڑھا جاتا ہے۔ جیسے:

کی کو کہ (کاشکی سے کاشکے)
چی کو چہ (چی سے چہ)
یا کو یے (زمانا سے زمانے) وغیرہ

(۴) بعض فارسی الفاظ میں حرف زائد شامل کیا جاتا ہے جو اردو میں مستعمل ہے۔ جیسے:

یادگار سے یادگاری
ارمغان سے ارمغانی
شتر سے اشتر
شب خون سے شخی خون
بالش سے بالشت
شنا سے آشنا
فسانہ سے افسانہ
نو شیروان سے انو شیروان
شکم سے اشکم

مہمان سے مہمانی
قربان سے قربانی
وغیرہ

(۵) بعض فارسی الفاظ سے ایک حرف کم کر دیا جاتا ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ جیسے:

آشام سے شام
افسانہ سے فسانہ
آستانہ سے استانہ
چون سے چو
از سے ز

(۶) بعض فارسی الفاظ عربی الفاظ کے ترجمے کے طور پر فارسی اور اردو میں مستعمل ہیں۔ جیسے:

بنت العجب سے دختر ز

(۷) بعض فارسی لفظوں میں مرکبات بنانے کے لیے اضافت نہیں لگائی جاتی جسے ”کک اضافت“ کہتے ہیں۔ یہ تبدیلی بہت اہم ہے چونکہ اس کی وجہ سے بحر تبدیل ہو سکتی ہے۔ بغیر اضافت کے ان لفظوں کا استعمال اردو شاعری میں جائز ہے اور اساتذہ نے اس کا استعمال کیا ہے۔

(الف) صاحب کے بعد۔ جیسے: صاحب دل، صاحب کمال، صاحب مجلس وغیرہ جائز ہے اور اضافت کی ضرورت نہیں ہے۔

(ب) ولی کے بعد۔ جیسے: ولی عہد، ولی اللہ، ولی نعمت وغیرہ۔

(ج) میر کے بعد۔ جیسے: میر مجلس، میر کارواں، میر بحر وغیرہ۔

(د) نائب کے بعد۔ جیسے: نائب امام، نائب السلطنت، نائب مقام وغیرہ۔

(ه) صنم کے بعد۔ جیسے: صنم کدہ، صنم ہندی وغیرہ۔

(و) عاشق کے بعد۔ جیسے: عاشق دل، عاشق زبان، عاشق شکار وغیرہ۔

(ز) شاہ کے بعد۔ جیسے: شاہ جہاں، شاہ مگس، شاہ بیت وغیرہ۔

(ح) پسر کے بعد۔ جیسے: پسر نوح، پسر شاہ، پسر خوب، پسر بد وغیرہ۔

(ط) اول کے بعد۔ جیسے: اول روز، اول کار، اول شب وغیرہ۔

(ی) سر کے بعد۔ جیسے: سر زمین، سر منزل، سر درد وغیرہ۔

(ک) پس کے بعد۔ جیسے: پس پردہ، پس خورد، پس کوچہ وغیرہ۔

(ل) بن کے بعد۔ جیسے: تقی بن بنی، علی بن طالب وغیرہ۔

- (م) تہ کے بعد۔ جیسے: تہ دیک، تہ زمین، تہ کتاب وغیرہ۔
 (ن) من کے بعد۔ جیسے: من بندہ، من گنہگار، من غلام وغیرہ۔
 (س) خدا کے نام سے پہلے۔ جیسے: بنام اللہ، بنام خدا، بنام ایزد وغیرہ۔
 (ع) کثیر استعمال الفاظ۔ جیسے: گلزار، نیشکر، آب رو، شب خون، آبدست وغیرہ۔

جس طرح فارسی ادب میں فارسی کے نو لہجے ہیں۔ یعنی پاری، پہلوی، دری، ہروی، سگزی، زاہلی، تورانی، ہندوستانی اور سغدی، اسی طرح اردو زبان میں بھی کئی لہجے ہیں جن میں دکنی، پنجابی، بنگالی، بہاری قابل ذکر ہیں۔ جو اصلی لہجے یعنی اردو سے مصلیٰ سے جو دہلی، آگرہ اور لکھنؤ کے اطراف و اکناف کی زبان ہے، کچھ مختلف ہیں۔ اس مقام پر ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ان لہجوں پر تفصیلی گفتگو کی جائے لیکن یہاں پر ہم صرف عربی اور فارسی کے الفاظ پر گفتگو کریں گے جو ہندوستانی یا تورانی لہجوں میں مستعمل ہیں۔

الف۔ بعض فارسی الفاظ جو ”گ“ سے شروع ہوتے ہیں یا ”گ“ پر تمام ہوتے ہیں ان کو ہندوستانی میں ”ک“ سے تبدیل کیا جاتا ہے۔ جیسے:

گشادہ سے کشادہ
 گشاہ سے کشاہ
 مشک سے مشک
 سرشک سے سرشک
 اشک سے اشک وغیرہ

ب۔ بعض فارسی کے الفاظ صرف ہندوستانی میں یا تورانی فارسی میں مستعمل ہیں۔ جیسے:

او کی جگہ وی
 پسر کی جگہ پور
 صبح کی جگہ پگاہ
 شوہر کی جگہ شو
 طرف کی جگہ سو وغیرہ

ج۔ بعض عربی اور فارسی کے الفاظ ہندوستانی فارسی اور اردو میں غلط تلفظ کیے جاتے ہیں لیکن کیونکہ یہ استعمال عمومی ہے اور اسے اساتذہ نے بھی استعمال کیا ہے، اس لیے ان الفاظ کا تلفظ ہر دو طریقے سے جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسے:

موسم	یا	موسم	خزاں	یا	خزاں
کافر	یا	کافر	پلاؤ	یا	پلو
حلیہ	یا	حلیہ	درویش	یا	درویش
برکت	یا	برکت	گرہ	یا	گرہ
حرکت	یا	حرکت	گواہ	یا	گواہ
جیب	یا	جیب	شدبا	یا	شذبہ
ہینگم	یا	ہینگم	عروس	یا	عروس
مزدور	یا	مزدور	قلعہ	یا	قلعہ
کرم	یا	کرم	قطعہ	یا	قطعہ
خرمن	یا	خرمن	کاغذ	یا	کاغذ
سوال	یا	سوال	جمہور	یا	جمہور
خزانہ	یا	خزانہ	قیامت	یا	قیامت
ہنجرہ	یا	ہنجرہ	ہجر	یا	ہجر
رعایا	یا	رعایا	فضا	یا	فضا
صاحب	یا	صاحب	رضا	یا	رضا
شعور	یا	شعور	عصمت	یا	عصمت
استر	یا	استر	حماقت	یا	حماقت
آچار	یا	آچار	شجاعت	یا	شجاعت
سفارش وغیرہ وغیرہ	یا	سفارش	رجا	یا	رجا

کئی اور الفاظ ہیں جو کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کا شمار غلط عام فصیح میں ہوتا

ہے۔

یہاں اس بات کا تذکر ضروری ہے کہ صدیوں کے لہجے میں ڈھلے ہوئے اردو تلفظ ہی کو اہمیت دینا چاہیے اور اصل لفظی تلفظ پر کم توجہ رکھنی چاہیے تاکہ اردو پن شاعری میں برقرار رہے جس کا اشارہ انشا اللہ خان انشا بھی کر چکے ہیں۔

متروکات

متروکات یا متروک الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ترک کو بعض شعرا نے ترجیح دی۔ متروک الفاظ کی داستان اتنی ہی قدیم ہے جتنی اردو شاعری۔ ہر دور میں کچھ الفاظ اساتذہ اور مشاہیر شعرا نے استعمال نہیں کیے اور ان کے استعمال کو ادب کی شریعت میں مکروہ جانا۔ پھر انہی اساتذہ کے شاگردوں میں بعض افراد نے فارسی کی مثل ”کاسر از آتش داغ تر“ بن کر ان الفاظ کے استعمال کے خلاف ادبی مہم چلائی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی زبان کے ارتقائی سفر میں کچھ الفاظ خود بخود نظر انداز ہو جاتے ہیں تاکہ ان کی جگہ نئے جاندار الفاظ لے سکیں اور یہ کام لاشعوری طور پر ہر دور میں جاری رہتا ہے۔ میر تقی میر کے شاگرد نسی احمد حسن خان نے صحیح کہا تھا کہ بعض الفاظ جو میر صاحب کے پہلے دیوان میں ہیں، ان کے چوتھے اور پانچویں دیوان میں موجود نہیں۔ میر کی شاعری کی عمر اسی (۸۰) پچاسی (۸۵) سال ہے یعنی ساٹھ برس کے عرصے میں ایک ہی ذہن اور ایک ہی شخصیت نے زمانے کے تغیر و تحول اور زبان کی ترقی اور تبدیلی کو پیش نظر رکھ کر کئی الفاظ ترک کیے تاکہ زبان عام فہم رہے اور یہ تمام کام لاشعوری طور پر انجام ہوتا رہا۔ امیر خسرو کی تصنیف ”خائق باری“ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس سات سو سال میں صد ہا الفاظ متروک اور مردود ہو گئے جن کی جگہ زندہ لفظوں نے لے لی اور بعض ایسے بھی الفاظ ہیں جو زندہ ہیں اور شاید آئندہ کئی سو سال زندہ رہیں۔ (۲) تقریباً دو ڈھائی سو سال سے صحت اردو زبان پر خاص توجہ کی گئی۔ جن اساتذہ نے پہلے اس طرف خاص خیال کیا ان میں میر تقی میر، خواجہ میر درد، مرزا سودا اور وزیر کے نام سرفہرست ہیں۔ ان اساتذہ نے اپنے حلقہ تلامذہ کی رہنمائی کرتے ہوئے بہت سے بھونڈے، ثقیل، سوجانہ، مبتذل اور بے ربط لفظوں کو ترک کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض معمولی لفظوں کو بڑے سلیقے اور خوبصورتی سے اپنایا جنہیں بعض شعرا ہاتھ لگانا بھی کسر شان سمجھتے تھے۔

انیسویں صدی کے اوائل میں شیخ ناسخ نے چند الفاظ متروک قرار دیے اور اپنے شاگردوں کے ذریعے ان کے استعمال کے خلاف ایک خاص مہم بھی چلائی (۳) لیکن چونکہ ایسی تحریک زبان کے ارتقا میں غیر فطری تھی اس لیے سودمند نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ جن لفظوں کو ناسخ نے متروک قرار دیا تھا وہ لاشعوری طور پر ان کے اور ان کے شاگردوں کے کلام میں نظر آنے لگے کیونکہ دوسرے شعرا جو ان کا اتباع نہیں کرتے تھے اور سماج کی ضرورتوں کو سمجھتے تھے، انھی لفظوں سے کنول روشن کر رہے تھے۔ زبان کبھی بھی طاقت اور زور کے تابع نہیں رہی۔ جو چیز بھی اپنے مزاج کے خلاف دیکھی اس سے روکشی اختیار کی۔ شہنشاہ جہانگیر نے شراب کو نیا نام ”رام رنگی“ دیا جو دربار کے سوا کسی اور کو اپنے رنگ میں نہ رنگ سکی۔ محمد شاہ درنگیلے نے ”سنگترہ“ سے سنگ نکال کر ”رنگترہ“ کیا لیکن زبان نے رنگیلے کے رنگ کو بھی بے رنگ کر دیا۔ بیسویں صدی میں پیارے صاحب رشید، مودب لکھنوی، مہذب لکھنوی، حسرت موہانی، سلیمان ندوی اور سیما اکبر آبادی نے ان الفاظ کے قتل کے فتوے صادر کیے لیکن بہت سے الفاظ اسی آن بان سے آج بھی موجود ہیں کیونکہ میر غالب، انیس سے اقبال تک کے عظیم شعرا نے اپنے قلم سے انھیں آب بقا پایا ہے۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو میر غالب، انیس اور اقبال سے پوچھئے کہ ”یاں“ ”واں“ ”پہ“ ”تھک“ ”سدا“ ”یہی“ ”مرے“ ”ترے“ ”تب“ ”کیجو“ ”دیجو“ وغیرہ کو کیوں استعمال کیا؟ راقم نے میر انیس کے شاہکار مرثیے ”جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے“ کا مکمل تجزیہ سات سو صفحات پر تکمیل کیا ہے۔ اس کے (۱۹۶) بند کے (۵۸۸) اشعار میں جو (۲۹۴۶۳) الفاظ پر مشتمل ہیں میر انیس نے اٹھاون (۵۸) بار سترہ (۱۷) متروک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان اشعار کے مطالعے سے صاف ظاہر ہے کہ ان متروک الفاظ سے بہتر اور خوبصورت الفاظ اس شعر کے لیے نہیں ہو سکتے۔

حالی ”مقدمہ شعر و شاعری“ میں لکھتے ہیں: ”عام غلطی اور عوام کی غلطی میں بڑا فرق ہے۔ جو غلط الفاظ خاص و عام دونوں کی زبان پر جاری ہو جائیں وہ عام غلطی میں داخل ہیں۔ ایسے الفاظ کا بولنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ صحیح بولنے سے بہتر ہے۔ ہاں جو غلط الفاظ صرف عوام اور جہلا کی زبان پر جاری ہوں نہ کہ خواص اور پڑھے لکھوں کی زبان پر، البتہ ایسے الفاظ کا ترک واجب ہے جیسے مزاج کا مجاز، نسخ کو نسخہ وغیرہ۔ ان کے سوا بہت سے ایسے الفاظ واجب الترتیب بتاتے ہیں جو شعرا نے معتقدین نے عموماً استعمال کیے ہیں اور دہلی کے بعض شعرا اب بھی استعمال کرتے ہیں اور اگر روزمرہ کی بول چال کے لحاظ سے دیکھا جائے تو آج تک دلی کے خاص و عام برابر بولتے رہتے ہیں جیسے تیں، کبھو، کو، آن کے، آخرش، پہنانا (پہنانے کی جگہ) بتلانا، دکھلانا، سدا، تھک، سیت، مت، بن (بمعنی بغیر) پہ (پر کی جگہ) کیجئے، دیجئے، بجائے (کیجئے، دیجئے، لیجئے کی جگہ) مرا، ترا، میرا اور تیرا کی جگہ پر بمعنی مگر اک بجائے ایک وغیرہ۔ یہ الفاظ شاید لکھنؤ میں ترک ہو گئے ہوں یا ہو جائیں لیکن دہلی اور مضافات دہلی میں برابر بولے جاتے ہیں اور زمانے کا اقتضایہ ہے کہ وہ ہمیشہ بولے جائیں گے اور اگر بولے نہ جائیں گے تو تحریروں

میں ضرور مستعمل رہیں گے۔ شاید نثر میں بعض الفاظ کی ضرورت نہ پڑے لیکن شعر میں ان کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

حالی کے بیان کے مطابق یہ تمام الفاظ زندہ ہیں اسی لیے آج حالی کے بیان کے سوسال بعد بھی ہم شعرا کے کلام میں ان الفاظ کی چاشنی اور لذت محسوس کر رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شاعر ان لفظوں کا استعمال کرے لیکن جو شعرا ان لفظوں سے اپنا دامن بچاتے ہیں اور انھیں مکروہ جانتے ہیں انھیں دوسرے شعرا کے استعمال پر نکتہ چینی اور تعرض کا حق نہیں پہنچتا۔ اگرچہ یہ مسئلہ ہمیشہ رہا ہے۔ میر انیس کے ہم عصر اور ان کے سمدھی مرزا عشق نے اپنے مشہور رسالے میں ان متروک الفاظ کی فہرست کا اضافہ کیا۔ اب وہ رسالہ تو مفقود ہے لیکن میر انیس کے مرثیوں میں اور غالب کی غزلوں میں یہ الفاظ درخشاں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔

امیر مینائی، میر انیس کے مداح تھے۔ میر انیس کے اس شعر پر :

سدا ہے فکر ترقی بلند بینوں کو ہم آسمان سے لاتے ہیں ان زمینوں کو
کہتے ہیں: یہاں ”سدا“ کا لفظ بہت فصیح ہے متوسطین نے ناحق ترک کر دیا ہے۔ میرادل چاہتا ہے اس کو استعمال کروں۔“

ڈاکٹر اعجاز حسین لکھتے ہیں: ”میر انیس موقع محل کے لحاظ سے ایسے الفاظ چن کر لاتے تھے جو پورے ماحول کے ترجمان ہو جائیں۔ اس نزاکت کو رو بکار لانے کے لیے وہ یہ نہ دیکھتے تھے کہ دہلی سکول اب اس کو ترک کر چکا ہے یا لکھنؤ سکول کے مطابق اس لفظ کا محاورے میں استعمال نامناسب ہوگا یا یہ ہندی کا لفظ ہے اس کے مترادف عربی اور فارسی کے الفاظ سامنے موجود ہیں۔ وہ صرف اس کو دیکھتے تھے کہ مفہوم کا زیادہ سے زیادہ ترجمان کون سا لفظ ہو سکتا ہے۔ کسی محاورے یا لفظ سے مخصوص معانی کا پورا نقشہ نظروں کے سامنے آ سکتا ہے۔ یہی وہ نازک پہلو ہے جو انیس کو دنیا کے بڑے فنکاروں کا سردار بناتا ہے۔“

دکنی زبان کے بہت سے ثقیل نامانوس الفاظ متروک قرار دیے گئے اور یہ سلسلہ میر سودا اور قائم کے دور سے جاری رہا۔

میر نے کہا تھا :

خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے
معشوق جو تھا اپنا‘ باشندہ دکن کا تھا

قائم نے کہا تھا :

قائم نے غزل طور کیا ریختہ ورنہ
اک بات لچر سی بہ زبان دکنی تھی

بیسویں صدی کے عظیم عروض دان اور محقق لکھن طباطبائی الفاظ کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: ”شاعر لفظ کی خوبصورتی و بدصورتی کو اس طرح پہچانتا ہے جس طرح اپنے اپنے صورتوں کے حسن و قبح میں امتیاز رکھتا ہے۔ اسے الفاظ میں شان و شکوہ و رکاکت اسی طرح دکھائی دیتی ہے جس طرح کسی شخص کا متشتم یا کم رو ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کسی لفظ میں اسے روشنی دکھائی دیتی ہے اور کوئی لفظ اداس معلوم ہوتا ہے۔ کسی لفظ میں کھنک سنائی دیتی ہے اور کوئی لفظ کھنکنا معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ حسن لفظی یہی نہیں ہے کہ دو لفظوں کے تقابل و تضاد و تشابہ و تناسب سے پیدا ہو بلکہ ہر لفظ میں حسن و قبح موجود ہے جس کو شاعر جانتا ہے اور اسی سبب سے شاعر کی زبان کا تتبع کرنا ہر قوم میں جاری ہے اور جب تک کسی زبان میں کوئی شاعر پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک وہ زبان ناکمل سمجھی جاتی ہے۔ قوم زبان وضع کرتی ہے اور شاعر اس میں اصلاح کرتا ہے۔ لفظ کی تازگی کلام میں نگینہ جڑ دیتی ہے لیکن ثقیل لفظ کو تازہ سمجھ کر باندھ جانا، پتھر ڈھلکانے یا ڈھیلا کھینچ مارنے سے کم نہیں۔ بھرتی کا لفظ کہیں ہو شعر کو سست کر دیتا ہے۔ علم عروض کے بانی خلیل بن احمد بسی اسی کو انتہائے بلاغت سمجھ کر کہ گئے ہیں: ”ما دل اول علی آخرہ“ یعنی اول کلام اس طرح آخر کلام کا پتہ دے جیسے کہتے ہیں کہ تار با جاراگ بو جھا۔ برجستہ شعر چلتا ہوا جادو اور بولتی ہوئی تصویر ہے اور یہ بات جب تک لفظ کے ساتھ لفظ لپٹا ہوا نہ ہو حاصل نہیں ہوتی۔“

لکھن طباطبائی شعر و ادب میں لفظ کے سلیقے کا انحصار ذوق اور وجدان پر جانتے ہیں اس لیے اس کے لیے کوئی عام اصول مقرر نہیں کرتے۔ بہر حال ان کی نظیر میں چند مسائل اگر شاعر کے پیش نظر رہیں تو بڑی حد تک زبان شگفتہ اور صاف ستھری رہ سکتی ہے۔ ہم اس موقع پر لکھن طباطبائی کے چند نکات بیان کریں گے۔

- (۱) عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ جن میں معنوی تغیر ہو چکا ہے ان کو ہندی سمجھنا چاہیے اور ان کو ترکیب کے ساتھ نہیں برتنا چاہیے۔ مثلاً تردد کا لفظ عربی میں آمد و رفت کے معنی میں آتا ہے اور اردو ہندی میں تشویش اور فکر کے معنی میں بولتے ہیں۔
- (۲) بعض عربی اور فارسی الفاظ میں یاے مصدری زیادہ کی جاتی ہے جیسے غلطی، صفائی اور طغیانی وغیرہ جو ہندیوں کا تصرف ہے۔ ایسے الفاظ خود معنی مصدری رکھتے ہیں چنانچہ ان کو عربی فارسی ترکیب کے ساتھ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔
- (۳) بعض عربی اور فارسی الفاظ میں علامت جمع زیادہ کر دیتے ہیں جیسے لوازمات، باغات وغیرہ۔ یہ سب ہندیوں نے تراشے ہیں۔ ان کے استعمال سے بچنا چاہیے۔
- (۴) بعض اسمائے صفت ایسے ہیں جو فارسی اور عربی ہیں لیکن ہندی لاحقوں (Suffixes) کے ساتھ مرکب ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ مثلاً سمجھدار۔

(۵) کلام کو متاثر سے پاک ہونا چاہیے اس لیے حروف جو قریب الحرج ہیں جیسے ب پ ت اور ٹ کا اجتماع نہ کرنا چاہیے۔

(۶) اگر دو لفظوں کی ترکیب سے کوئی مکروہ یا مضحک معنی پیدا ہوں تو اسے استعمال نہ کریں۔ جیسا اس مصرعے میں :-

منہ تمھارا ہے اور میری نظر دونوں کے ساتھ

اس میں ”منہ تمھارا ہے“ رکیک تلفظ پیدا کرتا ہے۔

اس مصرعے میں ”گلگلوں“ سے کلام مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔

چمن میں گل، گلوں میں بو ہے

(۷) وہ الفاظ جن میں لفظی تغیر ہو گیا ہے ان کا صحیح استعمال لازم ہے۔ مثلاً حَلَف کو حَلْف، حَرْف کو حَرْف کہنا غلط ہے۔

(۸) بعض الفاظ تلفظ کی صورت میں ترقی پا چکے ہیں۔ مثلاً تلک (تک) کدھر کو (کدھر) آن کر (آکر) ایسی صورتوں میں تخفیف شدہ کو ترجیح دینا چاہیے مگر اس میں بعض استثنائیں۔ جہاں تخفیف خلاف فصاحت ہے جیسے میرا، تیرا، دیجیے، لیجیے کے بجائے مرا، ترا، دیجیے، لیجیے وغیرہ۔

(یہ فہرست بہر حال نامکمل ہے اور نامکمل ہی رہے گی)

فہرست متروکات

متروک الفاظ	متروک الفاظ
آن کر	تمھی
بجائے	بجائے
آکر	آپھی
بجائے	بجائے
پ	آپھی
بجائے	بجائے
اے دل	ایکھی
بجائے	بجائے
اے ناصح	جاوے
بجائے	بجائے
معشوق	کھاوے
بجائے	بجائے
معشوق	کبھو
بجائے	بجائے
معشوق	لیک
بجائے	بجائے
معشوق	ولے
بجائے	بجائے
معشوق	دوانے
بجائے	بجائے
تسبیح	دیوانے
بجائے	بجائے

مرض	بجائے	مرض	آخر	بجائے	آخرش
آنکھ	بجائے	نمین	ہمیشہ	بجائے	نت
معشوق	بجائے	پیا	طرف	بجائے	سو
معشوق	بجائے	سرکین	تک	بجائے	تلک
معشوق	بجائے	پتیم	بہت خوب	بجائے	بل بے
کسی	بجائے	کسی	جوانی	بجائے	جوبن
صفائی	بجائے	صفا	نگاہ	بجائے	چتون
سینہ	بجائے	چھاتی	سلائی	بجائے	مجری
برنا	بجائے	کرزیل	سلائی بھیجے	بجائے	مجرائی
			والا		
اڑدھام	بجائے	بھیڑ بھاڑ	چہرہ	بجائے	کھڑا
درچہ	بجائے	جھیل	ندی	بجائے	ندی
ٹھہرنا	بجائے	ٹھیرنا	بھویں	بجائے	بھواں
ارمان	بجائے	ارماں	پلکیں	بجائے	پلکاں
ہمیشہ	بجائے	سدا	لیجیے	بجائے	لیجیو
قرآن	بجائے	قرآن	کیجیے	بجائے	کیجیو
رکھا	بجائے	رکھا	دیکھیے	بجائے	دیکھو
رکھے	بجائے	رکھے	تو	بجائے	توں
کھلانا	بجائے	کھلا	تو نے	بجائے	تو میں
پلانا	بجائے	پلا	اس نے	بجائے	انے
دکھانا	بجائے	دکھلا	جس نے	بجائے	جنے
بتلانا	بجائے	بتلا	پہنانا	بجائے	پہنانا
اگر	بجائے	گر	جب	بجائے	تب
اگرچہ	بجائے	گرچہ	یہاں	بجائے	یاں
لیے	بجائے	واسطے	وہاں	بجائے	واں
نہ	بجائے	مت	نیچے	بجائے	تلے
رکھنا	بجائے	دھرنا	اس طرح سے	بجائے	اس طرح سے
رخضر	بجائے	رخضر بقایہ قمر			

اس طرح پر	بجائے	اس طرح	تئیں	بجائے	ساتھ
کیوں کہ	بجائے	کیوں کر	آئیو	بجائے	آؤ
کیسے	بجائے	کس طرح	جائیو	بجائے	جاؤ
کھاکیو	بجائے	کس لیے	کھائیو	بجائے	کھاؤ
میریجان	بجائے	معشوق	سوں	بجائے	سے
حضور	بجائے	معشوق	آرسی	بجائے	آئینہ
جناب	بجائے	معشوق	سیں	بجائے	سے
کھ	بجائے	چہرہ	بھتر	بجائے	بہتر
کسو	بجائے	کسی	مجھی	بجائے	مجھلی
کالیاں	بجائے	کالی	چالیاں	بجائے	چالیں
لاگا	بجائے	لگا			

ان لفظوں کے علاوہ کئی قدیم فرسودہ محاورات اردو کے دامن میں بکھرے پڑے ہیں جن کا استعمال بھی آج کل پسند نہیں کیا جاتا لیکن اس بارے میں ہم اردو ادب کے پہلے تنقید نگار مرحوم محمد حسین آزاد مولف ”آب حیات“ کے بیان کی تائید کریں گے کہ: ”جہاں تک قدیم محاوروں کا تعلق ہے سود کے پاس ایسے قدیم محاورات موجود ہیں جن پر آج کل کے ہزاروں محاورے قربان ہوں“

jabir.abbas@yahoo.com

علم عروض کی بنیادی باتیں

علم عروض سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل نکات کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ ان نکات کو سمجھے بغیر شعر کا وزن یعنی تقطیع نہیں کی جاسکتی۔ شعر الفاظ سے بنتا ہے اور لفظ حروف کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لفظ کو بنانے کے لیے حروف کو آپس میں ملا کر ان پر اعراب یعنی حرکات و سکنات کا استعمال کیا جاتا ہے۔

حروف دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ حروف جو دوسرے حروف کو ملا کر آواز قائم کرنے کے لیے آتے ہیں، جنہیں حروف علت کہتے ہیں اور دوسرے وہ حروف جو بغیر ان حروف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے، وہ حروف صحیح کہلاتے ہیں۔ حروف علت دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو اصل حروف ”ا“، ”و“، ”ی“ ہیں۔ دوسرے صرف علامات یا اعراب ہیں جو درحقیقت ”ا“، ”و“، ”ی“ کی مختصر صورتیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) زبر

اس کو عربی میں فتح کہتے ہیں۔ زبر کے معنی اوپر کے ہیں، چونکہ یہ علامت حروف کے اوپر آتی ہے۔ اس کے دوسرے معنی فتح یعنی کھلنے کے ہیں، یعنی اس کی وجہ سے آواز کھل کر نکلتی ہے۔ زبر کی آواز ”الف“ کی خفیف آواز ہے۔

(۲) زیر

اس کو عربی میں کسرہ کہتے ہیں۔ زیر کے معنی نیچے کے ہیں، چونکہ یہ علامت حروف کے نیچے لگائی جاتی ہے۔ اس کے دوسرے معنی کسرہ یعنی توڑنے کے ہیں۔ اس کی وجہ سے آواز میں ایک قسم کی شکن پیدا ہوتی ہے۔ زیر کی آواز ”ی“ کی خفیف آواز ہے لیکن ”ی“ کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک باریک اور طویل، جو یاے جلی یا یاے معروف سے مشابہ ہے، جیسے ویر

(بہادر)۔ دوسری آواز واضح اور کوتاہ جو یاے غنی یا یاے مجہول سے مشابہ ہے جیسے بیر (پھل)۔ یاے معروف گول (ی) سے لکھی جاتی ہے جبکہ یاے مجہول لمبی (ے) سے لکھی جاتی ہے۔ جب یاے معروف اور مجہول لفظ کے بیچ میں آتی ہے تو ان کی صورت ایک سی ہوتی ہے۔ اس لیے فرق کرنے کے لیے یاے معروف (جلی) کے نیچے زیر دیتے ہیں اور یاے مجہول خالی رہتی ہے۔

(۳) پیش

اس کو عربی میں ضمہ کہتے ہیں۔ پیش کے معنی آگے کے ہیں۔ یہ حرف کے اوپر آتا ہے۔ اس کے دوسرے معنی ضمہ ملانے کے ہیں کیونکہ یہ لفظوں کو جوڑتا ہے۔ پیش کی آواز ”واؤ“ کی خفیف آواز ہوتی ہے۔ ”واؤ“ کی بھی دو آوازیں ہیں۔ ایک پوری اور بھری ہوئی جیسے دور۔ یہاں آواز ”واؤ“ معروف کی ہے۔ دوسرے واؤ کی آواز کھلی اور ہلکی جیسے ڈور۔ یہاں آواز واؤ مجہول کی ہے۔ واؤ معروف پر الٹا پیش لکھتے ہیں اور واؤ مجہول خالی رہتی ہے۔

(۴) جزم یا سکون

سکون کے معنی خاموشی کے ہیں۔ یہ علامت حروف کے اوپر لگائی جاتی ہے۔ اس کے دوسرے معنی حرف کو ساکن کرنا ہے۔ جس حرف پر زبر، زیر، پیش میں سے کوئی ایک حرکت ہو اسے متحرک کہتے ہیں۔ جس حرف پر کوئی حرکت نہ ہو وہ ساکن کہلاتا ہے۔ عربی، فارسی اور اردو میں ہر لفظ کا پہلا حرف متحرک ہوتا ہے۔ اردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔

(۵) تشدید

جب کسی لفظ میں کوئی حرف یکے بعد دیگرے دو بار آئے اور متحرک ہو جیسے پہلی یا پہلی بار متحرک اور دوسری بار ساکن ہو جیسے سسرال تو وہ حرف دوبارہ لکھا جائے گا، لیکن اگر دوبار آنے والا حرف پہلی بار ساکن اور دوسری بار متحرک ہو تو صرف ایک بار لکھ کر اس پر تشدید کی علامت لگائی جائے گی۔ جیسے جبار، غماز اور اس حرف کو مشدد کہا جائے گا۔ چونکہ مشدد حرف دو حروف کو ظاہر کرتا ہے اس لیے اس کو دو حروف لکھا جائے گا۔

(۶) مد

مد کے معنی لمبا کرنے یا کھینچنے کے ہیں۔ الف کو جب کھینچ کر بولتے یا پڑھتے ہیں تو اس وقت یہ علامت لگاتے ہیں۔ ایسے الف کو ممدودہ کہتے ہیں۔ الف ممدودہ دو الف کے برابر ہے۔

(۷) ہمزہ

ہمزہ ”ی“ اور واؤ کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو ”م“ الف کے ساتھ، یعنی جہاں ”ی“ کی آواز دو ”ی“ کے ہو یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے وہاں بطور علامت اسے لکھ دیتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ”ی“ اور ”واؤ“ کے ساتھ آتا ہے جیسے کئی کھاؤں وغیرہ۔ صرف انہی ”ی“ اور ”واؤ“ پر ہمزہ لکھنا چاہیے جن کو کھینچ کر پڑھا جائے۔

(۸) تنوین

اس کے معنی نون کی آواز پیدا کرنے کے ہیں۔ یہ علامت کسی بھی حرف پر ہو سکتی ہے لیکن اس کے آخر میں نون کی ہی آواز نکلے گی اور پھر دوزیر، دوزیر اور دو پیش کے لحاظ سے اس کی آواز میں وہی حرکت ہوگی۔ اردو میں زیادہ تر زیر ہی کی تنوین آتی ہے۔ زیر کی تنوین میں ایک الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں جیسے فوراً۔ جن الفاظ کے آخر میں مختصر یا گول ت (ة) ہوتی ہے وہاں الف نہیں لگاتے جیسے ’دفعۃ‘۔ اگر حرف کے آخر میں پہلے ہی سے الف ہو تو اس کے بعد (ء) بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں۔ جیسے ابتدا۔ تقطیع میں تنوین کے عوض ”نون“ شمار کرتے ہیں جیسے فوراً کا نون۔

(۹) الف مقصودہ

وہ الف ہے جس کی آواز سادی ہوتی ہے اور کھینچنا نہیں پڑتا۔ جیسے اس، اب وغیرہ۔ بعض عربی الفاظ میں الف ”ی“ کی صورت میں لکھ کر ایک چھوٹا ”الف“ اوپر لگا دیتے ہیں جیسے عقبی، دعویٰ وغیرہ۔

(۱۰) نون

نون کی دو حالتیں ہیں۔ ایک وہ جس میں نون پوری آواز سے ادا کیا جاتا ہے جیسے پان، دھیان وغیرہ۔ دوسرے جس میں نون پوری آواز سے ادا نہیں ہوتا بلکہ ناک میں گنگنی سی آواز نکلتی ہے۔ اسے نون غنہ کہتے ہیں۔ جیسے کنواں، ماں وغیرہ۔ نون غنہ جب لفظ کے آخر میں ہوتا ہے تو اس میں نقطہ نہیں دیتے لیکن جب لفظ کے بیچ میں ہوتا ہے تو الٹا جزم لگاتے ہیں۔ تقطیع میں نون غنہ شمار نہیں کیا جاتا۔ (نوٹ) فارسی الفاظ میں حروف علت کے بعد جو نون غنہ آتا ہے جیسے آسمان، جہاں تقطیع میں شمار کیا جاتا ہے۔ اردو میں نون غنہ کے پہلے حرف علت ”ا“ ”و“ ”ی“ بھی گر جاتا ہے جیسے ہوں میں صرف ”ہ“ شمار ہوگی۔ میں میں صرف میم شمار کی جائے گی۔

(۱۱) واؤ

واؤ مجہول اور معروف کے لیے واؤ بعض الفاظ کے تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی، اسے واؤ معدولہ کہتے ہیں۔ یہ واؤ ہمیشہ ”خ“ کے بعد آتی ہے جیسے خود، خوش وغیرہ۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جس میں ”واؤ“ کی آواز نصف ظاہر ہوتی ہے۔ اس قسم کی واؤ کے بعد الف ہوتا ہے۔ اس قسم کے واؤ کے نیچے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا جاتا ہے تاکہ امتیاز ہو سکے جیسے خواہر، خواجہ وغیرہ۔ دو لفظوں کے درمیان جو واؤ بطور عطف آتی ہے اسے واؤ عطف کہتے ہیں جیسے دولت و دین۔ اگر واؤ عطف کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کا ”واؤ“ بھی گرایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ”تو“ اور ”چو“ میں ”واؤ“ جب ملفوظ نہ ہو تو گر جاتا ہے۔

(۱۲) الف وصل

وہ الف ہے جو الفاظ کے شروع میں آئے اور اس کے پہلے کا حرف ساکن ہو۔ چنانچہ اس ساکن کو متحرک کر کے الف کے بعد کے حرف سے ملا دیتے ہیں اور الف کو ساقط کر دیتے ہیں جیسے تیر انداز میں انداز کا الف ساقط کر دیا جاتا ہے۔ ضیاء الدین میں الف لام دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔ یعنی الف وصل اگر ملفوظ نہ ہو تو تقطیع میں گر جائے گا۔

(۱۳) ہائے مختفی

جو صرف اظہار حرکت کے لیے ہوتی ہے شمار نہیں کی جاتی۔ جیسے چ، چگونہ، وہ نہ اور کہ میں ہائے مختفی ہائے مخلوط بھی شامل نہیں کی جاتی۔ اردو میں حروف مخلوط جیسے بھ، چھ، ٹھ وغیرہ صرف ایک ہی آواز کو ظاہر کرتے ہیں اس لیے دو حروف کے بجائے صرف ایک حرف ہی مانے جاتے ہیں جیسے پھر میں دو حرف ”کھا“ میں دو حرف شمار کیے جاتے ہیں۔

ہائے مظہر جیسے ”آہ“ ”خطرہ“ کو بھی اکثر لوگ ساقط کر دیتے ہیں لیکن جب ”ہ“ پڑھی جائے تو ایک حرف سمجھی جاتی ہے۔

(۱۴) اردو الفاظ میں ہائے مخلوط ”کیا“ اور ”کیوں“ شمار نہیں کیے جاتے لیکن یاے مظہر ”کیا“ دیا گیا شمار کی جاتی ہے۔

(۱۵) یاے بطنی جو کسرہ اضافت کے اشباع سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً عالم تقریر، عالم تقریر شمار ہوتی ہے۔

(۱۶) اردو الفاظ کے آخر میں حروف علت ”ا“ ”و“ ”ی“ دب کر نکلتے ہیں اور شمار نہیں ہوتے۔ مثلاً ”بھی“ ”نے“ ”میں ی“ ”ے“ ”کا“ ”میں الف اور ”ہو“ ”میں واؤ شامل نہیں کیا جاتا۔

(۱۷) حروف علت کے بعد اگر دو ساکن آتے ہیں تو ان میں سے ایک ساکن ساقط ہے۔ مثلاً دوست، دوست وغیرہ میں اول حرف کو متحرک کر کے دوسرے کو گرا دیتے ہیں اور اگر آخری مصرع میں ہو تو پہلے کو ساکن چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے کو گرا دیتے ہیں۔

(۱۸) اگر کسی مصرعے کے شروع یا درمیان میں ساکن کے بعد ساکن آئے تو دوسرے ساکن کو متحرک کر دیتے ہیں، لیکن ایسے الفاظ اگر مصرعے کے آخر میں ہوں تو دوسرا حرف ساکن ہی رہتا ہے، کیونکہ اردو میں مصرعے کے آخر میں سکون ہی ہوتا ہے۔

(۱۹) عربی زبان کے ایسے الفاظ جن میں دوسرا حرف ”ح“ ساکن ہو اور اس کے پہلے حرف پر زبر ہو تو اردو میں زبر نہیں بولا جائے گا بلکہ اس کی آواز زبر اور زیر کے مابین ہوتی ہے جیسے احمد، محبوب وغیرہ۔ لیکن یہ متحرک شمار کیے جاتے ہیں۔

(۲۰) عروض کے اوزان میں متحرک کے برابر متحرک اور ساکن کے مقابل ساکن حرف رکھا جاتا ہے۔ اگر چلازم نہیں کہ حرکت ایک ہی طرح کی ہو، یعنی زبر کے مقابل زیر اور پیش وغیرہ آسکتا ہے۔

(۲۱) موقوف ایسے حرف کو کہتے ہیں جو کسی ساکن حرف کے بعد آئے اور اس پر کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ ایسے الفاظ جب مصرعے کے شروع یا بیچ میں آئیں تو حرف موقوف کو متحرک قرار دیا جاتا ہے اور اگر مصرعے کے آخر میں آئے تو حرف موقوف ہی رہتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

اجزائے بیت

ہر زبان میں شعر کا وزن معلوم کرنے کے طریقے جدا ہیں۔ اردو زبان میں متحرک اور ساکن حروف سے بنے ہوئے ارکان کی مدد سے شعر کے کلمات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ان ارکان کے مقابل میں پورے کلمہ کا آنا ضروری نہیں بلکہ ایک کلمے کا جزو یا کئی کلمات بھی آسکتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ شعر کا وزن ارکان سے مرکب ہے اور ارکان اصول سے مرکب ہیں۔ اصول تین ہیں۔ ان کو ارکان ثلثہ یا عروضی اجزائے بھی کہتے ہیں جن کے نام سبب، وتد اور فاصلہ ہیں۔ ایک حرف متحرک کو ہجائے کوتاہ کہتے ہیں۔ اس کو ہندی میں لکھ کہتے ہیں۔

اصول سہ گانہ

(۱) سبب

سبب کے لغوی معنی رسی کے ہیں۔ اصطلاحی زبان میں دو حرفی کلمے کو کہتے ہیں۔ سبب کی جمع اسباب ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) سبب خفیف: وہ دو حرفی کلمہ ہے جس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا حرف ساکن ہو۔ جیسے گل، سر، ہم وغیرہ۔ اس کو ہجائے بلند بھی کہتے ہیں۔ اس کو ہندی میں گر کہتے ہیں۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰) ہے۔

(ب) سبب ثقیل: وہ دو حرفی کلمہ ہے جس کے دونوں حروف متحرک ہوں جیسے ہمہ یا اضافت کی وجہ سرمن وغیرہ۔ اردو اور ہندی میں سبب ثقیل نہیں ہوتا بلکہ اضافت سے بن جاتا ہے۔ اس کو ہندی میں ”سپری“ کہتے ہیں اور اس کی ہجائی علامت (۰۰) ہے۔

(۲) وتد

تد کے لغوی معنی میخ یا کیل کے ہیں۔ اصطلاحی زبان میں سہ حرفی کلمے کو کہتے ہیں۔ وتد کی جمع اوتاد ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

- (الف) وتد مجموع: اس کو وتد مقرون بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ تین حرفی کلمہ ہے جس کا پہلا اور دوسرا حرف متحرک اور تیسرا حرف ساکن ہو جیسے چمن، آہن۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰۰) ہے۔ اس کو ہندی میں تو مر کہتے ہیں۔
- (ب) وتد مفروق: یہ وہ تین حرفی کلمہ ہے جس کا پہلا اور آخری حرف متحرک اور درمیانی حرف ساکن ہو۔ جیسے نامہ، نالہ۔ اس کی ہجائی علامت (۰۱۰) ہے۔ اس کو ہندی میں کرتال کہتے ہیں۔ ایسے الفاظ عربی اور فارسی میں موجود ہیں لیکن اردو میں نہیں۔

(نوٹ) بعض عروض کے علما نے حرف موقوف کو ”تد موقوف“ اور ”سبب متوسط“ بھی کہا ہے۔ یعنی ایسا لفظ جس کا پہلا حرف متحرک اور بعد کے دو حروف ساکن ہوں اس کو ”تد موقوف“ کہتے ہیں۔ جیسے رات، خوب وغیرہ۔

(۳) فاصلہ

اس کے لغوی معنی ستون کے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

- (الف) فاصلہ صغریٰ: وہ کلمہ ہے جس میں چار حروف ملفوظی ہوں۔ شروع کے تین متحرک اور چوتھا ساکن ہو جیسے رضوی، صفوی اسی کا ایک نام فاصلہ صولت بھی ہے۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰۰۰) ہے۔
- (ب) فاصلہ کبریٰ: وہ کلمہ ہے جس میں پانچ حروف ملفوظی ہوں اور پہلے چار حروف متحرک اور آخری ساکن ہو۔ جیسے شجر نور دو میں فاصلہ کی مثال نہیں ملتی۔ اس کو فاصلہ ضبط بھی کہتے ہیں۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰۰۰۰) ہے۔
- (نوٹ) فاصلہ صغریٰ ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف سے بنتا ہے۔ فاصلہ کبریٰ ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع سے بنتا ہے۔
- فارسی میں فاصلہ کی تیسری قسم ”فاصلہ عظمیٰ“ ہے جس میں پانچ حروف متحرک اور ایک حرف ساکن ہے۔ جیسے بندھمش۔ (۱۰۰۰۰)

اردو میں سیکڑوں اسباب اور اوتاد پائے جاتے ہیں لیکن عروضیوں نے ان اسباب اور اوتاد کے ظاہر کرنے کے لیے مختلف شکلیں بنائی ہیں جن کو عروضی اجزا یا ارکان اولیٰ بھی کہتے ہیں۔

سبب خفیف کے لیے فا، فع، مف، مس، تف، عو، عی، لن، تن، لا وغیرہ
سبب ثقیل کے لیے عل، فع، تع، مت وغیرہ
وَد مجموع کے لیے فعو، علا، مفا، علن وغیرہ
وَد مفروق کے لیے عیل، فاع، عول، لات، تفع وغیرہ

ان ہی عروضی اجزا کو مختلف تعداد اور مختلف ترتیب سے ملا کر دس بنیادی ارکان بنائے گئے ہیں جن کو ارکان عشرہ، ارکان ثانیہ، افاعیل، تفاعیل، مفاعیل، موازین یا اوزان عروضی کہتے ہیں۔
اوپر بیان کیے گئے سبب خفیف کو وَد مجموع کے ساتھ ملائیں تو چالیس شکلیں پیدا ہوں گی جس میں ایک شکل فعولن بھی ہے۔ چنانچہ عروضیوں نے ان شکلوں سے صرف فعولن کو منتخب کیا۔ چنانچہ وَد مجموع اور سبب خفیف کو ہمیشہ فعولن شکل میں ظاہر کیا جائے گا اور یہ ارکان عشرہ کا ایک رکن ہے۔ اس طرح عروضی اجزا یا ارکان اولیٰ کو باہم ترکیب دے کر ارکان ثانیہ یا ارکان عشرہ یا ارکان عروضی بنائے گئے ہیں۔ ان ارکان میں پہلے دو رکن پانچ حرفی اور آخری آٹھ رکن سات حرفی ہیں۔

$$(۱) \text{ وَد مجموع} + \text{سبب خفیف} = \text{فعولن}$$

$$۱۰۱۰۰ = ۱۰ + ۱۰۰$$

$$\text{فعولن} = \text{لن} + \text{فعو}$$

$$(۲) \text{ سبب خفیف} + \text{وَد مجموع} = \text{فاعلن}$$

$$۱۰۰۱۰ = ۱۰۰ + ۱۰$$

$$\text{فاعلن} = \text{علن} + \text{فا}$$

$$(۳) \text{ وَد مجموع} + \text{سبب خفیف} + \text{سبب خفیف} = \text{مفاعیلن}$$

$$۱۰۱۰۱۰۰ = ۱۰ + ۱۰ + ۱۰۰$$

$$\text{مفاعیلن} = \text{لن} + \text{عی} + \text{مفا}$$

$$(۴) \text{ سبب خفیف} + \text{وَد مجموع} + \text{سبب خفیف} = \text{فاعلاتن}$$

$$۱۰۱۰۰۱۰ = ۱۰ + ۱۰۰ + ۱۰$$

$$\text{فاعلاتن} = \text{تن} + \text{علا} + \text{فا}$$

$$(۵) \text{ سبب خفیف} + \text{سبب خفیف} + \text{وَد مجموع} = \text{مستفعلن}$$

$$\begin{aligned}
 ۱۰۰۱۰۱۰ &= ۱۰۰ + ۱۰ + ۱۰ \\
 \text{مس تف علن} &= \text{علن} + \text{تف} + \text{مس} \\
 (۶) \quad \text{وتم مجموع} &+ \text{سب ثقل} + \text{سب خفیف} = \text{مفاعلتن} \\
 ۱۰۰۰۱۰۰ &= ۱۰ + ۰۰ + ۱۰۰ \\
 \text{مفاعلتن} &= \text{تن} + \text{عل} + \text{مفا} \\
 (۷) \quad \text{سب ثقل} &+ \text{سب خفیف} + \text{وتم مجموع} = \text{مفاعلتن} \\
 ۱۰۰۱۰۰۰ &= ۱۰۰ + ۱۰ + ۰۰ \\
 \text{مت فاعلتن} &= \text{علن} + \text{فا} + \text{مت} \\
 (۸) \quad \text{وتم مفروق} &+ \text{سب خفیف} + \text{سب خفیف} = \text{فاع لاتن} \\
 ۱۰۱۰۰۱۰ &= ۱۰ + ۱۰ + ۰۱۰ \\
 (۹) \quad \text{سب خفیف} &+ \text{وتم مفروق} + \text{سب خفیف} = \text{مس تفعلن} \\
 ۱۰۰۱۰۱۰ &= ۱۰ + ۰۱۰ + ۱۰ \\
 \text{مس تفعلن} &= \text{لن} + \text{تفع} + \text{مس} \\
 (۱۰) \quad \text{سب خفیف} &+ \text{سب خفیف} + \text{وتم مفروق} = \text{مفعولات} \\
 ۰۱۰۱۰۱۰ &= ۰۱۰ + ۱۰ + ۱۰ \\
 \text{مف عولات} &= \text{لالت} + \text{عو} + \text{مف}
 \end{aligned}$$

ان دس اصلی ارکان کے علاوہ زحاف کے استعمال سے جو ارکان پیدا ہوتے ہیں اور بحروں میں لکھے جاتے ہیں ان کی ترتیب اس طرح کی ہے:

$$(۱) \quad \text{فعلن} = \text{سب خفیف} + \text{سب خفیف}$$

$$۱۰۱۰ = ۱۰ + ۱۰$$

$$(۲) \quad \text{فعلن} = \text{سب ثقل} + \text{سب خفیف}$$

$$۱۰۰۰ = ۱۰ + ۰۰$$

$$(۳) \quad \text{مفعول} = \text{سب خفیف} + \text{وتم مجموع}$$

$$۱۰۰۱۰ = ۱۰۰ + ۱۰$$

(۴) فاعلات = ودمفروق + ودمفروق

$$۰۱۰۰۱۰ = ۰۱۰ + ۰۱۰$$

(۵) مفاعیل = ودمجموع + ودمفروق

$$۰۱۰۱۰۰ = ۰۱۰ + ۱۰۰$$

(۶) مقتعلن = ودمفروق + ودمجموع

$$۱۰۰۰۱۰ = ۱۰۰ + ۰۱۰$$

(۷) فعلاتن = سبثقیل + سبثخفیف + سبثخفیف

$$۱۰۱۰۰۰ = ۱۰ + ۱۰ + ۰۰$$

(۸) مفعولن = سبثخفیف + سبثخفیف + سبثخفیف

$$۱۰ + ۱۰ + ۱۰$$

(۹) فعلات = سبثقیل + ودمفروق یا فاصلہ صغریٰ + ہجائے کوتاہ

$$۰۱۰۰۰ = ۰۰ + ۰۱۰۰۰ یا ۰۱۰۰۰ = ۰۱۰ + ۰۰$$

(۱۰) فاعلان = ودمفروق + ودموقوف

$$۱۱۰۰۱۰ = ۱۱۰ + ۰۱۰$$

(۱۱) فعلان = سبثخفیف + ودموقوف

$$۱۱۰۱۰ = ۱۱۰ + ۱۰$$

(۱۲) فعلان = سبثقیل + ودموقوف

$$۱۱۰۰۰ = ۱۱۰ + ۰۰$$

(۱۳) مفاعیلن = ودمجموع + ودمجموع

$$۱۰۰۱۰۰ = ۱۰۰ + ۱۰۰$$

(۱۴) مفعولن = سبثخفیف + سبثخفیف + سبثخفیف

$$۱۰۱۰۱۰ = ۱۰ + ۱۰ + ۱۰$$

(۱۵) فعل = وند مجموع + بجائے کوتاہ

•••• = • + •••

(۱۶) فعل = وند مفروق

•••

(۱۷) فعل = وند مجموع

•••

(۱۸) فارغ = وند مفروق

•••

(۱۹) فغ = سبب خفیف

•••

سیفی بخارائی اور دوسرے قدیم عروض دانوں نے ان ارکان اصلی یا ارکان ثانیہ کی تعداد آٹھ بتائی ہے۔
یہ آٹھ نام ذیل کے فارسی قطعات سے ظاہر ہیں :-

چون شود ترکیب این اجزا بہم
ہشت لفظ آید بیرون از پیش و کم
فاعلن مستعلن شد بعد از آن
فاعلاتن با مفاعیلن بدان
پس فعولن با مفاعلتن بیار
ہفتمین متفاعلتن دان در شمار
ساز مفعولات را بہکم تمام
باتو گفتم اصل اوزان والسلام
فعولن فاعلاتن فاعلن مستعلنن دیگر
مفاعیلن مفاعلتن و مفعولات اے اصغر
شود متفاعلتن ہشتم ز ارکان عروضی پس
برائے ہشت ارکان قطعہ ہذا یاد کن از بر

شعر کے حصے

ہر شعر کے دو حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے کو مصرع کہتے ہیں۔ مصرع کے لغوی معنی دروازے کے ”پٹ“ کے ہیں۔ جس طرح دروازہ دو پٹوں سے بنتا ہے اس طرح شعر بھی دو مصرعوں سے بنتا ہے۔ اس کی علامت ”ع“ لکھی جاتی ہے۔

شعر کے پہلے مصرعے کے آغاز یعنی پہلے رکن کو ”صدر“ اور آخری حصہ یا آخری رکن کو ”عروض“ کہتے ہیں۔ دوسرے مصرعے کے پہلے رکن کو ”ابتدا“ یا ”مطلع“ اور آخری رکن کو ”ضرب“ یا ”عجز“ کہتے ہیں۔ دونوں مصرعوں کے درمیانی ارکان کو ”حشو“ کہتے ہیں۔ اس طرح مثنیٰ بحر کے ہر مصرعے میں دو حشو، مسدس میں ایک حشو اور مریع میں حشو نہیں ہوتا۔ مثال :

نہ میں سمجھا	نہ آپ آئے	کہیں سے
صدر	حشو	عروض
بیمین پو	نچھے اپنی۔	جہیں سے
ابتدا (مطلع)	حشو (آگنہ)	ضرب (عجز)

مثال :

ستائش گر	ہے زاہد اس	قدر جس با	غرضواں کا
صدر	حشو	حشو	عروض
وہ اک گل دستہ	ہے ہم بے	خودوں کے طا	قنسیاں کا
ابتدا (مطلع)	حشو (آگنہ)	حشو	ضرب (عجز)

اگر شعر میں چار ارکان ہوں تو وہ مریع کہلائے گا۔ اگر چھ ارکان ہوں تو مسدس اور آٹھ ارکان ہوں تو

مٹمن، یعنی ماہصل یہ ہے کہ ایک مصرعے میں جتنے رکن ہوں، انھیں دگنا کر کے بحر کے نام میں شریک کر دیتے ہیں۔

اگر ارکان عشرہ یا ارکان ثانیہ بحر میں کسی تغیر یا تبدیلی کے بغیر تکرار کیے جائیں تو اس بحر کو سالم بحر کہتے ہیں، اور جس بحر میں زحافات کی وجہ سے ارکان میں تبدیلی واقع ہوئی ہے، اس کو غیر سالم یا ”مزاحف“ کہتے ہیں۔

مثال: بیاں کیا کیجیہ بیداد کا دشاے مرگان کا
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
کہ ہر اک قطرہ خوں دانہ ہے تسبیح مرجاں کا (غالب)
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن (بحر ہزج مٹمن سالم)
مثال: تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لیے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لیے (مومن)
فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (بحر رمل مسدس محذوف۔ غیر سالم)

زحاف

زحف کے لغوی معنی تیر کا نشانے سے دوڑ پڑنا ہے۔ عروض کی اصطلاح میں زحف عروضی ارکان اصلی کے تغیر کو کہتے ہیں۔ زحف کی جمع زحاف ہے۔ عربی قاعدے میں یہ لفظ جمع کے صیغے میں ہے لیکن عروض میں واحد استعمال ہوتا ہے۔ زحاف کے استعمال سے جو رکن حاصل ہوتا ہے اس کو مزاحف کہتے ہیں۔ زحافوں کی مجموعی تعداد اڑتالیس (۲۸) ہے۔ ان اڑتالیس زحافوں میں سے گیارہ تو عربی شاعری سے مخصوص ہیں، جو عموماً وافر اور کامل میں استعمال ہوتے ہیں۔ بحر وافر میں تو اردو اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں اور شعرا نے مزاحف آہنگوں کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ یہ گیارہ زحافوں کے نام یہ ہیں: عصب، عضب، عقل، نقص، قطف، قصم، جقم، عقص، اضمار، وقص اور خزل۔

اگرچہ زحافوں کے نام بہت زیادہ ہیں لیکن یہ زحافات ارکان اصلی میں صرف چار طریقوں سے تغیر کرنے سے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) رکن میں حرف کا اضافہ کر کے۔ مثلاً سالم رکن فاعلاتن میں الف کے اضافہ سے ”فاعلاتان“ بنے گا۔ یہاں جس لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے اس کو اسباق و تسبیح کہتے ہیں اور جو رکن حاصل ہوتا ہے، یعنی یہاں ”فاعلاتان“ کو مسبیح کہتے ہیں۔

(۲) رکن میں حرف کو نکال کر۔ مثلاً فاعلاتن سے فاعلات بنا کر ”ن“ کو خارج کرتے ہیں۔

(۳) رکن میں متحرک کو ساکن کر کے۔ مثلاً متفاععلن کے ”ت“ کو ساکن کر کے متفاععلن بنا دیتے ہیں۔

(۴) رکن میں ساکن کو متحرک کر کے۔ مثلاً متفاععلن کے ”ت“ کو متحرک کر کے متفاععلن بنا دیتے ہیں۔

زحافوں کی زیادہ تعداد کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک ہی عمل زحف جب مختلف ارکان میں ہوتا ہے تو ان کے نام مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر مفاعیلین، فعولن اور مفاعلتن میں مفا، فعول اور مفاوئد مجموع ہے اور سروتہ مجموع یعنی میم (م) کے گرانے کے عمل کو تینوں ارکان میں خرم ہی کہتے ہیں، لیکن

”مفاعیلن“ میں اس زحاف کا نام ”خزم“ ”فعولن“ میں اس کو ”اٹلم“ اور مفاعلتن میں اس کو ”عصب“ کہتے ہیں۔

اگر مزاحف (زحف کے بعد حاصل ہونے والا رکن) میں ایک تبدیلی واقع ہو یعنی ایک زحف لگایا جائے تو اسے زحاف مفرد یا بسیط کہتے ہیں۔

اگر مزاحف پر کئی زحاف لگائے جائیں تو اسے زحاف مرکب یا مزدوج کہتے ہیں۔ ہم زحافوں کی تکرار سے بچنے کے لیے ان کا ذکر ان کی مربوط بحروں کے ساتھ کریں گے۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مرکب زحاف ایک ساتھ ہی رکن کے مختلف اجزا پر لگتے ہیں۔ یعنی اس اصول کے تحت مزاحف پر کوئی جدید زحف نہیں لگایا جاسکتا۔

عروضیوں نے زحافوں کو مزید دو گروہ میں تقسیم کیا ہے۔ ایک گروہ جو ”عام زحافات“ کہلاتے ہیں اور شعر میں کسی بھی مقام پر لائے جاسکتے ہیں۔ دوسرے گروہ میں وہ زحافات ہیں جو مصرعوں کے آغاز یعنی صدر اور ابتدا کے لیے مخصوص ہیں یا پھر مصرعوں کے اختتام یعنی عروض اور ضرب کے لیے مخصوص قرار دیے گئے ہیں۔ ایسا کوئی زحاف نہیں جو ”حشو“ یا ”حشویں“ کے لیے مخصوص ہو۔ صدر اور ابتدا کے زحافات جو اہل عرب نے خاص بنائے وہ خرم، ٹلم، عرب، شتر اور ثرم ہیں لیکن یہ زحافات فارسی اور اردو میں عام زحافات ہی ہیں اور شعر کے کسی بھی حصے میں آسکتے ہیں۔ عروض اور ضرب کے لیے مخصوص زحاف عربی قطع، حذو، اذالہ، ترفیل، تسبیغ، خلع، وقف، کسف، صلم، قصر، حذف، بتر اور تشعیث۔ فارسی زبان میں جب، ہتم، بتر، جدع، نحر، جھف، ربح، درس، عرج، طمس، زبل، رفع اور سلخ مخصوص زحاف شمار کیے جاتے ہیں۔ اردو میں دونوں زبانوں کے بیان کردہ زحافوں سے استفادہ کیا گیا۔

اس ضمن میں قاری کی مزید معلومات کے لیے نجم الغنی مرحوم کی ”بحر الفصاحت“ مطبوعہ ۱۹۲۶ء، مرزا محمد عسکری کی ”آئینہ بلاغت“ مطبوعہ ۱۹۳۶ء، پروفیسر عنوان چشتی کی بحث، عروضی اور فنی مسائل، اور کمال الدین صدیقی کی ”آہنگ اور عروض“ کا مطالعہ ضروری ہے۔

تقطیع

تقطیع کے لغوی معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں جو عروضی اصطلاح میں کسی شعر کے اجزا کو بحر کے ارکان پر اس طرح وزن کرنے کو کہتے ہیں کہ ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک حرف واقع ہو۔ اس قسم کی تقطیع کو ”تقطیع بہ شمارہ حرکت و سکون“ کہتے ہیں۔

اس تقطیع میں پہلے شعر کے دونوں مصرعوں کے لفظوں کے ملفوظی حرفوں کو جدا جدا ترتیب دے کر لکھتے ہیں اور پھر ان پر حرکات اور سکون (زیر، پیش اور جزم) کی علامات لگا کر۔

حاصل کیا جاتا ہے کہ دونوں مصرعوں میں حرکات اور ساکن حروف کی تعداد مساوی اور ایک ہی طرح کی ترتیب میں ہو۔ بعض عروضیوں نے متحرک کو چھوٹا سادہ اور ساکن کو الف کی علامت سے ظاہر کیا ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھا جائے کہ مصوت "Vowel" کی حرکات کو یکساں ہونے کی ضرورت نہیں، یعنی زبر زیر اور پیش کے مقابل ان کی کوئی بھی حرکت آسکتی ہے۔ مثلاً بلبل اور طوطی وزن فعلن پر ہیں۔ مثال :-

مسلمانان مرا وقتی دلی بود که با وی گفتمی گر مشکلی بود (حافظ)										
م	سل	ما	نن	م	را	وق	تی	د	لی	بود
۰	۱۰	۱۰	۱۰	۰	۱۰	۱۰	۱۰	۰	۱۰	۱۱۰
ک	با	وی	گف	ت	می	گز	مش	ک	نی	بود
۰	۱۰	۱۰	۱۰	۰	۱۰	۱۰	۱۰	۰	۱۰	۱۱۰
مفا	عی	لن	مفا	عی	لن	مفا	عی	لن	مفا	عی

تقطیع کرتے وقت صرف وہی حروف گنے جائیں گے جو ملفوظی ہوں، یعنی جو حروف تلفظ ہوں یا پڑھے جائیں۔ اسی طرح تقطیع میں وہ حروف بھی شامل کیے جائیں گے جو لکھے نہیں جاتے مگر پڑھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر خواب اور خوش میں ”واو“ لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا اور وہ شمار نہیں ہوتا جبکہ طاؤس میں ”واو“ صرف ایک بار لکھا جاتا ہے اور دوبار پڑھا جاتا ہے اور اسے دو حروف میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہم یہاں فارسی کا ایک شعر نقل کریں گے جس کے پہلے مصرع میں بائیس (۲۲) حروف اور دوسرے مصرع میں تینتالیس (۲۳) حروف ہیں لیکن دونوں مصرعوں کا وزن برابر ہے کیونکہ مصرع دوم میں کئی حروف مکتوب ہیں لیکن ملفوظی نہیں۔

نشست سرور اہل کرم بہ مجلس خاص

دوخوان سرخوان دوسر خوان خواست خوان چرخوان کنخواست

تقطیع کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ شعر کے کسی موزوں وزن پر ایسے ٹکڑے کریں کہ وہ کسی بحر یا اس کی فروغ کے وزن کے مطابق ہو جائے۔ مثال کے طور پر مومن خان مومن کے اس شعر کے ہر مصرعے کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

تم نے بدلے	ہم سے گن گن	کے لیے
ہم نے کیا چا	ہاتھ اس دن	کے لیے

”تم نے بدلے“ میں سات حروف ملفوظی ہیں، کیونکہ ”نے“ کی یاے خفصی پڑھی نہیں جاتی، اس لیے شمار نہ ہوگی۔ اگر ہم ان سات حروف پر مشتمل لفظوں پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میں پہلے سبب خفیف (تم) پھر وند مجموع (ن بد) اور آخر میں سبب خفیف (لے) ہے۔ چنانچہ یہ ٹکڑا ارکان اصلی میں ”فاعلاتن“ کے وزن کے برابر ہے۔

”ہم سے گن گن“ میں بھی سات حروف ملفوظی ہیں کیونکہ ”سے“ کی یاے خفصی پڑھی نہیں جاتی، اس لیے شمار نہ ہوگی اور اگر ہم ان سات حروف پر مشتمل لفظوں پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میں پہلے سبب خفیف (ہم) پھر وند مجموع (س گن) اور آخر میں سبب خفیف (گن) ہے۔ چنانچہ یہ ٹکڑا بھی ارکان اصلی میں صرف ”فاعلاتن“ کے وزن کے برابر ہے۔

مصرعے کے آخری ٹکڑے ”کے لیے“ میں پانچ حروف ملفوظی ہیں اور اگر ان حرفوں سے بنے الفاظوں پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ پہلا لفظ ”کے“ سبب خفیف اور دوسرا لفظ ”لیے“ وند مجموع ہے۔ چنانچہ یہ ٹکڑا ارکان اصلی کے ”فاعلاتن“ کے برابر ہے۔ اسی طرح دوسرے مصرعے کی تقطیع کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہم نے کیا چاہا فاعلاتن، ہاتھ اس دن فاعلاتن اور کے لیے فاعلاتن کے وزن کے برابر ہے۔ پس اس شعر کی تقطیع ”فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن“ ہے جو بحر مل مسدس محذوف ہے جس کا بیان تفصیل سے آئندہ صفحات پر ہوگا۔

تقطیع ہجائی اور آہنگی

متحرک اور ساکن حرفوں کو گنتے کے طریقہ کار کے علاوہ ایک دوسری طریقے کی تقطیع بھی موجود ہے جسے تقطیع ہجائی اور آہنگی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ تقطیع فارسی میں مقبول ہے لیکن اردو ادب میں اس کا برائے نام ذکر ملتا ہے، جبکہ اس تقطیع کے رواج سے خصوصی طور پر مبتدیوں کو بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ہم یہاں اس تقطیع کا تفصیل سے ذکر کریں گے۔

اس تقطیع کے طریقہ کار کو سمجھنے سے پہلے اردو زبان کے صامت (Consonant) اور متحرک حرفوں کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے۔ صامت حروف (Consonant) وہ حروف ہیں جن کے تلفظ کے وقت ہوا کی نالی (Vocal Cards) تنگ ہو جاتی ہے۔ ہر زبان میں صامت حروف کی تعداد مختلف ہے۔ فارسی میں ۲۳ اور اردو میں _____ حروف ہیں۔

مصوت یا متحرک حروف (Vowel) وہ حروف ہیں جن کے تلفظ کے وقت ہوا کی نالی (Vocal Cards) کشادہ اور کھلی رہتی ہے۔ فارسی اور اردو میں چھ مصوت اصلی ہیں جن میں تین مصوت کوتاہہ زیر ’زبر‘ پیش ہیں جو حساب کے لحاظ سے ایک عدد گنے جاتے ہیں۔ یہ مصوت کوتاہہ اعراب کی شکل میں حرفوں کے اوپر یا نیچے لگائے جاتے ہیں اور ان حرفوں کے تلفظ کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر :

دل = د ل

جل = ج ل

ان کوتاہ مصوتوں کے علاوہ فارسی اور اردو میں تین مصوت بلند (ا، ی، و) موجود ہیں جو حساب کے لحاظ سے دو گئے جاتے ہیں۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ کوئی صامت (Consonant) بغیر مصوت (Vowel) کے اور کوئی بھی مصوت (Vowel) بغیر صامت (Consonant) کے صحیح طریقے پر تلفظ نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر جب ہم ”ا“ کہتے ہیں تو درحقیقت ہم دو حروف استعمال کر رہے ہیں۔ پہلا حرف ”ء“ صامت اور دوسرا زبر (۔) جو کہ مصوت کوتاہ ہے جو ایک شمار کیا جاتا ہے۔ فارسی اور اردو زبان میں سب سے چھوٹا واحد جو قابل تلفظ ہے جسے ہجا کہتے ہیں وہ ایک صامت (Consonant) اور ایک مصوت (Vowel) سے بنتا ہے۔ ہجا صامت حرف سے شروع ہو کر صامت حرف پر ہی ختم ہوتا ہے۔ ہجا دو تین اور چار حرفوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ جیسے :

نہ = ن + ے

جا = ج + ا + ے

جگر = ج + گ + ر + ے

ہجا ایک دم جیسے کہ نہ دو دم جاؤ کھاؤ یا کئی دم جیسے رنگین میں ادا کیا جاسکتا ہے اور کئی دم میں ادا کرتے وقت لب اور دہن کی مسفعطن بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اردو اور فارسی میں تعداد حروف اور حرکتوں پر مبنی ہجا کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ہجائے کوتاہ: دو حرفوں سے مل کر بنتا ہے جیسے کہ نہ۔ اسے خط عروضی میں (ن) لکھتے ہیں۔
(۲) ہجائے بلند: تین حرفوں سے مل کر بنتا ہے جیسے در، دل، گل وغیرہ اسے خط عروضی میں (۔) لکھتے ہیں۔

(۳) ہجائے کشیدہ: یہ چار پانچ حرفوں سے بنتا ہے جیسے یار، شرم وغیرہ۔ اسے خط عروضی میں (U) لکھتے ہیں۔ ہر ہجائے کشیدہ ایک ہجائے بلند اور ایک ہجائے کوتاہ کے مساوی ہوتا ہے۔

ہم یہاں بطور مثال تقطیع ہر تین طریقوں پر انجام دیں گے۔

مری تعمیر میں مضر ہے اک صورت خرابی کی

مری تی	ر میں مضر	ہے اک صورت	خرابی کی
مری تی	رم مضمر	ھا اک صورت	خرابی کی

۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰
--- U	--- U	--- U	--- U
مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین
م دھقاں کا	ہے خون گر	ق خرم ن کا	ہیو لی بر
م دھق اک	ھ خونے گر	ق خرم ن ک	ھ ی ول اب ر
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰
--- U	--- U	--- U	--- U
مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین

علامات تقطیع

تقطیع میں استعمال ہونے والی علامتوں کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

- (۱) زیر یا فتح کو حروف کے اوپر لکھا جاتا ہے اور اس کی علامت (ـ) ہے۔
- (۲) زیر یا کسرہ کو حروف کے نیچے لکھا جاتا ہے اور اس کی علامت (ـ) ہے۔
- (۳) پیش یا ضمہ کو حروف کے اوپر لکھا جاتا ہے اور اس کی علامت (ـ) ہے۔
- (۴) تنوین جس کی علامت (ـ) ہے تقطیع میں (ن) لکھا جاتا ہے۔
- (۵) ہجائی کوتاہ یا ہجائی مختصر کی علامت (U) ہے اس کو (CV) بھی لکھتے ہیں۔
- (۶) ہجائی بلند یا ہجائی طویل کی علامت (-) ہے اس کو (CVC) بھی لکھتے ہیں۔
- (۷) ہجائی کشیدہ یا ہجائی دراز کی علامت (U-) ہے اس کو (CVCC) بھی لکھتے ہیں۔
- (۸) سکون یا ساکن حرف کی علامت (۸) یا (۵) ہوتی ہے۔
- (۹) خط عرضی میں متحرک حرف یعنی زیر، زیر، پیش کی علامت (۵) ہوتی ہے۔
- (۱۰) خط عرضی میں ساکن حرف یعنی جزم (۵-۸) کی علامت (۱۱) ہوتی ہے۔
- (۱۱) ہجائے مختصر یا کوتاہ کی علامت (۰) ہوتی ہے۔
- (۱۲) سبب خفیف جو ایک متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے اس کی علامت (۱۰) ہے۔
- (۱۳) سبب ثقیل جو دو متحرک حرفوں سے بنتا ہے اس کی علامت (۰۰) ہے۔
- (۱۴) وند مجموع جو دو متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے اس کی علامت (۱۰۰) ہے۔
- (۱۵) وند مفروق جو دو متحرک حرفوں کے درمیان ایک ساکن حرف سے بنتا ہے اس کی علامت (۱۰۰) ہے۔

- (۱۶) فاصلہ صغیر جو تین متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے اس کی علامت (۱۰۰۰) ہے۔
 (۱۷) فاصلہ کبریٰ جو چار متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے اس کی علامت (۱۰۰۰۰) ہے۔
 (۱۸) الف ممدودہ (آ) کی علامت (۱۱) ہے یعنی آؤ جسے (۱۱) لکھتے ہیں۔
 (۱۹) اضافت میں زیر کو ”ی“ لکھتے ہیں جیسے شب تیرہ کو ”ش بی تی ر“ لکھتے ہیں۔
 (۲۰) مشدود حروف کو دوبار لکھتے ہیں جیسے طاؤس کو طاؤس لکھتے ہیں۔

قواعد تقطیع کے مفید نکات

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے تقطیع میں صرف وہی حروف شمار کیے جاتے ہیں جو ملفوظی ہوں، اگرچہ ظاہری طور پر وہ مکتوبی نہ ہوں۔ چنانچہ اس کے برعکس جو حروف ملفوظی نہ ہوں، اگر مکتوبی بھی ہوں تو وہ تقطیع میں گنے نہیں جائیں گے۔
 قارئین کی سہولت کی خاطر ہم مفید نکات کو یہاں خلاصے کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱) الف کا بیان

(۱) الف وصل

وہ الف ہے جو الفاظ کے شروع میں آئے اور اس کے پہلے کا حرف ساکن ہو اور ضرورت کی وجہ سے اس ساکن حرف کو متحرک کر کے ”الف“ کے بعد کے حرف سے ملا دیتے ہیں۔ جیسے ذیل کے مصرع میں ”تیر“ کی ”رے“ کو متحرک کر کے ”انداز“ کے ”نون“ سے ملا دیتے ہیں اور یہ درمیانی الف گرا دیا جاتا ہے۔

ج کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

پس معلوم ہوا الف وصل شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ پڑھا نہیں جاتا، لیکن اگر کسی شعر میں پڑھا جائے تو شمار کیا جائے گا۔

ج قدر انداز نے ناوک لگائے تین سونوے اگر باور نہ ہو گن لودل ناشاد کے کلڑے
 یہاں ”انداز“ کا الف شمار کیا جائے گا۔

اسی طریقے پر حروف شمسی جیسے ضیاء الحق، ہواشمس میں الف اور لام دونوں گرا دیے جاتے ہیں اور تقطیع میں شمار نہیں ہوتے۔ اسی طرح ”ابن“ سے الف گر جاتا ہے اور ”بن“ رہ جاتا ہے۔ ”ذوالفقار“ اور ”ابو اسحاق“ میں ”ذو“ اور ”ابو“ پہلے گر جاتے ہیں۔

(ب) الف ممدودہ

جس الف پر مد ہوگی اسے الف ممدودہ کہتے ہیں۔ اگر اس کو شاعر نے کھینچ کر پڑھا ہے تو یہ دو حساب ہوگی ورنہ صرف ایک ہی شمار کی جائے گی۔ جیسے آنا میں ایک الف اور آؤ میں دو الف حساب کی جائیں گی۔ مثال :

ع ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
ع آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
ع آپ آجائیں تو محفل مری محفل ٹھہرے

(ج)

ہندی الفاظ کے آخر میں جو حروف علت (ا، و، ی) دب کر نکلتے ہیں وہ اگر درمیان مصرع میں ہوں تو وہ شمار نہیں کیے جاتے۔ مثال :

کا - تھا میں الف ع عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا
بھی - کی میں ی ع سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
کو ' ہو میں و ع تو ہو اور آپ بہ صدر گنگ گلستان ہونا

(د) تنوین

کی علامت جس حرف پر لگائی جاتی ہے وہ نون کی آواز دیتا ہے۔ زبر کی تنوین لگاتے وقت لفظ کے آخر میں ایک فالتو الف کا اضافہ کر کے علامت لگائی جاتی ہے جیسے فوراً جس کو تقطیع میں ”فون“ پڑھا جاتا ہے اور فالتو الف کا شمار نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح اگر لفظ کے آخر میں پہلے ہی سے الف ہو تو ہمزہ کا اضافہ کر کے یہ علامت لگاتے ہیں جیسے ابتداؤ اور ہمزہ کو شمار نہیں کر کے صرف فون شمار کیا جاتا ہے۔ جن الفاظ کے آخر میں ”ت“ ہوتی ہے اس پر الف یا ہمزہ نہیں لگاتے جیسے دفعۃً وغیرہ۔

(ه)

بعض عربی الفاظ جیسے اللہ اور اللہ پر جو چھوٹا الف لکھا جاتا ہے وہ شمار نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اللہ کی تقطیع اللہ اور اللہ کی تقطیع اللہ ہے۔
(نوٹ) رحمٰن اور اسمٰعیل میں الف شمار کیا جائے گا۔

(و)

بعض عربی الفاظ میں حروف علت (ا، و، ی) نہیں لکھے جاتے لیکن شمار کیے جاتے ہیں جیسے:

ہذا	تقطع میں	ہاذا ہے
لہ	تقطع میں	لھو ہے
اللہ	تقطع میں	اللہا ہے
بہ	تقطع میں	بھی ہے

(۲) نون کا بیان

- (الف) اگر نون پوری آواز سے ادا کیا جائے، جیسے پان، کان، مان تو شمار کیا جائے گا۔
- (ب) نون غنہ الفاظ کے درمیان ہو، جیسے گنگا، کنواں، وغیرہ یا الفاظ کے آخر میں ہو جیسے ہوں، کیوں، اور ماں وغیرہ، تقطع میں شمار نہیں کیا جائے گا، اگرچہ وہ لفظ مصرع کے درمیان ہو یا آخر میں۔ بعض شعرا نے فارسی کی تقلید کر کے نون غنہ کو اشعار کے آخر، یعنی عروض اور ضرب میں شمار کیا ہے۔
- (ج) اردو میں نون غنہ کے پہلے حرف علت بھی گر جاتا ہے۔ جیسے ماں اور میں، میں صرف میم کا شمار کیا جائے گا اور نون غنہ کے ساتھ حروف علت ”الف“ اور ”ی“ بھی شمار نہیں ہوگا۔

(۳) یائے ”ی“ کا بیان

- (الف) اردو الفاظ کے آخر میں ”ی“ جو دب کر نکلتی ہے شمار نہیں ہوتی، اگر مصرع کے درمیان میں ہو۔ جیسے بھی، ہی، کی میں ”ی“ شمار نہیں ہوتی۔
- (ب) یائے مخلوط بھی ہندی الفاظ جیسے کیا، کیوں وغیرہ میں شمار نہیں ہوتی۔
- (ج) یائے منظر جیسے کیا، دیا، لیا وغیرہ میں ”یائے“ شمار کی جاتی ہے۔
- (د) یائے بطنی، جو کسرہ اضافت کے اشباع سے پیدا ہوتی ہے شمار کی جاتی ہے، جیسے ”عالم تقریر“ کو ”عالی تقریر“ پڑھا جائے گا۔
- (ه) اردو الفاظ میں اگر ”ی“ اشباع کیا جائے تو سالم رہے گا ورنہ تقطع سے ساقط ہوگا۔ جیسے ”ہوئی“ میں ساقط اور ”کوئی“ میں شمار کی جائے گی۔

(۴) واؤ کا بیان

- (الف) واؤ عاطفہ: جو دو لفظوں کے درمیان آتی ہے، اگر کھینچ کر نہ پڑھی جائے تو شمار نہیں ہوگی، جیسے دین و دنیا، ملت و ملک وغیرہ میں واؤ شمار نہیں ہوگی۔
- (ب) واؤ معدولہ: جو ”خ“ کے بعد آتی ہے اور پڑھی نہیں جاتی، شمار نہیں ہوتی۔ جیسے خوش، خواب اور خود کو خوش، خواب اور خود پڑھا جاتا ہے۔

(ج) ”اور“ میں واؤ گر جاتا ہے۔

ع اور چھ ماہی ہو سال میں دوبار

(د) واؤ مخلوط: بعض لفظوں میں اگر واؤ ملفوظی نہ ہو جیسے تو اور چو میں، بھی شمار نہیں کیا جائے گا۔ بعض اردو لفظوں میں واؤ دب کر نکلتا ہے جیسے کوہ میں واؤ شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

(۵) ہائے کا بیان

(الف) ہائے مخفی: جو لفظ میں اظہار حرکت کے لیے ہوتی ہے۔ جیسے چہ کہ نہ وہ وغیرہ میں ”ہ“ شمار نہیں کی جاتی۔

(ب) ہائے مخلوط بھی شمار نہیں کی جاتی۔ جیسے کھا، پھر وغیرہ۔ ہائے مخلوط اردو میں مخلوط حروف سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان مخلوط حروف کی آواز بھی مفرد ہوتی ہے۔

(ج) ہائے مظہر جب پڑھی جاتی ہے تو ایک حرف شمار کی جاتی ہے۔ جیسے شدہ قطرہ آہ میں، لیکن جب کسرہ کے ساتھ ہو تو دو حرف سمجھی جاتی ہے۔ جیسے کشتہ جفا، وغیرہ۔ اردو میں ہائے مظہر عموماً گرا دی جاتی ہے۔

(د) وہ ”واؤ“ جو پیش کی حرکت سے کھینچ کر پڑھا جائے۔ جیسے داؤد طاؤس میں ”واؤ“ دوبار پڑھا جائے گا۔

(۶) ہمزہ کا بیان

ہمزہ ”ی“ اور واؤ کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو ”مذ“ الف کے ساتھ یعنی جہاں ”ی“ کی آواز دو ”ی“ کے برابر ہو یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے وہاں بطور علامت اسے لکھ دیتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ”ی“ اور واؤ کے ساتھ آتا ہے جیسے کئی کھاؤں وغیرہ۔ ان کو دو دو حساب کیا جاتا ہے۔

(۷) تشدید

جس حرف پر ہوگی وہ دوبار پڑھا جائے گا۔
ع کوئی مجنوں کا قصہ سارباں کو

(۸) وتمد موقوف

ایسے حرف کو کہتے ہیں جو کسی ساکن حرف کے بعد آئے اور اس پر کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ عروض میں ایسے الفاظ جب مصرعے کے شروع یا بیچ میں آئیں تو حرف موقوف کو متحرک قرار دیتے ہیں اور اگر

مصرعے کے آخر میں ہو تو کوئی تبدیلی نہیں کرتے، کیونکہ اردو میں مصرعے کا آخر سکوت چاہتا ہے۔

(۹) حروف علت

کے بعد اگر دو ساکن حرف آئیں تو ان میں سے ایک حرف ساکن سا قحط ہو جاتا ہے یعنی اگر یہ لفظ مصرعے کے درمیان یا آغاز میں ہو تو ساکن کو متحرک کر دیتے ہیں اور دوسرے کو گرا دیتے ہیں لیکن اگر مصرعے کے آخر میں ہو تو پہلے ساکن کو ساکن ہی رکھ کر دوسرے کو گرا دیتے ہیں۔ جیسے دوست، پوست میں کہیں ”س“ کو متحرک کر کے ”ت“ کو گرا دیتے ہیں اور کہیں ”س“ کو ساکن رکھ کر ”ت“ کو گرا دیتے ہیں لیکن شاعر اپنے اختیارات شاعرانہ کی وجہ سے دونوں ساکن لفظوں کو متحرک بھی کر سکتا ہے۔ یہ بھی جانتا ضروری ہے کہ تطبیع میں شاعر ایک متحرک حرف کے مقابل ایسا ساکن حرف لاسکتا ہے جس کے قبل بھی ساکن موجود ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

بحروں کا بیان

جس طرح موسیقی میں لحن اور آواز مختلف پیمانے اور آلات سنج رکھتے ہیں، اسی طرح شعر بھی وزن کے مختلف پیمانے رکھتے ہیں، جنہیں بحر کہتے ہیں۔ بحر کے لغوی معنی ”سمندر“ کے ہیں۔ علم عروض کی اصطلاح میں بحر اس کلام موزوں کو کہتے ہیں جس کے وزن پر انواع اور اقسام کے اشعار جمع ہو سکیں، یعنی سمندر میں جس طرح انواع اور اقسام کی چیزیں جیسے موتی، مونگھے، نباتات اور حیوانات ہوتے ہیں، اسی طرح علوم عروض کی ہر بحر میں انواع اور اقسام کے اشعار موجود ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شعر کے وزنی پیمانے کو اس لیے بحر کہتے ہیں کہ جس طرح سمندر میں پھنس جانے والا شخص حیران اور سرگرداں نظر آتا ہے، اسی طرح سے جو شخص نظم کی بحر میں گم ہو جاتا ہے، وہ یہ دیکھ کر سرگرداں اور حیران ہو جاتا ہے کہ بحر کے ارکان کے تغیرات کتنے زیادہ ہیں اور ان کے اوزان کیا کیا ہیں۔

کلام منظوم دس ”ارکان“ یا ان کے زحافات سے تقطیع کیا جاتا ہے۔ انہیں دس ارکان سے انیس (۱۹) بحر بنی ہیں۔

شعر و ادب کے محققوں نے خلیل ابن احمد بصری کو علم عروض کا بانی قرار دیا ہے۔ خلیل ابن احمد (۱۰۰-۱۷۰ ہجری) کے اجداد ایرانی تھے جو شہنشاہ ایران انوشیروان دادگر کے زمانے میں یمن روانہ کیے گئے تھے۔ خلیل صرف علم عروض ہی کا بانی نہیں تھا بلکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے عربی میں علم لغت میں ”کتاب العین“ اور علم موسیقی میں ”کتاب النغم“ بھی لکھی۔ علم موسیقی کی اطلاعات سے فائدہ اٹھا کر ہی خلیل ابن احمد نے علم عروض کی بنیاد گزاری کی، جس کا مفصل ذکر مشہور عربی مورخ جارج زیدان لبنانی نے ”تاریخ آداب اللغة العربیہ“ جلد دوم صفحہ ۲۲ پر کیا ہے۔

خلیل ابن احمد نے پندرہ بحر بنی اور پانچ دائرے ایجاد کیے۔ ابوریحان البیرونی کے مطابق عربی عروض کے قواعد اور سنسکرت عروض کے قواعد میں جو مناسبت اور مماثلت موجود ہے، غالباً اس کی وجہ

بندر بصرہ میں خلیل ابن احمد کی ہندوستانیوں کے علم سے آگاہی اور ان سے مشورت ہوگی۔
ابوالحسن سعید لٹنی اخفش (وفات ۳۱۵ ہجری) نے ایک بحر تدارک ایجاد کی اور بحروں کی تعداد
سولہ تک پہنچی۔ پھر علمائے ایران جن میں ابوالحسن علی بہرائی سرخسی، بزرجمهر قاضی قاضی اور منشوری سمرقندی
قابل ذکر ہیں پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں تین بحریں قریب، جدید اور مشکل ایجاد کیں اور اس
طرح کل بحروں کی تعداد انیس (۱۹) ہو گئی۔

ان انیس (۱۹) بحروں میں پانچ بحریں طویل، بیسط، وافر، کامل اور مدید زیادہ تر عربی زبان
میں مروج ہیں۔ فارسی، ترکی اور اردو شعرا نے انہیں بہت کم استعمال کیا، کیونکہ ان کا آہنگ ان زبانوں
کے لیے مانوس نہ تھا۔

دوسری تین بحریں جدید، قریب اور مشکل خالص فارسی بحریں ہیں اس لیے انہیں عربی
شعرانے ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ بحریں عربی میں مستعمل نہیں۔ انیس (۱۹) بحروں میں سات ایسی بحریں ہیں
جو ایک ہی رکن کی تکرار سے بنی ہیں جن کو مفرد بحریں کہتے ہیں۔ دوسری بارہ بحریں دو رکن کی تکرار سے
بنی ہیں جن کو مرکب بحریں کہتے ہیں۔ ان انیس (۱۹) بحروں کے نام فارسی اشعار میں یوں نظم کیے گئے ہیں۔

رجز، خفیف و رمل، منسرح، دگر جٹ

بیسط و وافر و کامل، ہزج، طویل و مدید

مشاکل و مقارب، سرلج و مقضب

مضارع و تدارک، قریب، نیز جدید

ایک رکن کی تکرار سے سات مفرد بحریں بنتی ہیں جو یہ ہیں:

(۱) مقارب فعلن چار بار

(۲) تدارک فاعلن چار بار

(۳) رجز مستعلن چار بار

(۴) ہزج مفاعیلن چار بار

(۵) رمل فاعلاتن چار بار

(۶) کامل متفاعلن چار بار

(۷) وافر مفاعلتن چار بار

دو رکنی بارہ بحریں یہ ہیں:

(۸) طویل فعلن مفاعیلن دو بار

185

فاعلاتن فاعلن دوبار	مدید	(۹)
مستقلن فاعلن دوبار	بیض	(۱۰)
مفاعیلن فاعلاتن دوبار	مضارع	(۱۱)
مفعولات مستقلن دوبار	مقصب	(۱۲)
مستقلن فاعلاتن دوبار	مجتب	(۱۳)
مستقلن مفعولات دوبار	منسرح	(۱۴)
مستقلن مستقلن مفعولات	سریج	(۱۵)
فاعلاتن فاعلاتن مستقلن	جدید	(۱۶)
مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن	قریب	(۱۷)
فاعلاتن مستقلن فاعلاتن	خفیف	(۱۸)
فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن	مشاکل	(۱۹)

اردو ادب کے بعض عروض دانوں نے مرکب بحرؤں کے نام آسان بنانے کے لیے ان کے مرکب نام رکھ دیے ہیں۔

(۱) رجز مرکب

جو مرکب بحر میں مفعولات اور مستقلن کی ترکیب سے بنی ہیں۔ ان کی تین صورتیں ہیں:

- (الف) مستقلن، مفعولات، مستقلن، مفعولات (منسرح)
- (ب) مفعولات، مستقلن، مفعولات، مستقلن (مقصب)
- (ج) مستقلن، مستقلن، مفعولات (سریج)

(۲) ہزج رمل

جن کی ترکیب مفاعیلن اور فاعلاتن پر ہو۔ ان کی تین صورتیں ہیں:

- (الف) مفاعیلن، فاعلاتن، مفاعیلن، فاعلاتن (مضارع)
- (ب) مفاعیلن، مفاعیلن، فاعلاتن (قریب)
- (ج) فاعلاتن، مفاعیلن، مفاعیلن (مشاکل)

(۳) رجز رمل

جن کی ترکیب فاعلاتن اور مستقلن سے ہو۔ ان کی تین صورتیں ہیں۔

- (الف) فاعلاتن، فاعلاتن، مستفعلن (جدید)
 (ب) فاعلاتن، مس تفعّلن، فاعلاتن (خفیف)
 (ج) مس تفعّلن، فاعلاتن، مس تفعّلن، فاعلاتن (جث)

(۴) رجز متدارک

جس کی ترکیب مستفعلن اور فاعلن پر ہو۔
 مستفعلن، فاعلن، مستفعلن، فاعلن (بسیط)

(۵) متقارب ہزج

جس کی ترکیب فاعلن اور مفاعیلن پر ہو۔
 فاعلن، مفاعیلن، فاعلن، مفاعیلن (طویل)

(۶) رمل متدارک

جس میں فاعلاتن اور فاعلن کی ترکیب ہو۔

فاعلاتن، فاعلن، فاعلاتن، فاعلن (مدید)

بحر قریب، جدید اور مشاکل میں عربی شعر نہیں کہے گئے۔ فارسی شعرانے متقارب، رجز، رمل اور ہزج میں بہت اشعار کہے لیکن وافر، کامل، طویل، مدید اور بسیط میں بہت کم شعر کہے۔ اردو شعرانے عربی اور فارسی بحرؤں کا خیال نہیں کیا بلکہ جو بحر پسند آئی وہ برتی اور باقی بحرؤں کو چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر جمال الدین جمال نے اپنی تصنیف ”اردو شاعری میں مروجہ اوزان“ میں اس مسئلے پر بڑی عالمانہ تحقیقی اور تنقیدی بحث کی ہے۔ یہ کتاب ”اردو شاعری میں مروجہ اوزان“ پر پہلی مستند کتاب ہے جس میں اردو ادب کے ۶۷ شعرا کے مجموعہ کلام کی کتابوں کا تجزیہ شامل ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر جمال کے مقالے سے قبل، اور ان کے بعد بھی، بعض افراد نے بعض خصوصی شعرا کے کلام کا عروضی تجزیہ کیا ہے جن میں علامہ اقبال کے کلام پر جناب حفیظ صدیقی، داغ، نذیر اور حالی کی ۲۵۶ نظموں پر جناب عبدالرحمن کا تجزیہ نظر آتا ہے، لیکن ان نمونہ جات کو اردو ادب کے مروجہ اوزان کا تجزیہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اولاً یہ نمونہ خصوصی شعرا کے خاص رجحانی کیفیت کا مختصر خاکہ ہے۔ ثانیاً یہ نمونہ اپنی کمیت یا سائز کے اعتبار سے اردو شاعری کے بحر بیکراں میں ایک چھوٹی سی خلیج کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر جمال نے جن ۶۷ شعرا کے کلام کا عروضی تجزیہ کیا، ان میں متقدمین، متوسطین، متاخرین اور جدید شعرا شامل ہیں۔ ان میں دکنی، بنگالی، پنجابی، سرحدی، شعرا کے ساتھ دبستان اردو، معلیٰ، یعنی دہلی، لکھنؤ اور آگرہ کے شعرا شامل ہیں۔ اس تحقیق

کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو شعرا نے تقریباً ہر بحر میں شعر کہے، اگرچہ بحر وافر، مدید، عریض، مقضب، طویل، بسیط، جدید، قریب اور مشاکل میں اشعار ۱۰ فیصد سے بھی کم ہیں۔

اردو میں صرف چار بحروں رل، ہزج، مضارع اور جث کی مجموعی اٹھارہ فروعات میں اسی (۸۰) فیصد کلام ملتا ہے۔ بحر خفیف، متقارب، رجز اور متدارک میں مزید پندرہ فیصد کلام نظر آتا ہے۔ اس طرح مجموعی طور سے اردو شاعری کا ۹۵ فیصد حصہ صرف انہی آٹھ بحور میں ہے۔ اگر معروف انیس بحروں میں سیفی کی ایجاد کردہ تین بحریں عریض، عمیق اور مقوف کا اضافہ کیا جائے تو کل تعداد بائیس (۲۲) ہوتی ہے، جن میں سے مقوف اور عمیق میں مضمون نگار نے کوئی شعر نہیں دیکھا۔ اس طرح باقی بارہ بحروں میں اردو شاعری کا صرف پانچ فیصد کلام نظر آئے گا۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اردو شاعری کا آہنگ اور ذوق عربی کی نسبت فارسی شاعری کے نزدیک ہے کیونکہ فارسی میں بھی انہیں بحروں میں کثرت سے اشعار ملتے ہیں۔ اردو میں سب سے زیادہ مروجہ بحر رل ہے۔

جدول

بحر کا نام	فروع کی تعداد	وقوع فی صد
رل	۴	۳۰.۹۵
ہزج	۶	۱۹.۳۸
مضارع	۲	۱۷.۸۸
جث	۱	۱۱.۲۰
خفیف	۱	۸.۱۰
مقارب	۶	۵.۳۶
رجز	۱	۱.۱۱
متدارک	۱	۰.۸۴
کل بحور ۸	۲۲	۹۴.۹۲

ان انیس (۱۹) اصلی بحروں کے علاوہ بارہ جدید بحریں ہیں جو تمام مسدس ہیں، اور یہ بحریں مشہور نہ ہو سکیں۔ ذیل کی پہلی تین بحریں سیفی نے ایجاد کی تھیں۔ اردو میں صرف عریض پر چند اشعار نظر

آتے ہیں۔ ان بحروں کے نام یہ ہیں :

(۱) مدید مجنون فاعلاتن فعلن فاعلاتن فعلن

(۲) عریض	مفاعیلن	فعلون	مفاعیلن	فعلون
(۳) عمیق	فاعِلن	فاعلاتن	فاعِلن	فاعلاتن
(۴) صریم	مفاعیلن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن
(۵) کبیر	مفعولات	مفعولات	مستقلن	مستقلن
(۶) ندیل	مستقلن	مستقلن	فاعلاتن	فاعلاتن
(۷) قلب	فاعلاتن	فاعلاتن	مفاعیلن	مفاعیلن
(۸) حمید	مفعولات	مفعولات	مفعولات	مفعولات
(۹) صغیر	مستقلن	مستقلن	فاعلاتن	فاعلاتن
(۱۰) اسم	فاعلاتن	مفاعیلن	فاعلاتن	فاعلاتن
(۱۱) سلیم	مستقلن	مفعولات	مفعولات	مفعولات
(۱۲) حمیم	فاعلاتن	مستقلن	مستقلن	مستقلن

بحر رمل

رمل کے معنی شتافتن یا لہکنے کے ہیں۔ رمل کے لغوی معنی خرقہ پوشی بھی ہے۔ بعض عروضیوں نے رمل کے معنی ایک قسم کا راگ بتایا ہے جس میں عربی زبان کی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ بعض علمائے عروض نے اس کا نام رمل اس لیے بتایا کہ یہ اونٹ کی تیز روی رکھتی ہے جو اس بحر کے رکن اصلی کے آخری سبب خفیف سے جو دوسرے رکن اصلی کے پہلے سبب خفیف سے پیوست ہوتا ہے تو پیدا ہوتی ہے۔ اردو میں رمل کے آہنگ سب سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر جمال الدین جمال کی تصنیف ”اردو شاعری میں مروجہ اوزان“ کے مطابق بحر رمل کے چار فروغ کا مجموعی وقوع در صد ۹۵ء ۳۰ ہے۔ چنانچہ یہ بحر فارسی اور اردو کی مقبول ترین بحر ہے۔ اس بحر کے اوزان اصلی رکن فاعلاتن اور اس کے زحاف سے حاصل ہوتے ہیں۔

فاعلاتن کے اہم زحاف

ضمن = سالم رکن فاعلاتن کے پہلے سبب خفیف کا ساکن گرانے سے فاعلاتن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔

کف = سالم رکن فاعلاتن کے آخری سبب خفیف کا ساکن گرانے سے فاعلاتن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مکفوف کہتے ہیں۔

قصر = سالم رکن فاعلاتن کے آخری حرف نون کو گرا کر اس کے قبل کے متحرک کو ساکن کرنے سے فاعلاتن یا فاعلان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مقصور کہتے ہیں۔

شکل = سالم رکن فاعلاتن میں ضمن اور کف کے مشترکہ اور ایک سانھ ٹل سے فعلاٹ حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مشکول کہتے ہیں۔

حذف = سالم رکن فاعلاتن کے آخری سبب خفیف کو گرانے سے فاعلا باقی رہتا ہے۔ اس کو فاعِلُن کہتے ہیں۔ اس مزاحف کو مخذوف کہتے ہیں۔

ضمن + حذف = سالم رکن فاعلاتن میں ضمن اور حذف کے عمل سے فعلا رہ جاتا ہے جس کو فعلُن کہتے ہیں۔ اس مزاحف کو مخبون مخذوف کہتے ہیں۔

مبغ = سالم رکن فاعلاتن کے آخری سبب کے متحرک اور ساکن کے درمیان ایک ساکن الف کا اضافہ کرتے ہیں تو فاعلاتان یا فاعلیان حاصل ہوتا ہے جس کو مبغ کہتے ہیں۔

ضمن و قصر = سالم رکن فاعلاتن میں ضمن اور قصر کے عمل سے فعلا باقی رہتا ہے جس کو فعلان کہتے ہیں اور اس مزاحف کو مخبون متصور کہتے ہیں۔

بحر مل کے مشہور اوزان

۱۔ بحر مل مربع سالم

وزن = فاعلاتن فاعلاتن	
فارسی شعر =	من ہمیشہ دردمندم = وزغم عشقت نژندم
تقطیع =	من ھمی شدہ دردمندم
اردو شعر =	خامشی بن جائے گی نطق = یہ بھی انداز بیاں ہے۔
تقطیع =	خامشی بن / جائے گی نطق
	خامشی بن
	جائی گی نطق
	<u>فاعلاتن</u>
	<u>فاعلاتان</u>
	۱۰۱۰۰۱۰
	۱۱۰۱۰۰۱۰

مشق = ع۔ کوئی آہٹ نہ سایا

ع۔ گائے لے رے نندا

تذکرہ = ۱۔ یہ بحر اردو اور فارسی میں کم استعمال ہوتی ہے۔

۲۔ آخری رکن مبغ ”فاعلاتان“ ہو سکتا ہے۔

۲۔ بحرِ ملِ مسدسِ سالم

وزن = فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

فارسی شعر = گر دعائے درد منداں مستجاب ست
روزگار ہجر اور پادر رکاب ست
گر دُعا دُردِ من دُاُس تجاب

اردو شعر = آئینہ خانہ میں آکر کھو گئے

تقطیع =	آئینہ خا	نے م آکر	گھوگی ہم
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰
--۵--	--۵--	--۵--	--۵--

مشق = ع ۱۔ رخِ مکن پنہان چو اندر جان ماہی

ع ۲۔ قتلِ عالم کر چکا غزہ تو بوے کیا کیا اے خانماں برباد تو نے

تذکر = ۱۔ آخری رکنِ میخ ”فاعلاتن“ بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ یہ وزن اُردو میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

۳۔ بحرِ ملِ مثنیٰ سالم

وزن: فاعلاتن (چار بار)

فارسی شعر = باز در پوشید گیتی تازہ و رنگین قیابی

عالمی را کرد مشکین بوی زلف آشنائی

تقطیع = باز در پوشیدگی لی تازہ و رنگین قیابی

اردو مصرع = اپنے بیگانے سبھی ہم سے خفا ہیں کیا کریں ہم

تقطیع = اپن بیگا / نے سبھی ہم / سے خفا ہیں / کیا کریں ہم

اپن بے گا نے سبھی ہم سے خفا ہی کاکری ہم

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰

- - U -

- - U -

- - U -

- - U -

تذکر = ۱۔ اُردو میں اس وزن میں شعر نہ ہونے کے برابر ہیں۔

۲۔ آخری رکن میں میخ بھی آسکتا ہے۔ (فاعلاتن)

مُشَقّ = مصرع = ۱۔ رنج اٹھا کر دل پھنسا کر جالمادِ شمن سے دل

۲۔ ہم ظفر ہیں اُس پہ مفتوں خوار و رسوا زار و محزون

۳۔ باز در بحرِ رمل تو کو کیشِ نادرِ سخن کن

۴۔ وہ یہ مانے یا نہ مانے وہ یہ جانے یا نہ جانے

۴۔ ۵۔ بحرِ رمل مربع سالمِ مخبون / مخبونِ مخبون

وزن = سالمِ مخبون = فاعلاتن فاعلاتن

وزن = مخبونِ مخبون = فاعلاتن فاعلاتن

زحاف = رکن سالم فاعلاتن میں ضمن کرنے سے فاعلاتن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون کہتے

ہیں۔

اُردو شعر = حُسن اتنا جو ملا یار کچھ تو خیرات کرو تم

تقطیع = حُسن اتنا / جو ملا یار

حُسن اتنا

فاعلاتن

۱۰۱۰۰۰

- - U U

- - U -

اُردو شعر = کبھی اقرار کرے ہے کبھی انکار کرے ہے

تقطیع = کبھی اقرار / کرے ہے

کبھی اقرار

فاعلاتن

۱۰۱۰۰۰

۶۔ بحر ثل مربع محذوف / مقصور

وزن محذوف = فاعلاتن فاعلن

وزن مقصور = فاعلاتن فاعلان

زحاف = رکن سالم فاعلاتن میں حذف کرنے سے فاعلن رہ جاتا ہے اور اسے محذوف کہتے ہیں۔

رکن سالم فاعلاتن میں قصر کرنے سے فاعلان رہ جاتا ہے اور اسے مقصور کہتے ہیں۔

اردو شعر = کیا کہیں کس سے کہیں

تقطیع = اب کہاں جا کر رہیں

کر رہیں

اب کہا جا

فاعلن

فاعلاتن

۱۰۰۱۰

۱۰۱۰۰۱۰

- ۱ -

- - ۱ -

اردو مصرع: کوئی میرے کام آئے

تقطیع = کوئی میرے کام آئی

فاعلان

فاعلاتن

۰۱۰۰۱۰

۱۰۱۰۰۱۰

- ۱ -

- - ۱ -

تذکر = یہ بحر بھی اردو میں زیادہ استعمال نہیں ہوتی۔

۸۔ بحر ثل مربع مشکول سالم

وزن = فعلاۃ فاعلاتن (۲ بار)

زحاف = سالم رکن فاعلاتن میں خین اور کف کے مشترکہ اور ایک ساتھ عمل سے فعلاۃ

حاصل ہوتا ہے جس کو مشکول کہتے ہیں۔

اردو شعر = کبھی بات بھی نہیں کی کبھی خیریت نہ پوچھی

ک بھ بات	بھ ی نہی کی
فعلات	فاعلاتن
<u>۰۰۰۰</u>	<u>۰۰۰۰۰۰</u>
۰- ۰۰	- - ۰ -

محذوف وزن = فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (حذف کے عمل سے فاعلن حاصل ہوتا ہے)
مقصود وزن = فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (قصر کے عمل سے فاعلات حاصل ہوتا ہے)
فارسی شعر = بشوازی چون شکایت می کند از جدائی ها حکایت می کند (محذوف)
تقطیع = بشوازی چون شکایت می کند

1 2 3 4 5 6 7 8 9

-U - - - U - - - U-

فارسی شعر = آتش است این باغک و نیست باد ہر کہ این آتش ندارد نیست باد (مقصود)
تقطیع = ات شس تی بن گ ناوونی س باد

اردو شعر محذوف = صبح دم دروازہ خاور کھلا مہر عالم تاب کا منظر کھلا
تقطیع = صبح دم دروازے خااور کھلا

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن
۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰

- U - - - U - - - U -

اردو شعر مقصور = ہوگئی مجھ کو غم فرقت پہاڑ چھپ رہی ہے کیوں پس کہسا (صبح (ناخ)

ہوگ ایج	کو غے فر	قت پہاڑ
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات
<u>۱۰ ۰۰ ۱۰</u>	<u>۱۰ ۰۰ ۱۰</u>	<u>۱۱ ۰۰ ۱۰</u>
- - ۱ -	- - ۱ -	۱ - ۱ -

۲۔ تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لیے
(موتن) ہم نے چاہا تھا اسی دن کے لیے؟
۳۔ قتل ہو کر ہم بچے آزار سے
عمر کے دن کٹ گئے تلوار سے
مشق مقصور = ۱۔ حسن کا عالم بھی کیا عالم ہے واہ!
زلف جاناں شام ہے رخسار صبح
۲۔ یاں کسی خورشید رو کی یاد میں
تذکرہ = اگر ایک مصرعے میں مقصور اور دوسرے میں مخدوف ہو تو جائز ہے۔

۱۱-۱۳۔ بحر مل مسدس مخبون/مخبون محذوف/مخبون مقصور/مخبون محذوف مسکن

مُجْبُونٌ وَزَلٌ = فَعْلَاتِنَ فَعْلَاتِنَ - فاعلاتن فَعْلَاتِنَ
مُجْبُونٌ مَحْذُوفٌ = فَعْلَاتِنَ فَعْلَاتِنَ فَعْلُنَ - فاعلاتن فَعْلَاتِنَ فَعْلُنَ
مُجْبُونٌ مَقْصُورٌ = فَعْلَاتِنَ فَعْلَاتِنَ فَعْلَانِ - فاعلاتن فَعْلَاتِنَ فَعْلَانِ

زحاف = سالم رکن کے خبن کے عمل سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے جس کو خبنون کہتے ہیں۔ سالم رکن میں خبن + خذف کے مشترک عمل سے فعلن حاصل ہوتا ہے جس کو خبنون محذوف کہتے ہیں۔ سالم رکن میں خبن اور قصر کے عمل سے فعلان حاصل ہوتا ہے جس کو خبنون مقصور کہتے ہیں۔
اردو مشترک مسدس مخبون =

کبھی بستر راحت نہیں ہوتی
تکلیف = بے کسب/بے راحت/بے کسب ہوتی

نہ ہوتی	تہ راحت	یہ کبھی بس
فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن
<u>۱۰۱۰۰۰</u>	<u>۱۰۱۰۰۰</u>	۱۰۱۰۰۰

- - U U - - U U - - U U

اردو شعر مسدس مخبون مقصور = ع لوگ نالہ کو ر سا باندھتے ہیں

196

ن دتے ہیں	ک رسابا	لوگ نالے	تقطیع =
فعلان	فعلاتن	فاعلاتن	
۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	
۱-۱-۱	۱-۱-۱	۱-۱-۱	

اردو شعر مسدس مخبون محذوف مسکن =

عالم بے خبری میں ٹوٹا	ع	عالم بے خبری میں ٹوٹا	تقطیع =
ٹوٹا	خبری می	عالم بے	
۱۰۱۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	
- -	-۱-۱	- -۱	

مشتق = مصرع = سلطنت دست بدست آئی ہے (محذوف)

عارف کل و فیاض زماں (مقصور)

شیخ ابوالفضل وزیر خاقان (مقصور مسکن)

تذکرات = ۱۔ مصرعوں کے شروع، یعنی صدر و ابتدا میں مخبون (فعلاتن) کے بجائے رکن سالم فاعلاتن لا سکتے ہیں۔

۲۔ مصرعوں کے آخر، یعنی عروض و ضرب میں مخبون محذوف (فعلن) کی عین کو ساقط کر کے فعلن اور مخبون مقصور (فعلان) کی عین کو ساقط کر کے فعلان کر سکتے ہیں اور اسی صورت میں ان اوزان کو مخبون محذوف مسکن اور مخبون مقصور مسکن کہتے ہیں۔

۱۲۔ بحر مل مشمن مقصور/محذوف

وزن مقصور = فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

وزن محذوف = فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

زحاف = سالم رکن فاعلاتن میں قصر کرنے سے فاعلان حاصل ہوتا ہے جس کو مقصور کہتے ہیں۔

سالم رکن فاعلاتن میں حذف کرنے سے فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو محذوف کہتے ہیں۔

اردو شعر = نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا

۱۵۔۱۷۔ بحر مل مثنیٰ مجنون مجنون، مجنون مقصور، مجنون محذوف/مجنون مقطوع

وزن مجنون مجنون =	فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن
وزن مجنون مقصور =	فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلان
وزن مجنون محذوف =	فعلاتن/فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلن
وزن مجنون مقطوع =	فعلاتن/فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلن

زحافات = سالم رکن فاعلاتن میں ضین کے عمل سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے جس کو مجنون کہتے ہیں۔ سالم رکن میں قصر کے عمل سے فعلان حاصل ہوتا ہے جس میں مشترکہ ضین کا عمل بھی ہوتا ہے جس کو مجنون مقصور کہتے ہیں۔ سالم رکن فاعلاتن میں ضین اور حذف کے عمل سے فعلاتن اور فعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مجنون محذوف کہتے ہیں۔ سالم رکن فاعلاتن میں ضین اور مسکن کے عمل سے فعلان اور فعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مجنون مقطوع کہتے ہیں۔

بحر مل مثنیٰ مجنون: شعر فارسی

شعر = تو مرا جان و جھانی چہ کنم جان و جھال را

تو مرا گنج روانی چہ کنم سود و زیاں را

تقطیع = ت م را جان ج هانی ج ک نم جان ج هن را

شعر اردو = ایک پل چین نہیں ہے کبھی صاحب نظروں کو

کبھی توبہ شکنی ہے کبھی ساغر شکنی ہے

تقطیع =	کھ توبہ	شکنی ہے	کھ ساغر	شکنی ہے
فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن
۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰
--U U	--U U	--U U	--U U	--U U

تذکر = ۱۔ یہ وزن اردو میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

۲۔ مصرعوں کے شروع، یعنی صدر وابتدا میں ”فاعلاتن“ رکن سالم بھی لا سکتے ہیں۔

۳۔ مصرعوں کی آخر، یعنی عروض و ضرب میں تسبیغ بھی کی جاسکتی ہے۔

مشق = ۱۔ خواب کا ٹوٹنا بھی سد سکندر شکنی ہے

۲۔=سیکڑوں سال ہوئے ٹوٹ چکا تھا یہ ستارہ
 ۳۔شعر= گفتہ بودم چوں بیائی غم دل باتو بگویم
 چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بیائی

مثنیٰ منجہون مقصور

فارسی= سوز عشق تو پس از مرگ عیانست مرا
 رشتہ شمع مزار از رگ جانست مرا
 تقطیع= سوز عشق تپ سوز مرگ عیانست مرا
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

اردو شعر= پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب
 دے بٹے کو دل دوست شام موج شراب
 تقطیع= پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب
 پھر ہوا وقت تک ہوا بال کشا موج شراب
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

۱۱۰۰۰ ۱۰۱۰۰۰ ۱۰۱۰۰۰ ۱۰۱۰۰۱۰
 - - - - - - - - - -

۱۔= مشق کرہ ارض کی زینت ہیں ترے نقش و نگار
 تو ہے دوشیزہ فطرت کی حسیں تر تحریر
 ۲۔ پوچھ مت وجہ یہ مستی ارباب چمن
 سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب
 ۳۔ دوش دیدم کہ ملائک درمے خانہ زند
 گل آدم بہر شتند و بہ پیمانہ زند (حافظ)
 تذکرات= ۱۔ منجہون کی جگہ رکن سالم لانے کی اجازت ہے۔ فاعلاتن کی جگہ فاعلاتن آسکتا ہے۔
 ۲۔ اس وزن میں کسی ایک رکن یا سب ارکان میں تسکین اوسط کی اجازت ہے یعنی فاعلاتن
 کی جگہ فاعلاتن بھی آسکتا ہے۔

مثنیٰ منجہون محذوف/مقطوع

فارسی = اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی
 بے زر و گنج بھد حشمت قاروں باشی
 تقطیع = بے زروگن ج بھدش مت قار باشی
 فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن
 اردو شعر = اگر اے دل عافیت کا نہیں تو دشمن
 تیز اتنا نہ دھڑک اور ذرا آہستہ
 تیز اتنا نہ دھڑک اور ذرا آہستہ

تیز اتنا	ن دھڑک اور	ذرا آہستہ	ہستے
فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلن
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰

مشق = ۱۔ مست جاتے ہیں خرابات سے مسجد کی طرف
 راہ مخدوش ہے اللہ نگہاں ان کا (شاد عظیم آبادی)
 ۲۔ گھر ہمارا جو نہ روتے تو بھی ویراں ہوتا
 بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا (غالب)
 ۳۔ ناوک انداز جدھر دیدہ جاناں ہوں گے
 نیم بکل کئی ہوں گے کئی بے جاں ہوں گے (مومن)
 تذکر = ۱۔ کسی بھی شعر کے ایک مصرعے میں فعلات اور دوسرے میں فعلن یا فعلن لا سکتے ہیں۔

۱۸۔ بحر مثنوی مشکل سالم

وزن = فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن
 زحاف = سالم بحر فاعلاتن میں شکل کے عمل سے فعلات حاصل ہوتا ہے جس کو مشکل کہتے ہیں۔

فارسی شعر = بہ زمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد
 کہ مرا خراب کردی بہ سجدہ ریائی (عراقی)
 بزمی ج بزمی ج بزمی ج بزمی ج
 فاعلاتن فعلات فاعلاتن فعلات

202

ج۔ بحرِ ملِ مسدسِ مکفوفِ مقصور

وزن = فاعلات فاعلات فاعلات

مثال = شعر = تا تو بامنی زمانہ بامن است

بخت و کام جاودانہ بامن است

jabir.abbas@yahoo.com

بحر ہزج

بحر ہزج کو سرور یا ترانہ بھی کہتے ہیں۔ بعض عروضیوں نے اس کے معنی صدائے برگشت بتائے ہیں۔ چونکہ اس کا رکن اصلی ”مفاعیلین“ ایک وتد مجموع اور دو سبب خفیف سے بنتا ہے اور یہی سبب صدائی برگشت میں مدد دیتے ہیں۔ بحر ہزج مفاعیلین کے تکرار سے وجود میں آتی ہے۔ مفاعیلین کا ہجائی وزن (س۔۔۔) ہے۔ بحر ہزج اردو شاعری کی دوسری مستعملہ بحر ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق تقریباً بیس فیصد اشعار اسی بحر اور اس کے چھ فروعات میں نظر آتے ہیں۔

مفاعیلین = مفا (وتد مجموع) + عی (سبب خفیف) + لن (سبب خفیف)

مفاعیلین کے زحافات

۱۔ کف

مفاعیلین کے ساتویں (آخری) مقام یعنی نون کو گرا دیا جاتا ہے تو مفاعیل رہ جاتا ہے۔ اس کو مکشوف کہتے ہیں۔

۲۔ قصر

مفاعیلین کے ساتویں (آخری) مقام یعنی نون کو گرا کر اس کے قبل کے متحرک کو ساکن بنا دیتے ہیں چنانچہ مفاعیل رہ جاتا ہے۔ اس کو فعولان بھی لکھتے ہیں۔ اس کو مقصور کہتے ہیں۔

۳۔ قمیمض

مفاعیلین میں سبب خفیف کا ساکن رکن پانچویں مقام سے گرا دیا جاتا ہے تو مفاعیلن رہ جاتا ہے۔ اس کو مقبوض کہتے ہیں۔

۴۔ جب

مفاعیلین سے آخری دو سبب خفیف گرا دیتے ہیں تو مفارہ جاتا ہے۔ اس کو فعل لکھتے ہیں۔

۵- خرم

مفاعیلن کا سرو تہ یعنی میم گرایا جاتا ہے تو فاعیلن رہ جاتا ہے جسے مفعولن لکھتے ہیں۔

۶- بتر

مفاعیلن میں خرم اور جب کا عمل ہوتا ہے تو صرف فارہ جاتا ہے جسے فتح لکھتے ہیں۔ اس کو ابتر کہتے ہیں۔

۷- حذف

مفاعیلن کا آخری سبب خفیف لن گرایا جاتا ہے تو مفاعلی رہ جاتا ہے۔ اس کو مفعولن لکھتے ہیں اور مزاحف کو مخدوف کہتے ہیں۔

۸- خرب

مفاعیلن میں خرم اور کف کے عمل سے فاعیل حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مفعول لکھتے ہیں اور مزاحف کو اخب کہتے ہیں۔

۹- شتر

شتر مفاعیلن میں خرم اور قبض کے عمل سے فاعلن رہ جاتا ہے۔

۱۰- ہتم

مفاعیلن میں آخر سبب کو گرا کر اس سے پہلے کے سبب کے ساکن کو بھی گرا کر متحرک کو ساکن کرنا ہے اس طرح مفاع باقی رہتا ہے جس کو مفعول لکھتے ہیں۔

۱۱- زلل

مفاعیلن میں ہتم اور خرم کے عمل سے فاع باقی رہ جاتا ہے جسے فعل لکھتے ہیں اور مزاحف کو ازل کہتے ہیں۔

۱۲- اسبارغ

مفاعیلن کے آخری سبب خفیف کے متحرک اور ساکن کے درمیان ایک اور ساکن کا اضافہ کیا جاتا ہے تو مفاعیلان بن جاتا ہے۔ اس مزاحف کو مسیغ کہتے ہیں۔

۱۳- قبض و تبسیغ

مفاعیلن میں قبض اور تبسیغ کے عمل سے فاعلان رہ جاتا ہے۔ اس کو مقبوض مسیغ کہتے ہیں۔

۱۴- خرم و تبسغ

مفاعیلین میں خرم اور تبسغ کے عمل سے فاعیلان رہ جاتا ہے۔ اسے مفعولان لکھتے ہیں اور اس مزاحف کو مسغ کہتے ہیں۔

۱۵- خرم و قصر

مفاعیلین میں خرم اور قصر کرنے سے فاعیل رہ جاتا ہے۔ اسے فعلاں کہتے ہیں اور اس مزاحف کو اخرم مقصور کہتے ہیں۔

۱۶- خرم و کف

مفاعیلین میں خرم اور حذف کے عمل سے فاعی رہ جاتا ہے اسے فعلن لکھتے ہیں اور اس مزاحف کو اخرم مخدوف کہتے ہیں۔

۱۷- جب و عرج

مفاعیلین میں جب کے عمل کے ساتھ و مذ کا دوسرا متحرک ساکن ہو تو مفارہ جاتا ہے اسے فاع لکھتے ہیں اور اس مزاحف کو محبوب اعرج کہتے ہیں۔

بحر ہزج کے مشہور اوزان

۱- ہزج مربع سالم

اصلی رکن = مفاعیلین، وزن متحرک و ساکن ۱۰۱۰۱۰۰ وزن ہجائی = ۱۔۔۔ وزن = مفاعیلین مفاعیلین

اشعار = فارسی = جفا کر دی روا باشد دلت غمگین چرا باشد؟
تقطیع = جفا کر دی روا باشد

اُردو = بہار آئی ہے اے ساقی
پلا دے مجھ کو اے ساقی
تقطیع = بہار آئی/ ہے اے ساقی
بہار آئی ہا ا ی ساقی
مفاعی لن مفاعی لن

۱۰۱۰۱۰۰
— — — ۱

۱۰۱۰۱۰۰
— — — ۱

مشق = فارسی = بقدر سروی گل اندامی
 خوشا وقتی کہ بخرامی (مختصر تہذیب)
 اردو = ہلال عید جاں فزا
 دکھائی دے گیا ہر جا (فرمان علی)
 کبھی اقرار کی باتیں
 کبھی انکار کی باتیں

تذکرات = ۱۔ یہ وزن فارسی اور اردو میں کم استعمال ہوتا ہے (۱۰ فیصد سے کم ہے)
 ۲۔ شعر کے رکن میں اسباق کی اجازت ہے۔ (مفاعیلین جو سات حروفی ہے زحف کے اضافہ سے آٹھ حرفی مفاعیلان ہو سکتا ہے) بعض علمائے عروض نے اس تجاوز کو قبول نہیں کیا اور صرف فون غنہ میں تسبیح کی اجازت دی ہے۔

۲۔ ہزج مسدس سالم

اصلی رکن = مفاعیلین
 اجزائے رکن = مفاعیلین + مفاعیلین
 وزن متحرک ساکن = ۱۰۰ + ۱۰ + ۱۰۰
 وزن ہجائی = ۱۰۰
 وزن بحر = مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین
 اشعار = فارسی شعر = نگارینا چا با من نمی سازی
 بہ حسن خود چا چندین همی سازی
 تقطیع = ن گاری ناچ را با من نمی سازی
 اردو شعر = حوالہ زندگی کا بن گئیں ساقی
 روایت ہیں ترے میخوار کی باتیں
 تقطیع = حوالہ زن/دگی کا بن/گئیں ساقی
 حوالہ زن دگی کا بن گئی ساقی
 مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین
 ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰

---ں ---ں ---ں
 مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین
 مشق = فارسی شعر = قناعت گنج آباد ست گردانی
 ازو تابی توانی و نہ گردانی
 اُردو = جو کہتا ہے وہ ہیں سرکار کی باتیں
 یہی ہے محرم اسرار کی باتیں
 تذکرات = ۱- یہ وزن فارسی اور اُردو میں کم استعمال ہوا ہے (۱۰ فیصد سے کم ہے)

۳۔ بحر ہزج مثنیٰ سالم

اصلی رکن = مفاعیلین
 اجزائے رکن = مفاعیلین + لن
 وزن متحرک وساکن = ۱۰ + ۱۰ + ۱۰ + ۱۰
 وزن بحر = مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین
 اشعار =
 مشق = فارسی شعر = ایالکھا الساتی اور کاسا و ناولھا کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکھا (حافظ)
 تقطیع =
 الایا ای ی ہن ساتی اور کاس و ناولھا
 نہ کچھ آغاز ہے ساتی نہ کچھ انجام ہے ساتی

ن کچھ آغاز	زہے ساتی	ن کچھ ان جا	مہے ساتی
مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰
---ں	---ں	---ں	---ں
مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین

مشق = فارسی مصرع = مدہ بحر ہزج از دست بر دل می زند ناخن
 اردو اشعار = ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
 بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے (غالب)
 ہوا حمد خدا میں دل جو مصروف رقم میرا

الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا
 مصرع = نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا (آتش)
 تذکرات = ۱- اردو میں یہ وزن ہرج میں سب سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ۷۶۳ فیصد اردو
 اشعار صرف اسی وزن میں ہے۔ اس وزن میں تیسریج جائز ہے، یعنی مفاعیلین کے
 بجائے مفاعلان آسکتا ہے۔ محقق طوسی نے لکھا ہے کہ سالم میں تیسریج کرنے سے بحر
 دائرے سے باہر ہو جاتی ہے، لیکن فارسی کے عظیم شعرا نے عملی طور پر ایسے نمونے
 چھوڑے ہیں۔ اردو کے بعض شعرا نے بھی ان کی تقلید میں رکن کو تیسریج کیا ہے۔

۴۔ بحر ہرج مربع اُخر ب

وزن بحر = مفعول مفاعیلین
 زحاف = اصلی رکن مفاعیلین میں ”خرب“ کرنے سے جو خرم (مفاع کے میم کو گرانا) اور کف
 (لن سے ن کو گرانا) کے عمل سے حاصل ہوتا ہے تو فاعیل رہ جاتا ہے۔ اس کو
 مفعول لکھتے ہیں۔

اجزائے ارکان = مف + مفعول + مفاعیل + لن

وزن متحرک و ساکن = ۱۰ + ۱۰ + ۱۰ + ۱۰ + ۱۰ + ۱۰

وزن ہجائی = -- ں -- ں

شعر اردو = آزار سے بالا ہے

تقطیع = آزار سے بالا ہے

الازار

مفعول

مفاعیل لن

۱۰ ۱۰ ۱۰ ۱۰ ۱۰ ۱۰

-- ں -- ں

مفعول

مفاعیلین

لے جائے میلوں میں

مشق = شعر = پچ نہیں دل جس کو

مصرع = شاعر کہ مصور ہے

مصرع = اے گوشہ تنہائی

تذکرات = ۱۔ اردو اور فارسی میں یہ وزن بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ (۱۰ فی صد سے کم ہے)

۲۔ فیض احمد فیض کی نظم ”انہائے کار“
 ۳۔ پندار کے خوگر کو
 بھی اسی وزن میں ہے
 ناکام بھی دیکھو گے؟
 آغاز سے واقف ہو
 انجام بھی دیکھو گے؟

۵۔ بحر ہزج مسدس مقصور

وزن بحر = مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
 زحاف = اصلی رکن مفاعیلن کے آخری نوں کو گرا کر اس سے قبل کے متحرک کو ساکن بنا
 دیے ہیں چنانچہ مفاعیل رہ جاتا ہے۔ اس کو فعولان بھی کہتے ہیں۔
 اجزائے ارکان = مفاعیلن (۲ بار) + مفعولان
 وزن متحرک وساکن = ۱۰۰ + ۱۰ + ۱۰ + ۱۰ (۲ بار) + ۱۱۰۱۰۰
 وزن ہجائی = ۱۱۰۱۰۰ (۲ بار) ۱۱۰۱۰۰

شعر فارسی = خداوند در توفیق بکشای نظامی را رہ تحقیق بنمای
 تقطیع = رخ دا و ن دا درے تو نی ق بگ شای
 شعر اردو = سمجھتا عشق کی گر انہا میں قسم حق کی نہ ہوتا آشنا میں
 تقطیع = سچ تاعش ق کی گر ان تہا میں

ک م ج تاعش	ق ک ی گران	تہا میں
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۱۰۱۰۰
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن

مشق = اردو = ابھی پہلی ہی منزل ہے مرے دوست
 ابھی تو اور مشکل ہے مرے دوست
 تذکرات = اردو اور فارسی میں یہ بحر بہت کم استعمال کی جاتی ہے

۶۔ بحر ہزج مسدس محذوف

وزن بحر = مفاعیلن مفاعیلن فعولن

210

زحاف = اصلی رکن مفاعیلین میں آخری سبب خفیف لُن گرا دیا جاتا ہے تو مفاعی رہ جاتا ہے۔ اس کو فعلون لکھتے ہیں اور مزاحف کو محذوف کہتے ہیں۔

اجزائے ارکان = مفاعی + لُن (۲ بار) فعولُن

وزن متحرک و ساکن = ۱۰+۱۰+۱۰۰ (۲ بار) ۱۰+۱۰۰

وزن ہجائی = ۱۰۰ (۲ بار) ۱۰۰

فارسی شعر = دلاتا کے درین کاخ مجازی

کئی مانند طفلان خاک بازی

تقطیع = دلاتا بے دن کا نے مجازی

اردو = سمندر سے لے پیارے کو شبنم

بجلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

تقطیع = سمندر سے / لے پیارے / کو شبنم

سمن در سے م لے پاے ک شب نم

مفاعی لُن مفاعی لُن فعولُن

۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰

۱۰۰ ۱۰۰ ۱۰۰

مفاعیلین مفاعیلین فعولُن

مشق ۱۔ نہ میں سمجھا نہ آپ آئے کہیں سے

پسینہ پونچھے اپنی جبیں سے

۲۔ وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا

تمھاری خاطر نامہرباں کو

۳۔ دلی دہ کو یقینیت را بشاید

زبانی کافرینیت را سراید

۴۔ کبھی آوارہ و بے خانماں عشق

کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق

تذکرات ۱۔ اس وزن میں فعلون کی جگہ فعولان یعنی اسباغ بھی جائز ہے۔

۲۔ یہ وزن بحر ہزج کا تیسرا معروف وزن ہے۔

اردو شاعری میں تقریباً ۲۴ در صد اشعار اس وزن میں ہیں۔

۳۔ ایک ہی شعر میں سالم رکن اور سالم مسیخ رکن کا خلط جائز ہے۔
(مفاعیلین۔ مفاعیلان)

۷۔ بحر ہزج مسدس اُخرَب مقبوض مقصور/مقبوض محذوف

وزن بحر = مفعول مفاعیلن فعولن (محذوف)

مفعول مفاعیلن مفاعیلن/فعولان (مقصور)

زحاف = اصل رکن مفاعیلین میں اُخرَب سے مفعول رہ گیا۔ مقبوض کے عمل میں مفاعیلن رہ گیا۔ مقصور کے عمل سے مفاعیل یا فعولان اور محذوف کے اثر سے فعولن رہ گیا۔

بحر مسدس اُخرَب مقبوض مقصور =

فارسی شعر = ای نام تو بہترین سر آغاز

بی نام تو نامہ کی کنم باز

تقطیع = ای نام ت بھ ت ری س ر آغاز

بحر مسدس اُخرَب مقبوض محذوف

فارسی مصرع = اکنون گلہ ز حسب عالم

تقطیع = اک ن و ن گ لے ز حسب عالم

اشعار اردو = شبِ نغم کے سوا چانے والا

اوپر کا تھا کون آنے والا (دیا شکریم)

تقطیع = شبِ نغم کے/سوا چا/انے والا

شبِ نغم ک سوا چا ن والا

مفعول مفاعیلن فعولن

۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

مشق = مصرع = ہر قطرے کے دل میں تھا یہ خطرہ

شعر = بیضاوی صبح کا بیاں ہے

تفسیر کتاب آسمان ہے (آزلہ)

تذکرہ = ایک ہی شعر میں اگر ایک مصرع فعلوں پر ہو تو دوسرا مصرع مفاعیل یا فعولان پر آ سکتا ہے۔

۸۔ بحر ہزج مسدس اخرم اشتر مقبوض محذوف / مقصور

وزن بحر محذوف = مفعولن فاعلن فعلون

وزن بحر مقصور = مفعولن فاعلن فعولان

زحاف = اصلی رکن مفاعیلین میں خرم کرنے سے مفعولن حاصل ہوتا ہے شتر کرنے سے

فاعلن بنتا ہے حذف کرنے سے فعلون اور قصر کرنے سے فعولان باقی رہتا ہے۔

(محذوف) = ہوں اُس کے ظلم کا ہدف میں

تقطیع = ہوں اُس کے ظلم کا / ہدف میں

ہو اس کے ظلم کا ہدف میں

مفعولن فاعلن فعلون

۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۰

--- - - - -

مصرع اُردو (مقصور) = بے مقصد ہے یہ پیش گفتار

تقطیع = بے مقصد / ہے یہ پے / اش گفتار

بے مقصد ہے یہ پے / اش گفتار

مفعولن فاعلن فعلون

۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۰

--- - - - -

مثنیٰ = مصرع = نالہ پابند نے نہیں ہے

مصرع = نرگس نے نگاہ بازیاں کیں

تذکرات = ۱۔ اگرچہ اس وزن میں اُردو شعر کم ہیں لیکن سب سے زیادہ اشعار پنڈت دیانند کشن نے لکھے ہیں۔ ان کی مثنوی گل بکاؤلی (مثنوی گلزار نسیم) اسی وزن میں ہے۔

۲۔ ایک ہی غزل میں اُخر مقبوض / محذوف یا مقصور کا خلط اخرم اشتر مقبوض محذوف یا

مقصور ہو سکتا ہے جبکہ اُخر آہنگ قائم رہے کیونکہ عروض کے اصول کے تحت

ساکن کو گرایا تو جاسکتا ہے لیکن متحرک نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی مثالیں یہ ہیں:

۔ فریاد کی کوئی لے نہیں ہے

213

مفعول مفاعیل فاعل

نالہ پابند نے نہیں ہے (غالب)

مفعول فاعل فاعل

ہوں اس کے ظلم کا ہدف میں

مفعول فاعل فاعل

ظالم سے بس اتنا ہے سروکار

مفعول مفاعیل فاعل

۹۔ بحر ہزج مسدس اخر ب مکفوف محذوف / مقصور

وزن محذوف = مفعول مفاعیل فاعل

وزن مقصور = مفعول مفاعیل مفاعیل / فاعل

زحاف = اصلی رکن مفاعیل سے اخر ب کے عمل سے مفعول حاصل ہوتا ہے کف کے عمل سے مفاعیل بنتا ہے حذف کے عمل سے فاعل اور قصر کے عمل سے فاعل باقی رہ جاتا ہے۔

فارسی شعر = دلدار من آں ترک پری زاد

کس نیت بخوبی بہ جہاں یار

تقطیع = دل دار من ترک پری زاد

مفعول مفاعیل فاعل (مقصور)

فارسی مصرع = از دست و زباں کہ بر آید

تقطیع = از دست زبانی کہ بر آید

مفعول مفاعیل فاعل (محذوف)

اردو اشعار = محذوف کی مثال

مصرع = دستار فضیلت کی ضرورت

تقطیع = دستار / فضیلت کی ضرورت

دستار فضیلت کی ضرورت

مفعول مفاعیل فاعل

۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰

- - U U - - U U - -

مصرع = دو وقت کی روٹی ہے بڑی چیز

دو وقت / ک روٹی ہ بڑی چیز

دو وقت ک روٹی ہ بڑی چیز

مفعول مفاعیل فاعلان

۱۱۰۱۰۰ ۰۱۰۱۰۰ ۰۱۰۱۰

U - - U U - - U U - -

مثنیٰ = پہلے تو بہت دیکھ چکا شہر

زمنوں سے بھرے سر کو بھلا کیا

۱۰۔ بحر ہزج مسدس اربع مقبوض مسبغ / مقبوض مقبوض

وزن = مفعول مفاعیل مفاعیل (مسبغ)

وزن = مفاعیل مفاعیل مفاعیل (مقبوض)

زحاف = اصلی رکن مفاعیل میں ضرب کرنے سے مفعول بنتا ہے، قبض کرنے سے

مفاعیل رہتا ہے اور مسبغ کرنے سے مفاعیلان رہ جاتا ہے تو اربع مقبوض مسبغ وزن بنتا ہے۔

اصلی رکن مفاعیل میں ہر مقام پر قبض کرنے سے مفاعیل رہ جاتا ہے۔

فارسی شعر مقبوض مسبغ =

زگس ز نشاط ماہ فروردین

بردست بخادہ ساغر زرین

زگس ز نشاط ماہ فروردین

مفعول مفاعیل مفاعیلان

فارسی شعر مقبوض مقبوض =

فغان ازیں غراب بین و وای او

کہ در نوا قلند مان نوا وای او

فغان ازیں غراب بی ن وای او

مفاعیل مفاعیل مفاعیل

اردو شعر مقبوض مقبوض =

روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم
ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم
روانہ/رگرس جب/ہوا صنم

تقطیع =

روانہ رگرس جب ہوا صنم

فاعلن - مفاعلن مفاعلن

۱۰۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۰

۱-۱-۱ ۱-۱-۱ ۱-۱-۱

اردو مصرع مقبوض مسبغ =

کبھی کبھی تو خواب میں دکھائی دے
کبھی کبھی/ت خواب میں/دکھائی دے

تقطیع =

کبھی کبھی ت خواب میں دکھائی دے

مفاعلن مفاعلن مفاعلن

۱۰۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۰

۱-۱-۱ ۱-۱-۱ ۱-۱-۱

تذکرات = ایک ہی شعر میں مقبوض اور مسبغ زخافات آسکتے ہیں۔

۱۱۔ بحر ہزج مثنوی اُخر ب سالم/ مسبغ

وزن = مفعول مفاعیلین مفعول مفاعیلین (سالم)

زحاف = اصلی رکن مفاعیلین میں خرب کرنے سے مفعول رہ جاتا ہے۔

فارسی شعر = گر یار نگار نیم در من گرانستی

بار غم عشق او بر من نہ گرانستی

تقطیع =

گریارن گاری نم درمن ن گرانستی

گریار ن گاری نم درمن ن گرانستی

۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰

۱-۱-۱ ۱-۱-۱ ۱-۱-۱ ۱-۱-۱

مفعول مفاعیلین مفعول مفاعیلین

216

اردو شعر = اس باغ میں اک گل کو خنداں جو کہیں دیکھا
سو غنچہ کی واں صورت دیگر نظر آئی (سودا)

مفعول	مفاعیلین	مفعول	مفاعیلین	کھدی دے کھا
۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۱۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰
۰-۰-۰	۰-۰-۰	۰-۰-۰	۰-۰-۰	۰-۰-۰
مفعول	مفاعیلین	مفعول	مفاعیلین	مفاعیلین

مشق = ۱۔ اس زلف کو جب دیکھا میں ہاتھ میں سودا کے
پھرے ہوئے ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

۲۔ فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا

یا اپنا گریباں چاک یاد امن یزداں چاک (اقبال)

۳۔ مالا تری چپتا ہوں کلمہ تیرا پڑھتا ہوں

تذکرہ = اس وزن میں مفاعیلین کی جگہ مفاعیلان بھی آ سکتا ہے اس صورت میں وزن اعراب
مسیخ ہو جائے گا۔ جیسے اس شعر میں:

ہیں کیسی مصیبت میں یہ کس کو نہیں معلوم

ظالم کی عدالت میں مجرم ہیں سبھی مظلوم

۱۲۔ بحر ہزج مثنوی مقبوض

وزن = مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

زحاف = اصلی رکن مفاعیلین میں قبض کرنے سے مفاعیلن رہ جاتا ہے۔

فارسی مصرع = نسیم خلدی وزد گمرز جو بیارہا

ن سی مغل دی وزدم گمرز جوی بارہا

اردو شعر = یہ تھوڑی تھوڑی سی نہ دے کلائی موڑ موڑ کر

بھلا ہو تیرا سا قیا پلا دے خم نچوڑ کر

مفعول	مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین	نچوڑ کر
۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰
۰-۰-۰	۰-۰-۰	۰-۰-۰	۰-۰-۰	۰-۰-۰
مفعول	مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین	نچوڑ کر

مشق=۱۔ کسی اداس لے میں نغمہ بہار ہی نہ ہو
کسی سنہرے آفتاب کا مزار ہی نہ ہو
تذکرات ۱۔ یہ وزن فارسی اور اردو میں زیادہ استعمال نہیں ہے۔
۲۔ اس وزن کے عروض میں مقبوض مسبق جائز ہے۔ (مفاعیل کی جگہ
مفاعیلان آسکتا ہے)

۱۳۔ بحر ہزج مثنوی اشتر سالم

وزن = فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن
زحاف = اصل رکن مفاعیلن میں شتر کرنے سے فاعلن رہ جاتا ہے۔
فارسی مصرع = جمع کن بیا حسانی حافظ پریشاں را
تقطیع = جمع کن بیا حسانی حافظ پریشاں را
اردو شعر = عشق سے طبیعت نے زیست کا مزایا
تقطیع = درو کی دوا پائی / درو بے دوا پیا
درو کی / دوا پائی / درو بے / دوا پیا
فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن
۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰
- - - - -

مشق=۱۔ آہ بے تار دیکھی نالہ تار سا پایا
۲۔ بت کدہ سے ہم اٹھ کر اٹے پاؤں گھر آئے

۳۔ عاشقی مداں آساں اے پسر کہ جاں باز یست

تذکرہ=۱۔ مفاعیلن کے بجائے مفاعیلان بھی آسکتا ہے

۱۴۔ بحر ہزج مثنوی اخب مکفوف مقصور یا محذوف

وزن محذوف = مفعول مفاعیل مفاعیل فاعلن
وزن مقصور = مفعول مفاعیل مفاعیل فاعلن
زحاف = اصلی رکن میں خرب کے عمل سے مفعول رہ جاتا ہے جسکو اخب کہتے ہیں۔ اصلی

رکن میں کف کے عمل سے مفاعیل رہ جاتا ہے جسکو مکفوف کہتے ہیں۔
 اصلی رکن میں قصر کے عمل سے فعولان رہ جاتا ہے جسکو مقصور کہتے ہیں۔
 اصلی رکن میں حذف کے عمل سے فعولن رہ جاتا ہے جسکو محذوف کہتے ہیں۔
 فارسی شعر = مارند و خراباتی و دیوانہ و مستم
 پوشیدہ چہ گو نیم همی نیم کہ مستم
 اردو شعر = عالم ہے فقط مومن جانبار کی میراث
 مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے (اقبال)

تقطیع = عالم ہ	فقط موم	ن جاباز	کی می راث
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولان
۰۱۰۱۰	۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۱۰۰	۱۱۰۱۰۰
U - -	U - - U	U - - U	U - - U

ع مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

مومن ن/ہ جو صاح/ب لولاک/ن ہ ہے

مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولن
۰۱۰۱۰	۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰
U - -	U - - U	U - - U	U - -

تذکرہ = ۱- ایک ہی شعر میں محذوف اور مقصور کا اجتماع جائز ہے۔

مشق = ۱- جو خود سے اُلجھتے ہیں، اُلجھ ان سے نہ زہار
 واعظ سے کہو بادہ گساروں سے نہ اُلجھ

۲- احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے منہ

تادیل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پازند (اقبال)

۳- ماطر قدیم نوا را نہ شایم (فیضی)

۴- منزل کا پتا سیکڑوں منزل جو نہیں ہے

شاید میرے ہمراہ میرے گھر کی زمین ہے

اوزان رباعی

رباعی چونکہ ایرانی الاصل ہے۔ اس کے اوزان ایرانی زاہیں جو بحر ہزج کے ساتھ مخصوص ہے۔ بحر ہزج کے رکن اصل مفاعیلین کے نوزحافات سے دس ارکان بننے ہیں جن میں سے ہر مصرعے میں کوئی چار ارکان ضرور آئیں گے۔ ان دس ارکان کے نام یہ ہیں:

- ۱- مفاعیلین سالم رکن = وتد مجموع + سبب خفیف + سبب خفیف
- ۲- مفاعیلن مقبوض = قبض کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۳- مفاعیلن مکفوف = کف کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۴- مفعولن اخرم = خرم کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۵- مفعولن اخب = خرب کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۶- فاعلن اہم = اہم کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۷- فاعلن اشتر = اشتر کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۸- ل مجبوب = جب کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۹- فاعلن ازل = ازل کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
- ۱۰- فاعلن ابتر = ابتر کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔

خواجہ حسن بن قطان خراسانی نے چوبیس (۲۴) اوزان اختراع کر کے دو شجرے اخرم اور اخب بنائے۔ چنانچہ ان چوبیس اوزان میں سے رباعی کسی ایک وزن پر ہو سکتی ہے یا رباعی کا ہر مصرع ان اوزان میں سے کسی ایک وزن پر بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ رباعی کا مشہور ترین وزن ہزج مثنیٰ اخب مکفوف ازل ہے۔ ہم صرف اس وزن کی تقطیع پیش کریں گے چونکہ چوبیس اوزان کی تقطیع اس کتاب کی وسعت سے باہر ہے۔

رباعی کے مصرعوں کے صدر یا ابتدا لازمی طور پر یا تو مفعول (اخب) ہوں گے یا مفعولن (اخرم) ہوں گے۔ اسی طرح مصرعوں کے عروض یا ضرب لازمی طور پر فعل (مجبوب) یا فاعل (اہم) یا فاعل (ازل) یا فاعل (ابتر) ہوں گے۔ صدر اور ضرب یا ابتدا اور عروض کے درمیانی خستین میں یا سالم رکن (مفاعیلین) اشتر (فاعلین) اخرم (مفعولن) مقبوض (مفاعیلن) اور مکفوف (مفاعیل) مختلف ترتیبوں سے آتے ہیں۔ پس بارہ ترتیبیں مفعول (اخب) سے شروع ہوں گی اور بارہ مفعولن (اخرم) سے شروع ہوں گی۔ رباعی کے چوبیس اوزان یہ ہیں:

- ۱۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب محبوب سالم ج غلام کی یہ تعریفیں خوب نہیں
- ۲۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اہتم سالم ج ہے شور بہت گلشن میں آئی بہار
- ۳۔ مفعول مفاعیلین مفعولن فع بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اخرم ابتر ج دیکھا ہی نہیں پہلے کبھی یہ منظر
- ۴۔ مفعول مفاعیلین مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اخرم ازل ج جو عزم کے پکے ہیں مرداں کار
- ۵۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مقبوض محبوب ج کیلوقت پڑا ہے تجھ پاس سید ہر
- ۶۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مقبوض مکفوف ج ہر موج نسیم بن گئی موج بہار
- ۷۔ مفعول مفاعیلین مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مقبوض ابتر ج دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب
- ۸۔ مفعول مفاعیلین مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مقبوض ازل ج ہر سانس پہ کیوں کریں وفا کا ظہار
- ۹۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مکفوف محبوب ج تم کیسے نمائندے ہمارے ہو بھلا
- ۱۰۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مکفوف اہتم ج کچھ یاد ہیں اپنے بھی تمہیں قول تیرا
- ۱۱۔ مفعول مفاعیلین مفعولن فع بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مکفوف ابتر ج قاتل کی کیا کرتے ہیں مدح و تحسین
- ۱۲۔ مفعول مفاعیلین مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب مکفوف ازل ج لاحول و لا قوۃ الا باللہ
- ۱۳۔ مفعول مفعولن مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب محبوب سالم ج جان و مال و دل تم کو نذر کیے
- ۱۴۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اہتم سالم ج جو دل پہ ہیں داغ ان کو کیجیے شمار
- ۱۵۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب ابتر ج با عزت ہیں سب قاتل مفار تگر
- ۱۶۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب ازل ج ان کو ہر مشکل ہوتی ہے ہمیز
- ۱۷۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اہتم مکفوف محبوب ج گلشن ہی کیا کھل گئے دشت و دین
- ۱۸۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اہتم اشر مکفوف اہتم ج تر گس نے بید مشک نے برگ چنار
- ۱۹۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعولن فع بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اشر ج فصل گل پھر رہی ہے گلشن گلشن
- ۲۰۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب اشر ازل ج کب کی ہے ہم نے بیوفائی سرکار
- ۲۱۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب ج کچھ تو سمجھو حالت دلہائے حرا
- ۲۲۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعول فعل بحر ہزج مثنیٰ اُخرب ج رہتا ہے کم بخت ہوئے اٹک بھی تنگ
- ۲۳۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعولن فع بحر ہزج مثنیٰ اُخرب ج پھولوں کا ہے شوق بہت پھر حضرت
- ۲۴۔ مفعول مفعولن مفعولن مفعولن فار بحر ہزج مثنیٰ اُخرب ج کم ہمت جینے سے ہیں بیزار

بحر ہزج مثنیٰ اُخر ب مکفوف ازل

وزن = مفعول مفاعیل مفاعیلین فاع
 زحاف = اصل رکن مفاعیلین میں خرب کے عمل سے مفعول حاصل ہوا کف کے عمل سے
 مفاعیل اور ازل کے عمل سے فاع رہ جاتا ہے۔

فارسی مصرع = امر و ترادوست رس فردانیست

تقطیع = ام روزت رادست رس فردانیست

اردو رباعی = انسان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں

نادان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

شیطان سمجھا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں

لاہ	قَالَ لَابِلْ	وَلَا قُوَّةَ	لَا حَوْلَ	تقطیع =
فاع	مفاعیلین	مفاعیل	مفعول	
۱۱۰	۱۰۱۰۰۰	۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۱۰	
۱۱ -	۱۱ - - -	۱۱ - -	۱۱ - -	

تذکرہ = ۱۔ یہ وزن رباعی کا معروف ترین وزن ہے۔

مثنیٰ = ۱۔ گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں

یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں

ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے

حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں (انیس)

۲۔ یاروں کو کدورتیں ہیں اب تو ہم سے

جس روز کہ ہم جائیں گے اس عالم سے

اُس روز کھلے گی صاف سب پر یہ بات

اس بزم کی رونق تھی ہمارے دم سے (میر تقی میر)

۳۔ مشکل ہے ز بس کلام میرا اے دل

سن سن کے اسے سخنوران کامل
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل (غالب)

۴۔ جمال عشق و مستی نے نوازی
جلال عشق و مستی بے نیازی
کمال عشق و مستی ظرف حیدر
زوال عشق و مستی حرف رازی (اقبال)

۵۔ از منزل کفر تابدیں یک نفس است
وز عالم شک تابہ یقین یک نفس است
ایں یک نفس عزیز را خوش میدار
کز حاصل عمر ماہمین یک نفس است (عمر خیام)

۶۔ پہنچا جو کمال کو وطن سے نکلا
قطرہ جو گہر بنا عدن سے نکلا
تکمیل کمال کی غریبی ہے دلیل
پختہ جو ثمر ہوا چمن سے نکلا (دبیر)

شجرہ اُخرَب

- | | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| ۱۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعول | ۷۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعول |
| ۲۔ مفعول مفاعیلین مفعول فعل | ۸۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعل |
| ۳۔ مفعول مفاعیلین مفعول فاع | ۹۔ مفعول مفاعیلین مفاعیلین فاع |
| ۴۔ مفعول مفاعیلین مفاعیل فعول | ۱۰۔ مفعول مفاعیلین مفاعیلین فع |
| ۵۔ مفعول مفاعیلین مفاعیل فعول | ۱۱۔ مفعول مفاعیل مفاعیلین فاع |
| ۶۔ مفعول مفاعیلین مفاعیل فعل | ۱۲۔ مفعول مفاعیل مفاعیلین فع |

بحر مضارع

مضارع کے لغوی معنی ”مشابہت“ ہیں۔ خلیل ابن احمد نے اس بحر کو بحر ہزج کی مشابہت کی وجہ سے مضارع کا نام دیا کیونکہ ان کے رکن مفاعیلین میں سب سے پہلے و قد موجود ہیں۔ اس کا وزن مفاعیلین فاع لاتن مفاعیلین دوبار ہے۔ یہ بحر دائرے میں مسدس ہے۔ اردو میں اس بحر میں سالم اور مسدس کی شکل میں شعر کم ملتے ہیں۔ اردو میں عموماً اس کے دو وزن استعمال ہوئے ہیں اگرچہ فارسی میں اوزان زیادہ ہیں۔

۱۔ بحر مضارع مثنیٰ اخر ب مکفوف محذوف / مقصور

وزن محذوف = مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن
 وزن مقصور = مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان
 زحاف = سالم رکن مفاعیلین میں خرب اور کف کے عمل سے مفعول اور مفاعیل حاصل ہوتا ہے جس کو اخر ب مکفوف کہتے ہیں۔
 اصلی رکن فاع لاتن میں کف اور حذف کے عمل سے فاعلات اور فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مکفوف محذوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر محذوف = در زیر ابرویش دو صد تیر از مرہ

آراستہ بقصد دل عاشقان را

تقطیع = درزی را / اب رویش / و صد تیر / از مرہ

اردو شعر محذوف = بکھری پڑی ہیں صدیوں پہ صدیاں ہزارست

اک لمحہ کائنات میں ہم کو دیا گیا

یا گیا	مہم کو	کائنات	اک لہج
فاعل	مفاعیل	فاعلات	مفعول
۱۰۰۱۰	۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۰۱۰	۰۱۰۱۰
U-	U--U	U-U-	U--

شعر فارسی مقصور = بحریت بحر عشق کہ پیش کنارہ نیست

آنجا بزائیکہ جاں سپارندہ چارہ نیست

تقطیع = بحریت بحر عشق کہ پیش کنارہ نیست

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان

شعر اردو مقصور = چہرے بدل بدل کے وہ آئی سبھی کے پاس

کیا کیا فریب رات میں ہم کو دیا گیا

تقطیع = چہرے ب/دل بدل کے/وہ آئی س/بھی کے پاس

چہرے ب	دل بدل ک	والی س	بھی ک پاس
مفعول	فاعلات	مفاعیل	فاعلان
۰۱۰۱۰	۰۱۰۰۱۰	۰۱۰۱۰۰	۱۱۰۰۱۰
U--	U-U-	U--U	U-U-

محذوف مقصور = مشق جز قیس اور کوئی نہ آیا بروے کار

صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا (غالب)

۲۔ گلشن میں بندوبست برنگ دگر ہے آج

قمری کا طوق حلقہ بیرون در ہے آج

۳۔ ہم سمجھے خود سری کی یہ قیمت ہمیں ملی

سرکٹ کر جو بات میں ہم کو دیا گیا

۴۔ کل شیخ بن کے مجتہد عصر ساقیا

دکھلا کے باغ سبز ثواب و عذاب کا

کہنے لگا ز راہ تیختر مجھے بہ طنز

معلوم ہوگا حشر میں پینا شراب کا

تذکرات = ۱۔ یہ بحر اردو اور فارسی میں بہت زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔

۲۔ اس وزن میں تقریباً پندرہ فیصد اشعار اردو شاعری کے موجود ہیں۔

۳۔ ایک ہی شعر میں مقصور و دو بحر و ف کا اجتماع جائز ہے، یعنی فاعلین یا فاعلان آ سکتا ہے۔

۲۔ بحر مضارع دشمن اُخرَب

وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

زحاف = سالم رکن مفاعیلین میں خرب کے عمل سے مفعول حاصل ہوتا ہے۔

نوٹ = منفعل اور متصل فاع لاتن / فاعلاتن متحد اللفظ اور ہم وزن ہیں۔ یعنی ہر دو لفظ ایک جیسے ہی ہیں۔

فارسی شعر = دل می رود ز دستم صاحب دلاں خدا را
دردا کہ راز پنهان خویش شد آشکارا (حافظ)

تقطیع = دل می ر و دزدی تم صاحب د لا خدا را
مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

اردو شعر = چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا (اقبال)

تقطیع = مسلم	ہم وطن ہے	سارا ج	ہا ہمارا
مفعول	فاعلاتن	مفعول	فاعلاتن
۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۰۱۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰
U--	--U--	--U--	--U--

مشق = ۱۔ توہین کر رہے ہیں، ساقی گری کے فن کی

جو بے ہے ہی ساقی، مدہوش ہو رہے ہیں

۲۔ آسائش دو گیتی تفسیر اس دو حرف ست

با دوستان تلطف، بادشمنان مدارا (حافظ)

۳۔ کعبہ میں جاں بلب تھے ہم دوری بتاں سے

آئے ہیں پھر کے یار و اب کے خدا کے یاں سے (میر)

۴۔ یونان و مصر و روم، سب مٹ گئے جہاں سے

اب تک مگر ہے باقی، نام و نشان ہمارا (اقبال)

۵۔ مثل بہار چھایا ہر سو سحاب مستی

تذکر = یہ وزن بھی بحر مضارع کا مقبول وزن ہے جس میں تقریباً ڈھائی فیصد اردو شاعری

کے اشعار موجود ہیں۔

بحر مضارع کے غیر معروف اوزان

۳۔ بحر مضارع مسدس سالم

وزن = مفاعیلین فاعلاتن مفاعیلین (دو بار)

اردو شعر = اجازت حاصل نہ کیجئے ضرورت کیا

یہ محرومی کا طریقہ بدل ڈالیں

تقطیع =	اجازت حا/	صل نہ کیجئے	ضرورت کیا
مفاعیلین	فاعلاتن	مفاعیلین	
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰۰	
--- ۱	-- ۱-	--- ۱	

۴۔ بحر مضارع مثنیٰ سالم

وزن = مفاعیلین فاعلاتن مفاعیلین فاعلاتن (دو بار)

فارسی شعر = زخمی رنج دارم بیاساتی ساغرم دہ

دگر نفع خواہم از تو زنگ لب شکرم دہ

تقطیع =	زخمی	رنج دارم	بیاساتی	ساغرم دہ
مفاعیلین	فاعلاتن	مفاعیلین	فاعلاتن	
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	
--- ۱	-- ۱-	--- ۱	--- ۱	-- ۱-

اردو شعر = اگر سرمستی نہ ظاہر کریں تو بھی شکوہ اس کو

مزاج ساتی مے خانہ برہم ہے کیا کریں ہم؟

تقطیع = اگر سرمس/تی ظاہر کریں تو بھی/شکوہ اس کو

اگر سرمس	تی ظاہر	کریں تو بھی	شکوہ اس کو
مفاعیلین	فاعلاتن	مفاعیلین	فاعلاتن
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰
--- ۱	-- ۱-	--- ۱	-- ۱-

۵۔ بحر مضارع مسدس اُخرب مکفوف سالم

وزن = مفعول فاعلات مفاعیلین

فارسی شعر = گر مستمند و بادل غمگینم

خیرہ کن ملامت چند نیم (ناہر خسرو)

تقطیع = گرمست من دباد ل غمگی نم

مفعول فاعلات مفاعیلین

اردو کے بعض عروضیوں نے اس کا وزن مفعول مفاعیل فاعلاتن کیا ہے۔

اردو شعر = منزل بھی ہماری قریب ہوگی

رفتار ذرا اور تیز کیجیے

تقطیع = منزل بھی / ہماری ق / ریب ہوگی

منزل بھ ہماری ق ریب ہوگی

مفعول مفاعیل فاعلاتن

۱۰۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

- - U - U - - U -

۶۔ بحر مضارع مسدس اُخرب محذوف

وزن = مفعول فاعلات فعولن

مثال = دیدی دلا کہ یار نیامد

گرد آمد و سوار نیامد

(اس کی تقطیع خود آپ کیجیے)

۷۔ بحر مضارع مسدس مقبوض مکفوف مقبوض

مقبوض مکفوف مقبوض وزن = مفاعیلن فاعلات مفاعیلن

زحافات = سالم رکن مفاعیلین میں قبض کے عمل سے مفاعیلن حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے

ہیں۔ اردو مصرعہ مقبوض مکفوف مقبوض =

مری وفا کا لانا نہیں تجھے ہوا یہ احساس تیرے سلوک سے

تقطیع = ہوا یہ اح / ساس تیر / سلوک سے

مفاعِلن	فاعلات	مفاعِلن
<u>۱۰۰۱۰۰</u>	<u>۰۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰۰</u>
-U-U	U-U-	-U-U

۸۔ بحر مضارع مشمن اُخرَب مَسْبِغ الآخر

وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعلیان

مثال = ہم خوب جانتے ہیں بادہ کشی کے آداب

تقطیع = ہم خوب / جانتے ہیں / بادہ کشی کے آداب

ہم خوب	جانتے ہی	بادہ کشی	شکی آداب
<u>۰۱۰۱۰</u>	<u>۱۰۱۰۰۱۰</u>	<u>۰۱۰۱۰</u>	<u>۱۱۰۱۰۰۱۰</u>
-U-	-U-	-U-	U--U-

۱۲۳۹۔ بحر مضارع مشمن اُخرَب محذوف / مقصور / مقبوض / مسبغ

محذوف وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعِلن

مقصور وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعِلان

مقبوض وزن = مفعول متعلل مفعول متعلل

مَسْبِغ وزن = مفعول متعلل مفعول متعللان

- زحافات = سالم رکن مفاعِلین میں خرب کے عمل سے مفعول حاصل ہوتا ہے جس کو اُخرَب کہتے ہیں۔
 سالم رکن فاعلاتن میں حذف کے عمل سے فاعِلن حاصل ہوتا ہے جس کو محذوف کہتے ہیں۔
 سالم رکن فاعلاتن میں قبض کے عمل سے متعلل حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔
 سالم رکن فاعلاتن میں قصر کے عمل سے فاعِلان حاصل ہوتا ہے جس کو مقصور کہتے ہیں۔
 سالم رکن فاعلاتن میں تسبغ کے عمل سے متعللان حاصل ہوتا ہے جس کو مسبغ کہتے ہیں۔

شعر محذوف = زخمی نہیں ہوا ہے کوئی بھی اور شخص

تقطیع = زخمی ن /	ہی ہوا ہے /	کوئی بھ /	ار شخص
مفعول	فاعلاتن	مفعول	فاعِلن
<u>۰۱۰۱۰</u>	<u>۱۰۱۰۰۱۰</u>	<u>۰۱۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>
-U-	-U-	-U-	-U-

229

شعر مقصور = لکھے ہیں پتھروں پر اہل نظر کے نام
تقطیع = لکھے / پتھروں پر / اہل نظر / ظرک نام

مفعول فاعلاتن مفعول فاعلان

$\frac{110010}{U-U}$ $\frac{01010}{U}$ $\frac{100010}{U-U}$ $\frac{01010}{U}$

تذکر = ایک ہی شعر میں محذوف اور مقصور کا ضرب / عروض میں آنا جائز ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے:

زخمی نہیں ہوا ہے کوئی بھی اور شخص

لکھے ہیں پتھروں پر اہل نظر کے نام

شعر مقبوض = فریاد دیدہ و دل فریاد کس سے کریں

تقطیع = فریاد / دیدہ و دل / فریاد کس سے کریں

فریاد دی و دل فریاد کس سے کریں
مفعول مفعول مفعول مفعول
 $\frac{01010}{U}$ $\frac{100010}{U-U}$ $\frac{01010}{U}$ $\frac{100010}{U-U}$

شعر مقبوض مسجع =

ع بے مہر تنگ نظر سب انقلاب فروش

تقطیع = بے مہر / تنگ نظر / سب انقلاب / لاب فروش

بے مہر تنگ نظر سب انقلاب لاب فروش

$\frac{01010}{U}$ $\frac{100010}{U-U}$ $\frac{01010}{U}$ $\frac{100010}{U-U}$

مفعول مفعول مفعول مفعول

$U-U-U$ $U--$ $-UU-$ $U--$

تذکر = ایک ہی شعر کے ضرب اور عروض میں محذوف اور مقبوض کا آنا جائز ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے:

فریاد دیدہ و دل فریاد کس سے کریں

بے مہر تنگ نظر سب انقلاب فروش

۱۶۲۱۳۔ بحر مضارع مثنیٰ مقبوض مسلوخ / مٹموس / مکفوف مقبوض مسلوخ / مکفوف مقبوض

مٹموس

وزن مقبوض مسلوخ = مفاعلتن مفاعلاتن فاعلتن فاع

وزن مقبوض مطموس = مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فع
 وزن مکفوف مقبوض مسلوخ = مفاعلن فاعلات مفاعلن فع
 زحافات = اصلی رکن مفاعلین میں قبض کے عمل سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔
 اصلی رکن فاعلاتن میں کف کے عمل سے فاعلات حاصل ہوتا ہے جس کو مکفوف کہتے ہیں۔
 اصلی رکن فاعلاتن میں سلخ کے عمل سے فاع حاصل ہوتا ہے جس کو مسلوخ کہتے ہیں۔
 اصلی رکن فاعلاتن میں طمس کے عمل سے فع حاصل ہوتا ہے جس کو مطموس کہتے ہیں۔
 شعر مقبوض مسلوخ =

ع نگاہ میری مظاہر کے پار بھی جائے
 تقطیع = نگاہی / ری مظاہر اک پار بھی / جائے
 نگاہے ری مظاہر ک پار بھی جائے
 مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فاع
 ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰۱۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۱۰

شعر مقبوض مکفوف مسلوخ = ع جو پی رہا ہے تو سیکھ تمیز گفتار
 جو پی رہا ہے تو سیکھ تمیز گفتار

ج پی رہا ہے تی ک تمی زگف تار
 مفاعلن فاعلات مفاعلن فاع
 ۱۰۰۱۰۰ ۰۱۰۰۱۰ ۱۰۰۱۰۰ ۰۱۰
 -U-U -U-U -U-U -U

شعر مقبوض مکفوف مطموس = شراب خانہ میں اتنے بلند دعوے؟

تقطیع = شراب خانے م اتنے بلند دعوے

شراب خانہ نے م اتنے بلند دعوے
 مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فاع
 ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰۱۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۰
 -U-U --U- -U-U -

تذکر = ایک ہی شعر کے ضرب اور عروض میں مسلوخ اور مطموس یعنی فاع اور فع کو جمع کیا جاسکتا ہے۔

شعر مقبوض مطموس = ع یہ آرزو ہے کہ سمجھوں نظام عالم

231

لم	نظام عا/	ہے ک سم جو/	یہ آرزو/	تقطیع =
لم	نظام عا	ہے ک سم جو	یہ آرزو	
فع	مفاعلن	فاعلاتن	مفاعلن	
۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	
-	- U - U	- - U -	- U - U	

تذکر = ایک ہی شعر کے ضرب اور عروض میں مسلوخ اور مطموس، یعنی فاع اور فع کو جمع کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ اس شعر میں ہے:

نکاح میری مظاہر کے پار بھی جائے
یہ آرزو ہے کہ سمجھوں نظام عالم

jabir.abbas@yahoo.com

بحر جغت

جغت کے لغوی معنی بڑ سے اکھاڑنے کے ہیں۔ بحر جغت دائرے میں مسدس ہے۔ اس کا وزن مس تفعیلن فاعلاتن فاعلاتن دوبارہ ہے۔ مثنیٰ میں اس کی ترتیب مس تفعیلن فاعلاتن مس تفعیلن فاعلاتن دوبارہ ہے۔ ہر رکن میں خین اور شکل کی اجازت ہے مگر رکن اول میں کئی اور رکن دوم میں خین ایک ساتھ نہیں کر سکتے۔ اردو اور فارسی میں اس کے مثنیٰ اوزان رائج ہیں اور سب میں پہلا اور تیسرا رکن مخبون نہیں ہے۔ اس بحر کا دوسرا رکن فاعلاتن کا بھی مخبون ”فاعلاتن“ میں رائج ہے البتہ عروض اور ضرب میں مخبون مقصور محذوف یعنی ”فعلاتن“ اور ”فعطن“ یا تسکین اوسط کر کے ”فعلاتن“ یا ”فعطن“ کہتے ہیں اور ان سب کا خلط ملط جائز ہے۔ اردو میں سالم بحر میں شعر نظر نہیں آتے۔

مشہور اوزان

۱۔ جغت مثنیٰ مخبون

وزن = مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن (دوبارہ)

زحاف = مفعطن میں خین کرنے سے مفاعیلن حاصل ہوتا ہے جس کو

مخبون کہتے ہیں۔

فاعلاتن میں خین کرنے سے فاعلاتن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون کہتے ہیں۔

فارسی شعر = نسیم صبح سعادت بدایں نشان کہ تو دانی

خبر بہ کوی قلاں بر بدایں زباں کہ تو دانی (حافظ)

تقطیع = نمی صب / ح سعاد / بدانشا / کت دانی
 نمی صب ح سعاد بدانشا کت دانی

$\frac{101000}{-U-U}$ $\frac{100100}{-U-U}$ $\frac{101000}{-U-U}$ $\frac{100100}{-U-U}$
 مفاع لن مفاع لن فعاتن مفاع لن

اُردو شعر = عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے

کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے سو قدم آگے

تقطیع = عجب نشا / طس جل / د کے چلے / ہم آگے

عجب نشا طس جل لا د کے چلے ہماگے

$\frac{100100}{-U-U}$ $\frac{100100}{-U-U}$ $\frac{101000}{-U-U}$ $\frac{100100}{-U-U}$
 مفاع لن مفاع لن فعاتن مفاع لن

مشق = فارسی = ۱۔ شب فراق چراغ ز دل فروزم و گریم

چو شعلہ رستم و خیزم چو شمع سوزم و گریم

۲۔ بدیدہ خاک بردیم زگریہ آب افشانم

اُردو = ۱۔ شکار ظلم کا جو ہیں انھیں پہ ہے ہر شدت

وہ جو ہیں ظالم ان پر کوئی عتاب نہیں

۲۔ فروغ کیفیت بادہ سے ہوا ہے یہ شاداب

نہ پڑھ یہ چہرا مرا یہ کوئی کتاب نہیں

تذکرات ۱۔ بحر میں دونوں فعاتن تسکین اوسط سے مفعول کیے جاسکتے ہیں۔

۲۔ عروض اور ضرب میں مسبق فعلیاں اور مفعول مسبق مفعولان بھی لا

سکتے ہیں۔

۳۔ ایک ہی شعر میں ان کا خط ملط جائز ہے۔

۵۲۲۔ بحر جثث مشمن مجنون مقصور / مجنون مقصور مسکن / محذوف / محذوف مسکن

وزن مجنون مقصور = مفاعلن فعاتن مفاعلن فعاتن

وزن مجنون مقصور مسکن = مفاعلن فعاتن مفاعلن فعاتن

وزن مجنون محذوف = مفاعلن فعاتن مفاعلن فعاتن

235

وزن مخبون محذوف مسکن = مفاعیلن فعلاطن مفاعیلن فعلن

نوٹ = ان چاروں اوزان کا ایک شعر میں خلط جائز ہے۔

فارسی شعر = تنت بہ ناز طیبیان نیاز مند مباد
وجود نازکت آزرده گزند مباد

تقطع = تنت ب نا	زط بی بن	ن یا زمن	دم باد
۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۱۰۰۰
- ۱ - ۱ - ۱	- ۱ - ۱ - ۱	- ۱ - ۱ - ۱	- ۱ - ۱ - ۱
مفاعیلن	فعلاطن	مفاعیلن	فعلاطن

اردو شعر = شب فراق میں کچھ تو ہو روشنی کا سبب

اگر چراغ نہیں ہے تو اپنا دل ہی جلاؤ

تقطع = شے فرا / ق م کچھ تو / ہ روشنی / ک سبب

شے فرا	ق م کچھ تو	ہ روشنی	ک سبب
۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۰

۱ - ۱ - ۱	۱ - ۱ - ۱	۱ - ۱ - ۱	۱ - ۱ - ۱
مفاعیلن	فعلاطن	مفاعیلن	فعلاطن

اگرچہ صنعت بسیار در عبادت کرد

اردو = ۱- ہماری ذات کا حصہ کہیں نہ تم بن جاؤ

قریب آؤ، مگر اس قدر قریب نہ آؤ

۲- رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل

جو آنکھ ہی سے نہ پکا تو پھر لہو کیا ہے (غالب)

۳- بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلہ آہ (ذوق)

۴- جو کچھ ہوا سو ہوا مصحفی! بس اب چپ رہ

زیادہ کر نہ صداقت کا ماجرا تحریر

بحر جث کے غیر معروف اوزان

۶- جث مشن سالم

وزن = مستفعلن فاعلاطن مستفعلن فاعلاطن (۲ بار)

مثال ۷: وہ کہتے ہیں کہ ”جنوں تم کو شاعری کا یہ کیوں ہے“

دل بردی از من بہ یغما ای ترک غارت گر من
دید ی چہ آوردی ای دوست از دست دل بر سر من

۷۔ بحث مثنیٰ سالم سالم مجنون مقلوع محذوف / مقلوع مقصور

وزن مقلوع محذوف = مستفعلن فاعلاتن مفاعیلن فاع
وزن مقلوع مقصور = مستفعلن فاعلاتن مفاعیلن فاع

مثال = جھوٹے، فریبی، منافق، ادیب شاعر

ابلیس! تیرا بھی ہمسر کہاں نہیں ہے

نوٹ = ایک ہی شعر میں محذوف و مقصور کو جمع کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثال میں ہے۔

۸۔ بحث مسدس مکفوف مجنون محذوف / مقصور / مسکن / غیر مسکن الآخر

وزن محذوف = مستفعلن فاعلاتن فعلن / فعلن

وزن مقصور = مستفعلن فاعلاتن فعلن / فعلن

مثال: احباب معاف کر دیں مجھے

مجبور تھا استطاعت نہ تھی

ع : تصویر کا رخ بدل گیا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

بحر خفیف

خفیف کے لغوی معنی کم اور ہلکے کے ہیں۔ اس بحر کو اس لیے خفیف کہتے ہیں کہ اس بحر کے تمام ارکان ہلکے ہیں اور یہ بحر تمام بحروں میں ہلکی ہے۔ اس بحر کی سبک مزاجی کی وجہ سے لمبے نام جو دوسری بحروں میں کھپ نہیں سکتے، آسانی کے ساتھ اس بحر میں آ جاتے ہیں۔ پہیلی نے اس کی مثال اس شعر سے دی ہے:۔

خواجه عبدالرحمان ما در کتابت
 ہمجو عبدالحمید ابن العمید ست
 تقطیع = خاج عبدرا / رحمان ما / در کتابت
 فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن
 ہجج عبدل / حمید اب / تل عمید ست
 فاعلاتن مفاعلن فاعلیان

یہ بحر دائرے اور استعمال میں مسدس ہے اور ارکان فاعلاتن مس تفعیلن سے بنتی ہے۔

مشہور اوزان

۱۔ بحر خفیف مسدس مخبون

وزن = فاعلاتن مفاعلن فاعلاتن

زحاف = فاعلاتن میں خمین کرنے سے فاعلاتن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔

مستفعلن میں خمین کرنے سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے اس کو مخبون کہتے ہیں۔

238

فارسی شعر= ای بہ قد سرود روی لالہ حمرا
 سرو چون قد و گل چوچہر تو حاشا
 تقطیع= ای ب قد سر و روی لال ی حم را

۱۰۱۰۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰
--U-U	-U-U	-U-
فعلاتن	مفاعلن	فاعلاتن

۲- وزن سالم/مجنون مقصور

فاعلاتن مفاعلن فعلات/فعلاتن مفاعلن فعلات
 فارسی شعر= ماہ رویا بہ خون من مشاب
 کشتن عاشقان کہ دید صواب
 تقطیع= ماہ رویا ب خون من مشاب
 فاعلاتن مفاعلن فعلات

اردو شعر= ہم سے چھوٹا قمار خانہ، عشق
 واں جو جاویں گرہ میں مال کہاں
 تقطیع= ہم سے چھوٹا / قمار خا / نے عشق
 ہم سے چھوٹا / قمار خا / نی عشق

۱۱۰۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰
U-U-U	-U-U	-U-

۳- وزن سالم/مجنون مقصور مسکن

فاعلاتن مفاعلن فعلات/فعلاتن مفاعلن فعلات
 اردو شعر= ہوں گرفتار الفت صیاد
 ورنہ باقی ہے طاقت پرواز
 ہو گرفتار ؛ رالف تے ص ی ی اد

۱۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰
U--	-U-U	-U-

۴- وزن سالم/مخبون محذوف

فاعلاتن مفاعِلن فعلن/ فعاتن مفاعِلن فعلن

اردو شعر = خاک پر میر تیری ہوتا ولے

نہ ہوا اتنا اقتدار ہنوز

تقطیع = خاک پر می/ رت ی رہو/ ت ولے

خاک پر می رت ی رہو ت ولے

۱۰۰۰

۱۰۰۱۰۰

۱۰۱۰۰۱۰

-UU

-U-U

--U-

اردو مصرع = تری آواز میں بھڑکتا ہے نغمہ

تقطیع = تر آوا/ ز میں بھڑک/ ت ہ نغمہ

ت ہ نغمہ

زم ی بھڑک

تراوا

فاعلاتن

مفاعِلن

فاعلاتن

۱۰۱۰۰۰

۱۰۰۱۰۰

۱۰۱۰۰۰

-UUU

-U-U

--UU

تذکرات = ۱- تسکین اوسط سے فعاتن فعاتن ہو جاتا ہے جس کا دوسرا نام مفعولن ہے چنانچہ

فاعلاتن کے ساتھ ایک ہی بیت میں یہ لایا جاسکتا ہے۔

۲- صدر اور ابتدا میں مخبون فعاتن کی جگہ سالم فعاتن بھی لاسکتے ہیں۔

۳- عروض اور ضرب میں فعاتن کے ساتھ تسنیع سے فعلیان بھی لاسکتے ہیں۔

مشق = ع : مطرب دیکھ شعلہ بن گئی آواز

س : گل رویت بتازگی جو چو گلستان

تن صافت مقابل در غلطان

۵- وزن سالم/مخبون محذوف مسکن

فاعلاتن مفاعِلن فعلن/ فعاتن مفاعِلن فعلن

اردو شعر = مضحل ہو گئے قوی غالب!

وہ عناصر میں اعتدال کہاں

تذکرہ = صدر اور ابتدا میں فاعلاتن کے بجائے فاعلاتن بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح یہ اوزان آٹھ ہوتے ہیں جن کا اجتماع کسی شعر میں جائز ہے۔

عشق = آفت جاں ہے کوئی پروہ نشیں
کہ میرے دل میں اچھا ہے عشق (موسن)
تھی وہ لک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں
میر ہر چند میں نے چاہا ایک
نہ چھپا عشق طفل بد خو کا
در مسجد پہ حلقہ زن ہو تم
کہ رہو بیٹھ خانہ خمار
اسد اللہ خاں تمام ہوا
اے دریغاً وہ رند رشاد باز

مروجہ اوزان (یہ اوزان اُردو میں بہت کم استعمال ہوئے ہیں)

۱۔ بحر خفیف مسدس = وزن = فاعلاتن مستغفلن فاعلاتن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال = وقت رحمت نلند تیرا لے نگار

مثال = ہم نہیں ہیں، یہ بات ان کو گراں ہے
گھر ہے ان کا سونا اگر ہم نہیں ہیں

۲۔ بحر خفیف مسدس منجبون اصلم

وزن = فاعلاتن مفاعِلن فع لن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال = ای درون پرور برون آرا
وی خرد بخش بجزد بخشا (سنائی)

۳۔ بحر خفیف مسدس مکفوف مطوی اصلم
وزن = فاعلات متعللن فع لن (آپ خود تقطیع کیجیے)
مثال = خیز و طعنہ برمہ و پروین زن
در دل من آذر برزین زن

۴۔ بحر خفیف مکفوف مطوی مجوف
وزن = فاعلات متعللن فع (آپ خود تقطیع کیجیے)
مثال = می روم دگر زیارت
۵۔ بحر خفیف مربع سالم / مجنون / مسیخ
(آپ خود تقطیع کریں)

سالم وزن = فاعلان مستقلین (۲ بار)
مثال = ع : بات دل کی جانے بھی دو
مجنون مجنون = فعلاتن مفاعلن
مجنون مسیخ = فعلاتن مفاعلان
مثال = دل صد پارہ اس کے پاس
ہے مگر یہ غال ہے

بحر متقارب

مقارب کے لغوی معنی ایک دوسرے کے نزدیک ہونے کے ہیں۔ یہاں پر وتد اور سبب نزدیک ہوتے ہیں۔ یہ بحر فعلوں کی تکرار سے بنتی ہے جو وتد مجموع اور سبب خفیف سے حاصل ہوتا ہے۔ بحر مقارب دائرے اور استعمال میں مثنیٰ ہے۔ اس کا وزن فعلون آٹھ بار ہے۔ اس کے رکن کا ہجائی وزن ۱۰۱۰۰ ہے۔

زحافات

- ۱۔ قبض = فعلون میں آخری حرف نون کو گرانے سے فعل حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔
- ۲۔ قصر = فعولان میں آخری حرف نون کو گرا کر اس سے قبل حرف کو ساکن کرتے ہیں جس سے فعل حاصل ہوتا ہے اس کو مقصور کہتے ہیں۔
- ۳۔ حذف = فعلون میں آخری سبب لن کو گرانے سے فعو حاصل ہوتا ہے جس کو فعل کہتے ہیں۔
- ۴۔ ثلم = فعلون میں سروتہ یعنی ”ف“ کو گراتے ہیں تو فعلون باقی رہتا ہے جس کو فعلن کہتے ہیں اور اس کو اثلث کہتے ہیں۔
- ۵۔ ثزم = فعلون میں ثلم اور قبض کے عمل سے عول حاصل ہوتا ہے جس کو فعل لکھتے ہیں اور اس کو اثرم کہتے ہیں۔
- ۶۔ بتر = فعلون میں وتد مجموع یعنی فعو گرانے سے لن حاصل ہوتا ہے جس کو فغ سے بدل دیتے ہیں۔ اس کو ابتر کہتے ہیں۔
- ۷۔ تبسغ = فعلون میں نون اور لام کے درمیان ساکن الف کے اضافے سے مسیغ فعولان حاصل ہوتا ہے۔

- ۸۔ ثلم + حذف کے عمل سے عو حاصل ہوتا ہے جس کو فاع لکھتے ہیں اور اٹلم مقصور کہتے ہیں۔
 ۹۔ ثلم + قصر کے عمل سے عول حاصل ہوتا ہے جس کو فاع لکھتے ہیں اور اٹلم مقصور کہتے ہیں۔
 ۱۰۔ ثلم + تسبیخ کے عمل سے عولان حاصل ہوتا ہے جس کو فعلات لکھتے ہیں اور اٹلم مسبق کہتے ہیں۔

بحر متقارب کے مشہور اوزان

۱۔ بحر متقارب مثنیٰ سالم = وزن = فعولن فعولن فعولن (دو بار)

فارسی شعر = غمت در نہا خانہ دل نشیند

بہ نازی کہ لیلی بہ محل نشیند

تقطیع = غمت در نہا خانہ دل نشیند

۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

U - - U - - U - - U - -

فعولن فعولن فعولن فعولن

اردو شعر = بنا کر فقیروں کا ہم بھیں غالب

تماشاے اہل کرم دیکھتے ہیں

تقطیع = بنا کر / فقیروں / ک ہم بے / س غالب

۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

U - - U - - U - - U - -

فعولن فعولن فعولن فعولن

مثنیٰ فارسی = ۱۔ اگر سرو من در چن جاگیرد

عجب باشد از سرو بالا بگیرد

۲۔ ز شاہد پرستی نشانی ندارد

مگر زاہد شہر جانی ندارد (حافظ)

اردو = ۳۔ نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی

مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

۴۔ خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

۵۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

تذکرہ = اس وزن کے عروض و ضرب میں تسبیخ یعنی ”فعولان“ کی اجازت ہے۔

- ۱۔ یہ بحر وقوافی غزل کے بدل کے، رقم اک غزل کر کے اے ذوق! جس میں
نہ ہولفظ مطلق نہ تعقید مطلق، جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضمون ادق ہو
۲۔ ع = کتاب محبت میں اے حضرت دل! بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو

۸۔ بحر متقارب مقبوض اخرم محذوف مفاعف (سولہ رکنی)

وزن = فعل فعولن۔ فعل فعولن۔ فعل فعولن فعل

ان مصرعوں کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۱۔ ع = عشق گیا سودین گیا، ایمان گیا، اسلام گیا

۲۔ ع = دل نے ایسا کام کیا جس سے میں ناکام گیا

غیر معروف اوزان

۱ تا ۳۔ متقارب مسدس سالم / محذوف الآخر / مقصور الآخر

سالم وزن = فعولن کی تین بار تکرار سے حاصل ہوتا ہے۔

محذوف الآخر = فعولن فعولن فعل

مقصور الآخر = فعولن فعولن فعل

مثال سالم = ع ہماری خبر ہم سے پہلے

مثال محذوف الآخر = ع کہانی ہماری نہیں ہے

مثال مقصور الآخر = ع ہے اس میں ہمارا بھی نام

ان مصرعوں کی آپ خود تقطیع کیجیے۔ اُردو میں مریع اور مسدس اوزان غیر مانوس ہیں۔

بحر متقارب مثنیٰ کی مختلف صورتیں یہ ہیں:

- ۱۔ ہم پر جو دل تڑپا، گزری ۹۔ لینا ایک نہ دینا دو
فعلن فاع فعولن فعلن فعلن فاع فعولن فاع
۲۔ دل کے نقش میں یار کو گھر دو ۱۰۔ رخ کو تیرے خورشید کہیں
فعلن فاع فعولن فعلن فاع فاع فعولن فاع
۳۔ شکر گزار بحر صورت ہیں ۱۱۔ جب تک ے کا نشان رہے
فاع فعولن فعلن فعلن فاع فعولن فاع

۲-۳۔ بحر متقارب مثنیٰ مقصور/محذوف

وزن مقصور = فعول فعول فعول

وزن محذوف = فعول فعول فعول فعل

زحاف = فعول میں قصر کرنے سے فعل حاصل ہوتا ہے جس کو مقصور کہتے ہیں۔

فعول میں حذف کرنے سے فعل حاصل ہوتا ہے جس کو محذوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر = مقصور = خداوند نام و خداوند جای

خداوند روزی دہ و رہنمائی

تقطیع =	خ دا ون	د نا مو	خ دا ون	د جا ی
	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۱۰۰
	U	U	U	U - U
	فعول	فعول	فعول	فعول

محذوف = نام خداوند جان و خرد

کزین برتر اندیشہ برنگذر

تقطیع =	ب نا می	خ دا ون	د جا نو	خ رد
	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۰
	U	U	U	U - U
	فعول	فعول	فعول	فعل

اردو اشعار = مقصور = محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور

نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور (میر)

تقطیع = نہ ہوتی / محبت / نہ ہوتا / ظہور

تھا ہوتی	محبت	ن ہوتا	ظہور
۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۱۰۰
U	U	U	U - U
فعول	فعول	فعول	فعول

محذوف = محبت ہے آب رخ کار دل

محبت ہے گرمی بازار دل

247

تقطیع = محبت / ہے گرمی / اے باز / ردل

ردل	اے باز	گرمی	محبت
۱۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰
U - U	-- U	-- U	-- U

مشق = فارسی مقصور = بگرداں شراب اے صنم بے درنگ

کہ بزم است و چنگ و ترنگا ترنگ

= شنیدم کہ در روز امید و نیم

بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم (سعدی)

اردو مقصور = ع نگاہوں کا تھا یہ کرشمہ عجیب

ہوئی اس سے شیریں کی حالت تباہ

کیا اُس نے لیلیٰ کا خیمہ سیاہ (میر)

چلا آصف الدولہ بہر شکار

نہاد بیاباں سے اٹھا غبار (سودا)

فارسی محذوف = اگر در دہر یک صلاے کرم

عزایل گوید نصیب بزم (سعدی)

اردو محذوف = غضب ہو گیا راز دل کھل گیا

چھپاتے چھپاتے خبر ہو گئی (مومن)

تذکرات = ۱۔ ایک ہی بیت میں مقصور اور محذوف کا خلط جائزہ ہے۔

۲۔ مقصور کو مقطوع بھی کہتے ہیں۔

۴۔ بحر متقارب مثنیٰ اثلم (اخرم)

وزن = فعلن فعلون (چار بار)

زحاف = فعلون میں ثلم یا خرم کرنے سے فعلون باقی رہتا ہے جس کو فعلن لکھتے ہیں اور

اس کو اثلم کہتے ہیں۔

فارسی مصرعہ = ای راحت جان بی بندہ چونی

ای را	ح تی جن	بی بن	د چونی
۱۰۱۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰	۱۰۱۰۰

248

--U -- --U --
 فعل لن فعل لن فعل لن فعل لن

اردو شعر = پیر مغاں سے بے اعتقادی
 استغفر اللہ! استغفر اللہ!

تقطیع = پی رے / مغاں سے / بے اعتقادی

پی رے مغاں سے بے اعتقادی
۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰

--U -- --U --
 فعل لن فعل لن فعل لن فعل لن

مشق = فارسی = ۱۔ من رند و عاشق و انگاہ توبہ

استغفر اللہ استغفر اللہ (تس تبریز)

۲۔ گر تیغ بارد در کوی آن ماه

گردن نہادم الحکم للہ

اردو = ۱۔ پتھر ترا دل شیشہ مرا دل

ہشیار رہنا، خالق ہے عادل

۲۔ کیا چاند تارے کیا مرغ و مائی

ہر شے مسافر ہر چیز راہی

۵۔ بحر متقارب مثنیٰ مقبوض اخرم (اثلم)

وزن = مفعول فعل لن فعل لن (۲ بار)

زحاف = فعلون میں قبض کے عمل سے فعل حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔

فعلون میں اخرم یا اثلم کے عمل سے فعلون باقی رہتا ہے جس کو فعل لن لکھتے

ہیں اور اس کو اثلم کہتے ہیں۔

فارسی شعر = گل بھاری بت تازی

بہ باغ و گلشن چرا نیاری

تقطیع = گ لی ب ہاری بتی تازی

۱۰۱۰ ۱۱۰۰ ۱۰۱۰ ۱۱۰۰

249

U-U -- -- U-U
 فاعل فاعل فاعل فاعل
 اردو شعر = ترپ رہا ہوں میں نیم بس
 خبر لے میری شتاب قاتل
 تقطیع = ترپ رہا ہوں میں نیم بس

ترپ رہا ہوں میں نیم بس
 ۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰
 U-U -- -- U-U
 فاعل فاعل فاعل فاعل

مثنیٰ = فارسی = روشن چو ابر بہن
 ۲۔ ز درد بھرت چہ چارہ سازم
 چو شمع دور از تو می گدازم (بہار)
 اردو = نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا
 نہ موج دیکھی نہ آب دیکھا

۶۔ بحر متقارب مقبوض اخرم (اثم)

وزن سولہ رکنی = فاعل فاعل (آٹھ بار)

مثال = ثبات بحر جہاں میں اپنا فقط مثال حباب دیکھا (نظیر اکبر الہ آبادی)
 یہ وزن مثنیٰ مقبوض اخرم کو دونا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سولہ رکنی کو مضاعف بھی کہتے ہیں۔

مثنیٰ = قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
 جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا
 مصرع = یہ آج کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتی ہے
 نوٹ = تقطیع آپ خود کیجیے۔

۷۔ بحر متقارب سالم مضاعف (سولہ رکنی)

وزن = فاعل (ہر مصرعے میں آٹھ بار)

اردو اشعار کی تقطیع آپ خود کیجیے۔ یہ وزن مثنیٰ سالم کو دونا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

- سکتے ہیں اور اس طرح بتیس (۳۲) اوزان بنتے ہیں۔
 اوپر کے اوزان ۱-۸ اور ان کے آخر میں ایک حرف کا اضافہ کرنے سے جو آٹھ وزن حاصل ہوتے ہیں ان کا ایک ہی نظم میں اجتماع جائز ہے۔ اسی طرح سے اوزان ۹-۱۶ تک کا بھی اجتماع جائز ہے۔

بحر جز

اس بحر کو جز اس لیے کہتے ہیں کہ عرب اس بحر میں جنگوں کے اشعار قبیلے کی تعریف و تجلیل کے فخر یہ اشعار نظم کرتے تھے۔ بعض عروضیوں نے کہا کہ اس کو جز اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹ کی رفتار سے مماثلت ہے، یعنی جس طرح اونٹ بھاگتا ہے اور پھر رکتا ہے اُسی طرح سے چونکہ اس کے دو سبب خفیف میں متحرک کے بعد ساکن حرف ہے اس لیے اس میں بھی حرکت کے بعد سکون کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ بحر جز مفرد ہے، یعنی ایک ہی رکن ”مستقلن“ کی تکرار سے بنتی ہے۔ عرب شعرا نے اس بحر کو مریح، مسدس اور مثنیٰ سالم اور مزاحف کی شکل میں استعمال کیا لیکن فارسی اور اردو شعرا نے اس کو مثنیٰ کی شکل میں برتا۔ اردو میں اس کے مریح اور مسدس اوزان ہیں۔

مشہور اوزان

۲۱۔ بحر جز مثنیٰ سالم / مذال

وزن = مستقلن (چار بار ہر مصرعے میں)

وزن = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

فارسی شعر = ای ساربان آہستہ ران کا رام جانم می رود

وآن دل کہ باخود داشتیم بادستانم می رود

ای ساربان	اھستہ رن	کارام جا	نم می رود
۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰
-U--	-U--	-U--	-U--
مں تفعلن	مں تفعلن	مں تفعلن	مں تفعلن

اردو شعر = مستی میں لغزش ہوگئی معذور رکھا چاہیے

اے اہل مسجد اس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

تقطیع = مستی م ل غ / ز ش ہو گئی / مع زور رک / کا چاہیے

تقطیع = مستی م ل غ ز ش ہو گئی مع زور رک ک ا چاہیے

۱۰۰۱۰۱۰

۱۰۰۱۰۱۰

۱۰۰۱۰۱۰

۱۰۰۱۰۱۰

-U - -

-U - -

-U - -

-U - -

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

۳۔ بحر جز مشمن مطوی مخبون

وزن = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

زحاف = مستقلن مستقلن مستقلن مستقلن

مستفعلن میں ضمن کے عمل سے مفاعِلن حاصل ہوتا ہے۔ اس عمل کو مخبون کہتے ہیں۔

فارسی شعر = آن نفسی کہ باخودی یار چور خار آیدت

آن نفسی کہ بی خودی یارچہ کار آیدت

تقطیع = آن نفسی کہ باخودی یارچہ خار واکِ دت

۱۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰

-U-U -U-U -U-U -U-U

مفاعِلن مفاعِلن مفاعِلن مفاعِلن

مشق = ۱- مطرب خوش نوا بگو تازہ بہ تازہ نو بہ نو

بادہ دل کشا بجو تازہ بہ تازہ نو بہ نہ (حافظ)

۲- دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رولائے کیوں

۳- وہم و خیال سے بروں وہم و خیال میں بھی آ

عالم حال سے بلند عالم حال میں بھی آ

۴- بحر جز مشمن مخبون مقطوع

وزن = مستفعلن فعولن مستفعلن فعولن

زحاف = مستفعلن میں ضمن اور قطع کرنے سے فعولن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخلص بھی کہتے

ہیں۔

فارسی شعر = دل می رود زد ستم صاحب دلاں خدا را

دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا (حافظ)

تقطیع = دل می رود زد ستم صاحب دلاں خ دارا

۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۱۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۱۰

--U -U-- --U -U--

مستفعلن فعولن مستفعلن فعولن

اردو شعر = سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

تقطیع =	سارے ج ہا	س اچ ج ا	ہن دوس تا	ہ مارا
۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۱۰۰
- - -	- - -	- - -	- - -	- - -
مسن تف علن	مسن تف علن	مسن تف علن	مسن تف علن	مسن تف علن
۱۔ اے بلبل سحر خواں مارا پرس گہ گہ				
آخر تو ہم غریبی ہم از دیار مائی (مسن تحریر)				
۲۔ فصل بہار اپنی گزری ہے یوں ہی ساری				
یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا (مسن)				

کم مروجہ بحرین

۵۔ بحر جز مربع سالم

وزن = مستعلن (۲ بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال = ع ای بھرا ز ہر داوری

= شاعر نہیں ہے اب تو وہ

فرماں روا کا ہے مشیر

= آتی ہے آواز درا

یہ قافلہ ہے موت کا

تذکرہ = ایک ہی بیت میں عروض / ضرب میں تسبیح بھی آسکتا ہے۔

۶۔ بحر جز مسدس سالم

وزن = مستعلن ۳ بار (ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال = دل برگرفت از من بتم یک بارگی

جاوید ماندم من دریں بے چارگی

= کیا اقتدار دشمنان خطرے میں ہے

کیا فکر دامن گیر ہے بندہ نواز!

۷۔ بحر جز مثنیٰ مطوی

وزن = متعلن (چار بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کیجیے۔
مثال = قصد جفاہا نہ کنی در تو کنی با دل من
وا دل من وادل من وادل من وادل من (شس تہریز)
مثال = یاد دلا دوں! کسی گلچیں کے قریب آپ نہ جائیں
خوش نظری مجھ کو ملی، گل بدنی آپ کی ہے
تذکر = ایک ہی بیت میں سالم اور تسبیخ رکن عروض و ضرب میں آسکتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

بحر متدارک

متدارک لفظ متدارک سے لیا گیا ہے جس کے معنی دریافت کرنا یا احساس کرنا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کو متدارک اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں سبب خفیف و تد مجموع کو محسوس کرتا ہے۔ بعض عروضیوں نے لکھا کہ ابوالحسن اخفش نے خلیل احمد کی بحروں کے بعد اسے دریافت کیا۔ اس لیے اخفش نے اس کو متدارک کا نام دیا ہے۔ سیفی نے ”عروض سیفی“ میں اس بحر کی بابت لکھا کہ اس کو ”صوت الناقوس“ بھی کہتے ہیں، کیونکہ جناب جابر ابن انصاری سے روایت ہے کہ ایک دن امیر المومنین امام المستقین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شام کے راستے میں جب ایک کلیسا کے سامنے سے گزرے تو اُس کے ناقوس کی صدا فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جابر! سنو یہ ناقوس یہ کہ رہا ہے اور پھر اسی وزن میں دنیا کی بے ثباتی پر چند اشعار سنائے، جن کا پہلا شعر یہ ہے:

حَقَا حَقَا حَقَا حَقَا
صَدَقَا صَدَقَا صَدَقَا صَدَقَا

چونکہ یہ اشعار ناقوس کی آواز کے مشابہ تھے اسی لیے اس بحر کو ”صوت الناقوس“ بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر اصلی آٹھ باز فاعلن ہے۔ اس کا پیا کی وزن ۱۰۰۱۰ ہے۔ فاعلن سبب خفیف اور تد مجموع سے حاصل ہوتا ہے۔

مشہور زحاف ”فاعلن“

۱- ضبن = رکن اصل فاعلن میں سبب خفیف کے ساکن کو گرانے سے فعلن باقی رہتا ہے۔ اس کو خنجون کہتے ہیں۔

۲- قطع = تد مجموع کے آخری ساکن کو گرا کر اُس کے ماقبل حرکت کو ساکن کرنے سے فاعل رہتا ہے

جس کو فعلن سے بدل لیتے ہیں اور اس کو مقطوع کہتے ہیں۔

۳۔ جحف = رکن اصلی فاعلن میں و تہ مجموع کو گرانے سے فارہ جاتا ہے۔ اس کو ”فع“ لکھتے ہیں اور

مجحف کہتے ہیں۔

۴۔ مسیف = رکن اصلی فاعلن کے ضرب اور عروض میں الف کے اضافے سے ”فاعلان“ بنتا ہے۔ اس

کو مسیف کہتے ہیں۔

مشہور اوزان

۱۔ بحر متدارک مشن مخبون

وزن = فعلن فعلن فعلن فعلن

زحاف = رکن اصلی میں خین کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر = دل من دل من دل من بر تو

رخ تو رخ تو رخ بافر تو

تقطیع = دل من دل من دل من بر تو

فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

۱۱- ۱۱- ۱۱- ۱۱-

اردو شعر = ظفر اس کی تو زلف میں دل ہے مرا

مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

تقطیع = ظفرس اک تزل فم دل ہم را

فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

۱۱- ۱۱- ۱۱- ۱۱-

مثنیٰ = ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال ضم

چو رفت نہ بود گل باغ ارم

چو قدرت نہ بود قد سرو چمن

چو مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا

259

ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا

- کیا بے طاقت ہوتا ہے

ہر دم جی رخصت ہوتا ہے

۲۔ بحر متدارک مثنوی مقطوع (مجنون مضر)

وزن = فعلن فعلن فعلن فعلن

زحاف = خمین اور اضمار کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر = چون دل جانا بنشین بنشین

چون جان بی جا بنشین بنشین

تقطیع = چن دل جانا بنشی بنشی

۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰

فعلن فعلن فعلن فعلن

اردو شعر = ہر دم کرتا ہوں میں زاری

دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع = ہر دم / کرتا / ہوں میں / زاری

ہر دم کرتا ہوے زاری

۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰ ۱۰۱۰

فعلن فعلن فعلن فعلن

مثنیٰ = ہر دم دکھ میں رہنے والا

دنیا کے غم سہنے والا

- ہر دم پشت دارم زاری

کز غم تاکے زارم داری

۳، ۴۔ بحر متدارک مثنوی سالم / مسبیغ

وزن سالم = فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

وزن مسبیغ = فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

زحاف = رکن میں تسبیغ کرنے سے مسبیغ حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر سالم = ای صبا صبح دم چوں ری سوی او

بر سلائی زمن جانب کوی او

سوی او	چن ری	صبخ دم	مشن سالم تقطیع = ای ص با
<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>
- U -	- U -	- U -	- U -
فاعِلن	فاعِلن	فاعِلن	فاعِلن

مشن سالم مسبیغ

چوں رفت ماه من برفلک مه نافت

بردوت شاه من جز ملک ره نیافت

ممن تاف	چن رفت	ماه من	برفلک	ممن تاف
<u>۱۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>
- U -	- U -	- U -	- U -	- U -
فاعِلان	فاعِلن	فاعِلن	فاعِلن	فاعِلان

اردو شعر سالم = رشک نے مصرع سال رحلت کہا

شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے دلا!

رشک نے / مصرے / سال رح / لت کہا

لت کہا	رشک نے	مصرے	سال رح	لت کہا
<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>	<u>۱۰۰۱۰</u>
- U -	- U -	- U -	- U -	- U -

مشن = ع آئے! آئے! آئے! آئے!

ع غم سہیں، غم سہیں، غم سہیں، غم سہیں

ع دل کی گویا کلی کھل گئی، اے صنم!

۔ مرگ ناتج کا غل چار سو سے اٹھا

لطف تحقیق کا، گفتگو سے گیا

۔ مدتی شد کہ من زان گلم بی خبر

کے رسد غافل سوی من بوی او

۴-۵-۶۔ بحر سولہ رکنی مخبون/مقطوع/مخبون ومقطوع

وزن مخبون سولہ رکنی = فعلن (آٹھ بار ہر مصرعے میں)

وزن مقطوع سولہ رکنی = فعلن (آٹھ بار ہر مصرعے میں)

وزن مقطوع/مخبون = فعلن فعلن (چار بار ہر مصرعے میں)

مثال = مخبون سولہ رکنی (آپ خود تقطیع کیجیے)

۔ گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

۔ یہ ستم تو ستم میں ستم ہی نہیں یہ جفا تو جفا میں جفا ہی نہیں

کے ظلم ہزاروں نئے سے نئے کبھی شکوہ تو میں نے کیا ہی نہیں

مثال = مقطوع سولہ رکنی (آپ خود تقطیع کیجیے)

ع تم پھرتے ہو مارے مارے گلیوں گلیوں کیوں صاحب جی!

۔ تم ہو جاہل ہم ہیں صابر یہ تو اپنا اپنا دل ہے

جھگڑا کیا پھر اس میں آخر یہ تو اپنا اپنا دل ہے

مثال = مخبون مقطوع سولہ رکنی (آپ خود تقطیع کیجیے)

ع جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اس میں زلف سرکش ہو

۔ اس بحر میں کیا برجستہ غزل اے ذوق! یہ تم نے لکھی ہے

ہاں! وزن کون کر جس کے شاداں روح خلیل و انخس ہو

۷۔ غیر معروف بحر

بحر مسدس سالم = "فعلن" تین بار ہر مصرعے میں۔

مثال = ع = جائے جائے جائے (آپ خود تقطیع کیجیے)

ع = دل کی گویا کلی کھل گئی (آپ خود تقطیع کیجیے)

۸۔ بحر متدارک سالم مسدس مخدود الآخر =

عروض یا ضرب میں فغ آتا ہے۔

مثال = ع = نیزہ بر سر لیے شمر جلا ہے ہے

بحر منسرح

منسرح کے لغوی معنی آسانی اور روانی کے ہیں۔ چونکہ اس بحر کے ارکان میں سبب و تد سے پہلے واقع ہوتے ہیں جو آسانی اور روانی سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس کو اس لیے منسرح کہتے ہیں کہ انسراح کے لغوی معنی کپڑے اتارنے کے ہیں اور اس بحر میں بعض اشعار عربی زبان میں صرف دو ارکان کے وزن پر بھی نظر آتے ہیں، یعنی اس بحر میں ارکان کو نکال دینے پر بھی صرف دو رکن پر مصرعے ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔ اس مرکب بحر کے ارکان مستفعلن مفعولات ہیں۔ عربی شاعری میں یہ مسدس مستعمل ہے، لیکن اردو اور فارسی میں مثنیٰ وہ بھی مزاحف کی صورت میں استعمال ہوتی ہے۔ اردو میں اس لیے سالم وزن استعمال نہیں ہوتا، کیونکہ مفعولات کی آخری صورت متحرک ہے اور اردو کے الفاظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔

بحر منسرح کے مشہور اوزان

۱۔ بحر منسرح مثنیٰ مطوی موقوف / مکسوف

وزن = مستفعلن فاعلان / فاعلن (چار بار)
 زحاف = مستفعلن میں طی کے عمل سے مستفعلن باقی رہتا ہے جس کو مطوی کہتے ہیں۔
 مفعولات میں طی و وقف کے عمل سے فاعلان باقی رہتا ہے جس کو مطوی موقوف کہتے ہیں۔
 مفعولات میں طی و کسف کے عمل سے فاعلن باقی رہتا ہے جس کو مطوی مکسوف کہتے ہیں۔
 مثال: فارسی شعر مکسوف =

264

تقطیع = ای زرفت روشنی خانہ چشم مرا
 چشم و چراغ ہمہ خواہد ہر دوسرا
 ای زرفت / روشنی / خانی پیش / می مرا
 مقتعلن / فاعلن / مقتعلن / فاعلن
 مثال فارسی موقوف =

زد نفس سر یہ مہر صبح طبع نقاب
 نیمہ روحانیاں گشت معبر طاب

تقطیع = زدن فی سرب مہر صبح لم معن قاب
 ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰
 -U-U- -U-U- -U-U- -U-U-
 مقتعلن فاعلان مقتعلن فاعلان

اردو شعر مسکوف = آنی وفا فی تمام معجز ہاے ہنر

موقوف کار جہاں بے ثبات کار جہاں بے ثبات

تقطیع = آنی وفا فی تمام معجز ہاے ہنر

ان وفا نی ت مام مع ج زہا اے ہنر
 مقتعلن فاعلان مقتعلن فاعلان
 ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰
 -U-U- -U-U- -U-U- -U-U-

کار جہاں بے ثبات کار جہاں بے ثبات

تقطیع =

کار جہاں / بے ثبات / کار جہاں / بے ثبات
 مقتعلن فاعلان مفتعلن فاعلان
 ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰
 -U-U- -U-U- -U-U- -U-U-

مشق = فارسی = بہر توام منتظر چشم براہ اے فگار!

جان من آمد بلب چند کشم انتظار

اردو = ۱- سلسلہ روز و شب نقش گر حادثات

سلسلہ روز و شب اصل حیات و ممات

- ۲- حسن ازل کی ہے، نمود چاک ہے پردہ وجود
دل کے لیے ہزار سوڈ ایک نگاہ کا زیاں
تذکرات = ۱- بحر منسرح کا یہ وزن اردو میں مقبول ہے۔
۲- ایک ہی شعر میں موقوف (فاعلان) اور مکسوف (فاعلن) لایا جاسکتا ہے۔

۳، ۲- بحر منسرح مثنیٰ مطوی منخور/مجدوع

- منخور وزن = مقتعلن فاعلات مقتعلن فاع (۲ بار)
مجدوع وزن = مقتعلن فاعلات مقتعلن فاع (۲ بار)
زحاف = مستقعلن میں طی کے عمل سے مقتعلن باقی رہتا ہے جس کو مطوی کہتے ہیں۔
مفعولات میں طی کے عمل سے فاعلات باقی رہتا ہے جس کو مطوی کہتے ہیں۔
مفعولات میں نحر کے عمل سے فاع باقی رہتا ہے جس کو منخور کہتے ہیں۔
مفعولات میں جدع کے عمل سے فاع باقی رہتا ہے جس کو مجدوع کہتے ہیں۔
مطوی منخور (فارسی) =

ماہ	فرد	ماند	از	جمال	محمد
سرو	نروید	ب	اعتدال	محمد	
تقطیع =	ماہ فرو	ماند زج	مال م حم	مد	
	۱۰۰۰۱۰	۱۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۱۰	
	-UU-	U-U-	-U-U-	-	
	مقتعلن	فاعلات	مقتعلن	فع	
	مطوی منخور (اردو) =				

مصرع = دیکھ رہا ہوں جسے سراب نہیں ہے
تقطیع = دیکھ رہا ہوں جسے س/راب نہیں ہے

دی ک رہا	ہو ج سے س	راب ن ہی	ہے
۱۰۰۰۱۰	۱۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۱۰
-UU-	U-U-	-UU-	-
مقتعلن	فاعلات	مقتعلن	فع

مطوی مجدوع =

حسن اگر خواب ہے یہ خواب کی تعبیر
فکر و نظر کا وطن ہے خطہ کشمیر

تقطیع =

حسن اگر/خواب ہے/یہ/خواب/کے/تعبیر
حسن اگر خواب ہے خیاب کتب

۱۰۰	۱۰۰۰۱۰	۱۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰
U-	-U U-	U-U-	-U U-
فَاع	مَفْعَلُنْ	فَاعِلَات	مَفْعَلُنْ

مشق = فارسی بخت جوان دار آنکہ باتو قرین است

اردو : ۱۔ آ کہ میری جان کو قرار نہیں ہے

طاقت بے داد انتظار نہیں ہے

۲۔ کان ہیں اس کے زبں نالوں سے مملو

حال دل زار کب کرتا ہے مسموع

تذکرہ = ۱۔ منحور کو مقصور اور مجدوع کو مخدوف بھی کہتے ہیں۔

بحر منسرح کے غیر معروف اوزان

(۱) منسرح کی سالم بحریں (مرجع، مسدس اور مشن) مفعولات، یعنی آخری حرف متحرک

ہونے کی وجہ سے مستعمل نہیں ہیں۔

۴۔ منسرح مرجع مفاعف مطوی، مطوی موقوف

وزن = مفعَلُنْ فاعِلَات (۲ بار)

زحاف = طی اور وقف کے عمل سے مطوی اور موقوف حاصل ہوتا ہے۔

مثال = عشق کا آئینہ ذات عشق کا مرکز صفات

عشق ہے ترک رسوم عشق ہے ترک قیود

۵۔ منسرح مسدس مطوی

وزن = مفعَلُنْ فاعِلَات مفعَلُنْ (۲ بار)

زحاف = طی کے عمل سے مطوی حاصل ہوتا ہے۔

267

مثال = شکوہ نہیں ہے کسی سے آج
آج ہے اپنی کمی پہ میری نظر

ع شاہ جہاں بادشاہ زمانہ بود



jabir.abbas@yahoo.com

بحر مقتضب

انتصاب کے لغوی معنی کسی چیز کا کاٹنا ہے۔ چونکہ اس بحر کو بحر منسرح سے کاٹا گیا ہے اس لیے اس کو مقتضب کہتے ہیں۔ اس مرکب بحر کے اوزان مفعولات مستقعلن ہیں۔ بحر مقتضب بحر منسرح کا عکس ہے۔ بنیادی ارکان کے صرف مقام بدل دیکھ گئے ہیں۔ یہ بحر دائرے میں مسدس ہے مگر استعمال میں مربع ہے۔ اس بحر کا رواج فارسی اور اردو میں مٹن ہے۔ اردو میں یہ بحر ایک در صد سے بھی بہت کم استعمال ہوئی ہے۔ مشہور اوزان:

۱۔ بحر مقتضب مٹن مطوی مقطوع / مسبغ

وزن = فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن / مفعولان
 زحافات = مفعولات میں طی کے عمل سے فاعلات حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مطوی کہتے ہیں۔
 مستقعلن میں قطع کے عمل سے مفعولن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مقطوع کہتے ہیں۔
 مفعولن میں تسبغ کے عمل سے مفعولان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مسبغ کہتے ہیں۔
 فارسی شعر = وقت را غنیمت دان آنقدر کہ بتوانی
 حاصل از حیات ای جان این دست تادانی (حافظ)
 تقطیع = وقت را غنیمت دان آنقدر کہ بتوانی
 ۱۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۱۰ ۱۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۱۰
 - - - - -
 فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن

اردو شعر = عشق مے طبیعت نے زیت کا حرا پایا
درد کی دوا پائی 'درد لا دوا پایا (غالب)

زایا	زیت کام /	بیعت نے /	عشق سے ط /
۱۰۱۰۱۰	۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰	۱۱۰۰۱۰
---	U-U-	---	U-U-
مفعول	فاعلات	مفعول	فاعلات

مرجہ اوزان
۳۱- بحر مقتضب مثنیٰ سالم / سالم مطوی / مطوی مرفوع محذوف الآخر

سالم وزن = مفعولات متعلل (۲ بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کریں۔

مثال = اے باد صبا تو پریشاں ہوگی اے دیکھ کر

سالم مطوی وزن = مفعولات متعلل (۲ بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کریں۔

مثال = اک قطرہ شراب نہیں اے ساقی! جواب نہیں

وزن مطوی مرفوع محذوف الآخر = فاعلات متعلل فاعلات فاع

مثال = سوچنے کے بعد بہت بے قرار ہوں

شیوہ مرا ٹھیک نہ تھا شرمسار ہوں

اسی طرح دوسرے اوزان :

۴- مربع سالم مطوی = مفعولات متعلل (۲ بار ہر شعر میں)

۵- مربع سالم مرفل = مفعولات مستعلل (۲ بار ہر شعر میں)

۶- مربع سالم مطوی = مستعلل فاعلات (۲ بار ہر شعر میں)

اور مسدس کے اوزان پر:

۷- مسدس سالم = مفعولات مستعلل مستعلل (۲ بار ہر شعر میں)

۸- مسدس سالم مسبق الآخر = مفعولات مستعلل مستعلل (۲ بار ہر شعر میں)

۹- مسدس سالم مرفل مخبون = مفعولات فاعلن مفاعلن (۲ بار ہر شعر میں)

۱۰- مسدس سالم مرفل مخبون نڈال = مفعولات فاعلن مفاعلن (۲ بار ہر شعر میں)

۱۱- مسدس مطوی = فاعلات متعلل متعلل

۱۲- مسدس مطوی مسبق = فاعلات متعلل متعلل

۱۳- مسدس مطوی مرقل = فاعلات متعلل / متعلل
 ۱۴- مسدس مخبون مطوی مرقل = مفاعیل متعلل متعللات

مشق = ۱- رات ہے ثبوت اس کا آفتاب زندہ ہے

ظلم کا جو ہوا حساس انقلاب زندہ ہے

۲- حال دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی

ہم نے بار بار ڈھونڈا تم نے بار بار پایا

۳- حاصل از حیات اے جاں یک دم است نادانی

کارگاہ ہستی میں لالہ داغ سامان است

۲- بحر مقضب مثنیٰ مطوی / مسیغ

وزن = فاعلات متعلل / فاعلات متعلل / متعلل

زحاف = مفعولات اور مستقلین میں طی کے عمل سے فاعلات اور متعلل حاصل ہوتا ہے۔

اس کو مطوی کہتے ہیں۔

فارسی شعر = تابید طرف چمن عکس روی یا سمنش

از حیای عارض او شد زلال یاس منش

تقطیع = تاب دی د طرف چمن عکس روی یاس منش

۱۰۰۰۱۰ ۰۱۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۰۱۰۰۱۰

۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱

فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن

اردو شعر = غم اہم ہیں ان کو سمجھ تیری حسرتیں ہیں اہم

تقطیع = غم اہم / ان کس مج / تیری حسرت / تے اہم

۱۰۰۰۱۰ ۰۱۰۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۰۱۰۰۱۰

۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱

فاعلات متعلل فاعلات متعلل

بحر بسیط

بسط کے لغوی معنی پھیلانے کے ہیں۔ اس بحر کو بسیط اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سبائی رکن میں پہلے دو سبب پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ بحر دائرے اور استعمال میں مثنیٰ ہے۔ اس کا وزن مستفعلن فاعلن چار بار ہے۔ اردو میں اس بحر میں شعر نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اس بحر کے ہر رکن میں ضمن کی اجازت ہے یعنی مستفعلن کے بجائے مفاعلن یا مفاعلن کے بجائے فاعلن یا مفعولن کے بجائے فاعلن اور مستفعلن کے بجائے مفاعلن لا سکتے ہیں۔ ایک ہی بیت کے عروض اور ضرب میں مجنون اور مقطوع کو جمع کر سکتے ہیں۔

مشہور اوزان

۲۱۔ بحر بسیط مثنیٰ سالم / سالم مسبیغ

وزن = مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن / فاعلن

فارسی مصرع = از عشق ان ابی وفا افتادہ ام در بلا

تقطع =	از عشق ان	بی وفا	اف تا دام	درب لا
	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰
	- U -	- U -	- U -	- U -
	مستفعلن	فاعلن	مستفعلن	فاعلن

اردو مصرع = اسرار کا دیتی ہے ظاہر حقیقت سراغ

تقطع =	اسرار کا	دیت ہے	ظاہر حقی	قت سراغ
	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۱۰۰۱۰
	- U -	- U -	- U -	- U -
	مستفعلن	فاعلن	مستفعلن	فاعلن

مستفعلن	فاعلن	مستفعلن	فاعلن
- U -	- U -	- U -	- U -
مستفعلن	فاعلن	مستفعلن	فاعلن

بحر مشاگل

مشاگلہ کے لغوی معنی مشابہت کے ہیں۔ اس بحر کو مشاگل اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ”بحر قریب“ سے مشابہت رکھتی ہے۔ چونکہ دونوں بحر میں ارکان فاعلاتن اور مفاعیلین ہیں اور صرف فاعلاتن اس بحر میں پہلے سے ہے اور قریب میں مفاعیلین کے بعد ہے۔ اس بحر کو فارسی کے شعرا نے کم استعمال کیا اور اردو شعرا نے نصف درصہ سے بھی کم اشعار کہے ہیں۔

مشہور اوزان

۳۹۔ بحر مشاگل مسدس مکفوف مقصور/مخذوف

وزن = فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن/فاعلاتن

فارسی شعر = ای نگاہ یہ چشم یہ موی
سر و قد کو روی کو گوی
تقطیع = ای دن گار س یہ چشم س یہ موی
۰۱۰۰۱۰ ۰۱۰۱۰۰ ۰۱۰۱۰۰
۱-۱-۱ ۱-۱-۱ ۱-۱-۱

فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن

اردو شعر = مظلوموں میں لگا لیتے ہیں دربار

مخزے کچھ کچھرو و جم ہیں

تقطیع = مظلوموں م / لگا لیت / دربار = مخزے کچھ / کچھرو / و جم ہیں

= فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن = فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن

تذکر = ایک ہی بیت میں مقصور (فاعلاتن) اور مخذوف (فاعلاتن) کا اجتماع جائز ہے۔

مشق = مصرع = ۱- سر و قد کو روی کو گوی

۳۴۔ بحر مشاکل مثنیٰ مکفوف مقصور/محذوف

وزن = فاعلات مفاعیل فاعلات فعولان/فعولن

فارسی شعر = خیز و طرف چمن گیر با حریف من روی

گاہ سنبل تر چین گاہ شاخ ہمن بوی

تقطیع = خنی ز طرف چمن گیر باحریف من روی

۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۰۱۰	۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۰۱۰
--------	--------	--------	--------

U - - U	U - U -	U - - U	U - U -
---------	---------	---------	---------

فاعلات	مفاعیل	فاعلات	مفاعیل
--------	--------	--------	--------

اردو شعر = سخت قہر سے دیکھے گا آئینہ بھی اے کل

وہ جو آج ہے نشہ اقتدار میں سرشار

تقطیع = سخت قہر/میں دیکھے گا/آئینہ بھ/اے کل = وہ ج آج/ہ نشہ/اقتدار/م سرشار

فاعلات مفاعیل فاعلات فعولن = فاعلات مفاعیل فاعلات فعولان

تذکر = ایک ہی بیت میں مقصور و محذوف کا اجتماع ہو سکتا ہے۔

غیر معروف اوزان

ان غیر معروف اوزان کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۱۔ مشاکل مربع سالم = فاعلاتن مفاعیلن۔

۲۔ مشاکل مربع سالم مسبغ = فاعلاتن مفاعیلان۔

۳۔ مشاکل مربع مخبون سالم = فاعلاتن مفاعیلن۔

۴۔ مشاکل مربع مضاعف سالم = فاعلاتن مفاعیلن (۲ بار ہر مصرع میں)

۵۔ مشاکل مربع مضاعف سالم مسبغ = فاعلاتن مفاعیلان (۲ بار ہر مصرع میں)

۶۔ مشاکل مسدس سالم = فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن

۷۔ مشاکل مسدس سالم مسبغ = فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلان۔

۸۔ مشاکل مسدس مقبوض سالم = متعلقن مفاعیلن مفاعیلن

۹۔ مشاکل مسدس مقبوض مکفوف سالم = متعلقن مفاعیل مفاعیلن

۱۰۔ مشاکل مسدس مقبوض مکفوف سالم مسبغ = متعلقن مفاعیل مفاعیلان۔

۱۱۔ مشاکل مثنیٰ سالم = فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن

بحر مدید

مد کے لغوی معنی بھینچنے کے ہیں۔ چونکہ اس بحر کو بحر طویل سے بھینچ کر باہر نکال سکتے ہیں اس لیے اس کو مدید کہتے ہیں۔ بعض عروضیوں نے کہا ہے کہ چونکہ اس بحر کے دو طرف دو سبب ”قا“ اور ”تن“ اس کو بھینچتے ہیں اس لیے اس کو مدید کہتے ہیں۔ یہ بحر دائرے میں مثنیٰ اور استعجال میں مسدس ہے۔ اس کا وزن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دوبار ہے۔ یہ بحر عربی کی مخصوص بحرؤں میں سے ہے۔ فارسی میں اشعار مثنیٰ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اردو میں اشعار اس بحر میں نصف فی صد سے بھی کم ملتے ہیں۔

مشہور وزن
۱۔ بحر مدید مثنیٰ سالم / مذال

وزن = فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن / فاعلان

فارسی شعر = من کجا بودم عجب بی تو ایں چندیں زمان

در پئی تو ہنچو تیر در کف تو چوں کمان

تقطیع = من ک جا بودم ع جب بی ت ای چن دی زمن

۱۰۰۱۰

۱۰۱۰۰۱۰

۱۰۰۱۰

۱۰۱۰۰۱۰

-۱-

-۱-۱-

-۱-

-۱-۱-

فاع لُن

فاع لاتن

فاع لُن

فاع لاتن

اردو = ہر حسین ہے ایک بت اور ہر بت ہے خدا

جنگِ ناقوس و اذان دیکھیے! کب تک رہے

تقطیع = ہر حسین ہے / ایک بت / اور ہر بت / ہے خدا

ہر جی ہے	ایک بت	اور ہر بت	ہے خدا
۱۰۱۰۱۰	۱۰۱۰	۱۰۱۰۱۰	۱۰۱۰
فاعلاتن	فاعلن	فاعلاتن	فاعلن

مشق ۱- تو مرا دستور دہ تا بگویم حال خود

۲- فاقہ و محنت ادھر مستی و قوت ادھر

تذکرہ = ایک ہی بیت میں عروض اور ضرب میں سالم اور مدال کا اجتماع جائز ہے۔

غیر معروف اوزان

۱- مدید مریخ سالم = وزن = فاعلاتن فاعلن۔ مثال ج فاعلے احساس کے

۲- مدید مریخ سالم = وزن = فاعلاتن فاعلاتن۔ مثال ج یہ ذرا مجھ کو دکھاؤ

۳- مدید مسدس سالم = فاعلاتن فاعلن فاعلاتن۔ مثال ج آپ کی پرستش بھی کچھ کم نہیں ہے

۴- مدید مسدس مخبون مقصور = فاعلاتن فاعلن فاعلاتن۔ مثال ج چہرہ دیکھو تو ہے کیا معصوم

۵- مدید مسدس مخبون محذوف = فاعلاتن فاعلن فاعلن۔ مثال ج باغبان کی یہ کرامت ہے

۶- مدید مثنیٰ مخبون = فاعلاتن فاعلن فاعلاتن۔ مثال ج نہ گرفتار ترے نہ ہیں آزاد ہی ہم

۷- مدید مثنیٰ مخبون مغال = فاعلاتن فاعلن فاعلاتن۔ مثال ج

مثال ج دل کم بخت میں اب نہ خزاں ہے نہ بہار

jabir.abbas@yahoo.com

بحر سربلج

سربلج کے لغوی معنی تیز رفتاری کے ہیں۔ اس بحر کو اس لیے سربلج کہتے ہیں کہ اس میں وند سے زیادہ سبب موجود ہیں جو اس کو تیزی اور روانی دیتے ہیں۔ یہ بحر دائرے اور استعمال میں مسدس ہے۔ اس کا وزن مستقطن مفعولات دو بار ہے۔ چونکہ اس بحر کا آخری رکن متحرک الآخر ہے اور اردو میں الفاظ کے آخری حرف پر حرکت نہیں رہتی اس لیے یہ بحر سالم صورت میں اردو میں استعمال نہیں ہوتی۔

مشہور اوزان

۱۔ بحر سربلج مسدس مخبون مطوی مکسوف

وزن = مفاعلتن مفاعلتن فاعلتن

زحاف = مستقطن میں خبن کرنے سے مفاعلتن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔ مفعولات میں طی و کسف سے فاعلتن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مطوی مکسوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر = ہمیں نہ من از او حذر می کنم

ستارہ ہم از او حذر می کند

تقطیع = ہین من از و ذر می کنم

۱۰۰۱۰

۱۰۰۱۰۰

۱۰۰۱۰۰

-U-

-U-U-

-U-U-

فاعلتن

مفاعلتن

مفاعلتن

اردو شعر = دیدہ حیراں نے تماشا کیا

دیر تک وہ مجھے دیکھا کیا (مومن)

تقطع = / دواے ے / رنے تا / شک یا

۱۰۰۱۰ ۱۰۰۱۰۰ ۱۰۰۱۰۰

۱-۱-۱ ۱-۱-۱ ۱-۱-۱

مفاعِلن مفاعِلن مفاعِلن

مثنیٰ = ۱- ستارہ ہم از او حذری می کند

۲- قطرہ ز فیض تو گہر می شود

خاک بہ تاثیر تو زری شود

۳- دیرتک وہ مجھے دیکھا کیا

۲- بحر سرلج مسدس مطوی موقوف / مکسوف

وزن = متعلّیٰ متعلّیٰ فاعلات / فاعِلن

زحافات = مستقلّیٰ میں طی اور طی تسکین کے عمل سے متعلّیٰ اور مفعول حاصل ہوتا ہے اس

کو مطوی اور مطوی مسکن کہتے ہیں۔ مفعولات میں طی اور وقف کے عمل سے فاعلان حاصل ہوتا ہے۔ اس

کو مطوی موقوف کہتے ہیں۔

مفعولات میں طی وقف کے عمل سے فاعِلن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مطوی مکسوف کہتے ہیں۔

فاری شعر = ہست کلید در گنج حکیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بس مل ل ا اررح ما نررحیم

۱۰۱۰۱۰ ۱۰۰۰۱۰ ۰۱۰۰۱۰

- - - ۱-۱-۱ ۱-۱-۱

مفعِلن مفعِلن مفعِلن

تذکرہ = ۱- یہاں کسی متعلّیٰ کے بجائے مفعول بھی آ سکتا ہے۔ (مطوی اور مطوی مسکن

ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں)

۲- موقوف (فاعلان) اور مکسوف (فاعِلن) کو ایک جگہ جمع کیا جاسکتا ہے۔

اردو شعر = آپ کے وعدوں کو ہمارا سلام

تقطیع =	اپ کے وع	دوک ہا	راس ل ام
۱۰۱۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۱۱۰۰۱۰	
---	U-U-	U-U-	
مفعولن	مفت علن	فعلن ان	
۱- می رسد آں شوخ شہیدان عشق			
مژدہ شمارا کہ قیامت رسید			
۲- دیکھ چکے خوب! اجی! جاؤ بھی!			
۳- ہست کلید در گنج حکیم			
۴- آنکھ نہ لگنے سے سب احباب نے			
آنکھ کے لگ جانے کا چرچا کیا			

کم مروجہ اوزان

۴۳- بحر سربیع مثنیٰ سالم موقوف الآخر/ مکسوف الآخر

وزن موقوف الآخر = مستعلن مفعولات مستعلن مفعولان
وزن مکسوف الآخر = مستعلن مفعولات مستعلن مفعولن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال = ساتی یہ کیسا دستور مینانے میں نافذ ہے
بدست ہیں سب کم ظرف پیاسے ہیں سارے میٹھوار

۶۵- بحر سربیع مسدس سالم موقوف الآخر/ مکسوف الآخر

وزن موقوف الآخر/ مکسوف الآخر = مستعلن مفعولات مفعولان/ مفعولن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال = ایسا شقی دل آئے ملنے

آواز سے کر دے ترنم برخاست

280

۷۔ بحر سرچ مسدس مخبون کسوف
وزن = مستعلن مستعلن فعلن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال = مخانہ کس نے کر دیا ہے مباد
ہر بات رندوں کو بتا چھا مت

jabir.abbas@yahoo.com

بحر کامل

اس بحر کے لغوی معنی ”مکمل“ کے ہیں۔ بعض عروضیوں نے کہا کہ اس کو کامل اس لیے کہتے ہیں کہ اس بحر میں چالیس متحرک حروف ہیں اور سب استعمال ہوتے ہیں۔ اردو اور فارسی میں یہ بحر مثنوی استعمال کی جاتی ہے۔ یہ بحر متاعلن کی تکرار سے بنتی ہے۔

مشہور اوزان

۳۶۔ بحر کامل مثنوی سالم / مذال

وزن سالم = متاعلن متاعلن متاعلن متاعلن

وزن مذال = متاعلن متاعلن متاعلن متاعلن

زحاف = متاعلن میں تسبیح کرنے سے متاعلان حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر = چہ شود بہ چہرہ زرد من نظری برای خدا کنی

کہ اگر کنی ہمہ درد من بہ یکی نظارہ دوا کنی

تقطیع = چش و دلب چہ ری زرد من ن نظری ب را ی خ داک نی

۱۰۰۱۰۰۰ ۱۰۰۱۰۰۰ ۱۰۰۱۰۰۰ ۱۰۰۱۰۰۰

۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱ ۱۱-۱۱

م ت فاع ل ن م ت فاع ل ن م ت فاع ل ن م ت فاع ل ن

سالم اردو مصرع = کبھی اے حقیقت منتظر نظر آلباس مجاز میں

تقطیع = کب اے حقی ق ت من ت ظر ن ظر ال با س م جازے
 ۱۰۰۱۰۰۰ ۱۰۰۱۰۰۰ ۱۰۰۱۰۰۰ ۱۰۰۱۰۰۰
 م ت فاع لن م ت فاع لن م ت فاع لن م ت فاع لن
 مذال اردو مصرع = آپ خود تقطیع کیجیے۔

جو اُجال دے گا حیات کو ہے اُس آفتاب کا انتظار
 متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن
 مشق = ۱- دل من شود زجن بری تو بہ بحر کامل گو سخن
 متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن
 ۲- نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
 مرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز میں
 ۳- نہ وہ شور طور و کلیم ہے نہ وہ روز برق و شرار ہے
 دل ناشیکب کو کیا کہوں کہ ہلاک جلوہ یار ہے

کم مروجہ اوزان
 ۳۴- بحر کامل مسدس سالم / مذال
 (آپ خود تقطیع کیجیے)

وزن = متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن / متفاعلن

مثال = صنم آنکہ گلشن عشق را چمن ام بہین
 گزری کن و گل و سون و سمن بہین
 ج نہ وہ نخل پھول نہ پھل چمن ہی کہاں رہا
 ج میں جو دیکھتا ہوں وہ خواب ہے نہ ہے وہ سراب

۸۳۵- بحر کامل مسدس سالم مضمّر سالم / سالم مضمّر سالم / سالم مضمّر سالم / سالم مضمّر سالم
 مذال / مضمّر سالم مضمّر
 تقطیع آپ خود کیجیے

مثال = ۱- جو بھی خدمت انسانیت میں فنا ہوا
 وہی مستحق بھی ہے بقائے دوام کا

283

- ۲- ترے بھر سے لے لے ہے لب پر جان زار
یہ بتا مجھے تو تھا کہاں؟ اے گل عذار!
۳- غلطی اگر کوئی ہوئی تو کرو معاف
جو کہا ہے بدستی میں اُس پہ ہوں شرمسار

وزن مضمرب سالم مذال/مضمرب

مستقلن متفاعلن مستقلان/مستقلن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال = زائد شراب طہور کی عادت بھی ڈال

جو ہے نہ پینے کا وہ ہے پینے کا جواز

مثال = ع اے یار دیکھ! یہ بھی تو رخ تصویر کا

۱۳۲۹- بحر کامل مربع سالم/سالم مذال/سالم مضمرب/سالم مضمرب مذال/مضمرب

سالم/مضمرب سالم مذال

آپ خود تقطیع کیجیے۔

وزن سالم/سالم مذال = متفاعلن متفاعلن/متفاعلان

مثال = نھلد کسی سر زلف او

زحد کسی ز چین خطا

مثال = ع بلغ اعلیٰ بکمال

کشف الدجی بجمال

حسنت جیع خصالہ

صلو علیہ وآلہ (سعدی)

مثال = ع غم روزگار کا کیا علاج

بجز اس کے ظلم پر احتجاج

وزن سالم مضمرب/مذال = متفاعلن مستقلن/مستقلان

مثال = ع جو ہے زندہ وہ امید ہے

وہ اگر کہے باتیں درست

تو کرو اسے جھک کے سلام

وزن مضمر سالم / مضمر سالم نداء
مستعملن متفاعِلن / متفاعِلان

مثال = ع انجام کی ہے خبر مجھے
اب انتظار مجھے نہیں
بس ایک اور چھلکتا جام
ہم سارے تشنہ لبوں کے نام

۱۸۲۱۵۔ بحر کامل مربع منزل / موقوف ص منزل / مقطوع / موقوف ص سالم
آپ خود قسطی کیجیے۔

وزن مربع منزل = متفاعِلن متفاعِلاتن

مثال = ۱۔ تھا ملاہتوں کا میں کل نشانہ

ہے زباں پہ آج مرا فسانہ

۲۔ تو چنیں نبودی تو چنیں چرائی

چہ کئی خصومت چو از آن مایی

وزن مربع موقوف ص منزل = متفاعِلن متفاعِلاتن

مثال = ع کبھی اپنی بھی تو آرزو کر

جو نہ ہو سکا کسی سے تو کر

وزن مربع مقطوع = متفاعِلن متفاعِلاتن

وزن مربع مقوی سالم = متفاعِلن متفاعِلن

مثال = یہ کائنات نور ہے۔

بحر غریب (جدید)

اس بحر کو اس لیے جدید کہتے ہیں کہ یہ بحر تمام بحروں کے بعد پیدا ہوئی۔ اس کو اس لیے غریب کہتے ہیں کہ اس کو ایرانی عروض دان بزرگھرنے دریافت کیا۔ یہ بحر فاعلاتن فاعلاتن مستعلن کی تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔ اردو میں اس بحر میں اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں۔
اس بحر کے معروف اوزان اس کے ارکان فاعلاتن اور مستعلن میں خین کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

مشہور اوزان

۱۔ بحر غریب مریع مخبون

وزن = فاعلاتن مفاعلاتن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مصرع = دل من می چہ ابری؟

۲۔ بحر غریب مسدس مخبون سالم / مخبون مسدس

آپ خود تقطیع کیجیے۔

وزن = فاعلاتن فاعلاتن مفاعلاتن

وزن = فاعلاتن فاعلاتن مفاعلاتن

شعر = شب غم خواب دکھائی دیے بہت

کبھی تو خواب کی تعبیر دیکھ لوں

۳۔ بحر غریب مثنیٰ مجنون

وزن۔ فعلاتن مفاعلتن فعلاتن مفاعلتن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

شعر = ضمنا خرگہ تو ام کہ بسازی و برکنی
قلبی ام بدست تو کہ تراشی و بھکنی

۳۔ بسیط مثنیٰ مجنون

وزن = مستفعلتن فعلتن مستفعلتن فعلتن

فارسی مصرع = چون زلف تاب دہد دلدار لشکریم
ہندوی خویش کند ہر دم بہ دلبریم

تقطیع =	چون ذل ف تا	ب دہد	دل دارش	ک بریم
	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۰
	-U--	-U--	-U--	-U--
	مستفعلتن	مستفعلتن	مستفعلتن	مستفعلتن

۴۔ بحر بسیط مثنیٰ ہمہ مجنون

وزن = مفاعلتن فعلتن مفاعلتن فعلتن

مثال = ع چراہمی بت من بہ من نمی نگرد

۵۔ بحر بسیط مجنون مجنون =

وزن = مفاعلتن فاعلتن مفاعلتن فاعلتن

مثال = ع بہ بوستان سرج گل چراہمی لب گزد

تذکر = ایک ہی بیت میں ان تمام مصرعوں کا خلط جائز ہے۔

آپ ہی تقطیع کیجیے۔

اردو مصرع = دکھا ادائیں مگر جواہل دل ہوں انھیں

غیر معروف اوزان

مقتعلن فاعلن مقتعلن فاعلن
مقتعلن فاعلان مقتعلن فاعلان
مستقلن فاعلن مستقلن
مستقلن فاعلن مستقلن
مقتعلن فاعلن مقتعلن

- ۱- بسیط مربع مضاعف مطوی سالم =
- ۲- بسیط مربع مضاعف مطوی سالم ندال =
- ۳- بسیط مسدس =
- ۴- بسیط مسدس مہربخ =
- ۵- بسیط مسدس مطوی سالم مطوی =

jabir.abbas@yahoo.com

بحر قریب

قریب کے لغوی معنی نزدیک کے ہیں۔ اس بحر کو اس لیے قریب کہتے ہیں کہ اس کے ارکان بحر ہزج اور بحر مضارع کے قریب ہیں۔ اس بحر کو خلیل بن احمد کے کوئی ۲ سو سال بعد مولانا یوسف عروسی نیشاپوری نے دریافت کیا۔ یہ بحر مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن کی دوبار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔ اس بحر میں فارسی میں کم اشعار ملتے ہیں اور اردو میں اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ بحر مسدس میں استعمال ہوتی ہے۔

مشہور اوزان

ان اوزان کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۱۔ بحر قریب مسدس اخر ب مکفوف مقصور

وزن = مفعول مفاعیل فاعلان

مثال = ع میں تیرا ہوں آئینہ میرے دوست

۲۔ بحر قریب مسدس اخر ب مکفوف محذوف

وزن = مفعول مفاعیل فاعلن

مثال = ع شاداب چمن اک سراب ہے

۳۔ بحر قریب مسدس اخر ب مقبوض مقبوض

وزن = مفعول مفاعیلن متعللن

مثال = ع پیروں میں اگر چہ زنجیر نہ تھی

۴۔ بحر قریب مسدس اُخرب مقبوض اہتم

وزن = مفعول مفاعیل فعلن

مثال = ع کیوں اُس پہ بھروسہ کرتے ہو

۵۔ بحر قریب مسدس اُخرم اُخرب

وزن = مفعول مفعول فاعلاتن

مثال = ع صاحب کچھ ہم سے کلام کیجیے

۶۔ بحر قریب مسدس سالم مکفوف سالم

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلاتن

مثال = ع فقیروں کی طرح عرض حال کب تک

۷۔ بحر قریب مسدس سالم مکفوف مسبغ

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلیان

مثال = ع انھیں گے ایک دن سب تمہارے مظلوم

۸۔ بحر قریب مسدس مکفوف مکفوف سالم

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلاتن

مثال = ع ہے ہڈی ہڈی پاش پاش اس کی

۹۔ بحر قریب مسدس مکفوف مکفوف مسبغ

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلیان

مثال = ع جلا راکھ ہوا جسم اب ہے نابود

۱۰۔ بحر قریب مسدس مکفوف مقصور الآخر

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلان

مثال = ع اگر جھوٹ نہ بولیں تو راز فاش

۱۱۔ بحر قریب مسدس مکفوف محذوف الآخر

وزن = مفاعیل مفاعیل فعلن

مثال = ع اگر آئیں تو مے خوار کیا کریں

بحر طویل

طویل کے لغوی معنی طولانی کے ہیں۔ اس بحر کو اس لیے طویل کہتے ہیں کہ یہ طویل ترین عربی بحر ہے، کیونکہ ایک بیت میں اڑتالیس (۴۸) حروف ہیں۔ یہ بحر دائرے میں مٹھن ہے۔ اس کا وزن فعلون مفاعیلن چار بار ہے۔ یہ بحر فارسی میں بہت کم اور اردو میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ بعض اساتذہ شعرا نے بطور تفریح طبع لکھا ہے۔

مشہور وزن

۱۔ بحر طویل مٹھن سالم

فعلون مفاعیلن فعلون مفاعیلن

فارسی مصرع = دلا رام مارا گر بہ وعدہ وفا بودی

تقطیع = دلا را مہارا گر بوعدہ وفا بودی

فعلون مفاعیلن فعلون مفاعیلن

مشق = بدور آوری ساقی شراب مروق را

اردو مصرع = کہیں اب کسی لب پہ تبسم نہیں ملتا

تقطیع = کہیں اب / کسی لب پہ / تبسم / نہیں ملتا

کہی اب کسی لب پہ تبسم نہیں ملتا

فعلون مفاعیلن فعلون مفاعیلن

۱۰۱۰۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰۰ ۱۰۱۰۰
 --- U -- U --- U -- U

مشق ۔ یہ کیا ہو گیا، پڑمرہ کیوں ہے ہر اک چہرہ

غیر معروف اوزان

۲۔ طویل مثنیٰ سالم مقبوض

فعلون مفاعیلن فعلون مفاعیلن

مثال ع ہے یعنی خسار ہی خسار اٹو اب میں

۳۔ بحر طویل مثنیٰ سالم مقبوض مسبغ

فعلون مفاعیلن فعلون مفاعیلان

مثال ع جو واعظ نے تلخ کی ہوی ناگوار

jabir.abbas@yahoo.com

بحر وافر

وافر کے لغوی معنی زیادہ کے ہیں۔ اس بحر کو وافر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حرکات زیادہ ہیں۔ بعض عروضیوں نے بتایا ہے کہ اس بحر میں عربی اشعار بہت زیادہ ہیں اس لیے اس بحر یا وزن کو وافر کہتے ہیں۔ یہ بحر مفرد ہے اور اصل بحر ”مفاعلتن“ کی آٹھ بار تکرار سے بنتی ہے۔ فارسی میں اشعار بہت کم ہیں۔ اردو میں اشعار اس بحر میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ بحر دائرے میں مسدس ہے۔

زحافات

مفاعلتن میں قطف کے عمل سے فعلن حاصل ہوتا ہے۔ اس عمل کو مقطوف کہتے ہیں۔
مفاعلتن میں عصب کے عمل سے مفاعیلن حاصل ہوتا ہے۔ اس عمل کو معصوب کہتے ہیں۔

مشہور اوزان

۱۔ بحر وافر مثنیٰ سالم

وزن = مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

فارسی مصرع = چہ شد صما کہ سوی کسی بہ چشم رضائی نگری

تقطیع چ شد ص ن م ا ک سوی کسی ب چشم م رضا ن م ن گ ری

۱۰۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰۰

- U U - U - U U - U - U U - U

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

اردو مصرع = قسم ہے مجھے اگر نہ اسے میں پیش کروں گا تحفہ میں سر

تقطیع قسم ہے مجھے اگر نہ اسے م پیش کروں گا تحفہ میں سر
۱۰۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰۰ ۱۰۰۰۱۰۰

-UU-U -UU-U -UU-U -UU-U
مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

۲۔ بحر وافر مسدس مقطوف

وزن = مفاعلاتن مفاعلاتن فعولن۔ آپ خود تقطیع کیجیے۔

شعر = چو بر گزری ہمی نگری عذارم
چراکنی یکی نگرش بکارم

غیر معروف اوزان

ان اوزان کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۳۔ بحر وافر مربع سالم

وزن = مفاعلاتن مفاعلاتن (دوبار)

مثال = کبھی سر رہ گزر ہی ملیں

۴۔ بحر وافر مربع معصوب سالم

وزن = مفاعلاتن مفاعلاتن (دوبار)

مثال = وہ میری بات مان گئے

اسی طرح سدس اور مثنیٰ اوزان میں سالم، معصوب سالم، معصوب مقطوف اور معقول مقطوف اوزان نظر آتے ہیں جن کی اردو شاعری میں اہمیت نہیں۔

بحر عریض

اس بحر کو مقلوب طویل بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں مفاعیلین فعلن چار بار آتے ہیں، اور طویل کے برعکس مفاعیلین پہلے آتا ہے۔
اس بحر میں اردو اشعار بہت ہی کم آتے ہیں۔ (۱۔ فیصد سے بھی کم)

بحر عمیق

اس بحر کو مقلوب المدید بھی کہتے ہیں۔ اس میں اردو کے اشعار نظر نہیں آتے۔

اختیارات شاعرانہ

فارسی میں اس کو اجازہ شاعر بھی کہتے ہیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ پوٹیک لائنس ہو سکتا ہے۔ بعض عروض دانوں نے اسے ضرورت شعر کا نام بھی دیا ہے۔ اگرچہ پوٹیک لائنس ان شاعروں کے لیے ہے جو صاحب کمال اور مستند عظیم شعر اہوتے ہیں جنہیں ہر قسم کے کثرت سے مضامین نظم کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ چنانچہ پوٹیک لائنس گاہی اوقات ایک متنازع مسئلہ بن جاتا ہے۔ روایت ہے کہ فارسی کے عظیم استاد شاعر معز فطرت کے سامنے کسی شاعر نے ایک ایسا شعر پڑھا جس میں اختیارات شاعرانہ سے استفادہ کیا گیا تھا۔ معز نے پوچھا: اس طرح سے شعر کیوں کہا؟ شاعر نے جواب دیا: آقا ضرورت شعر! معز نے فوراً جواب دیا: شعر گفتن چہ ضروری است۔ بہر حال! شعر اقطع میں ضرورت شعر کے مطابق ان سہولتوں سے فائدہ مند ہو سکتے ہیں۔

- (۱) کسی ساکن حرف کو متحرک بنائیں۔ جیسے کَلَمَہ سے کَلَمَہ
- (۲) کسی مشدد لفظ کو مخفف بنائیں۔ جیسے نَشَہ سے نَشَہ
- (۳) کسی مخفف لفظ کو مشدد بنائیں۔ جیسے غَم سے غَم
- (۴) کسی لفظ میں الف ممدودہ کو مقصورہ بنائیں۔ جیسے آگے کو اگے
- (۵) کسی لفظ میں الف مقصورہ کو ممدودہ بنائیں۔ جیسے اعظم کو اعظم
- (۶) کسی لفظ میں ایک حرف کم کر دیں۔ جیسے ابوطالب سے ابوطالب
- (۷) کسی لفظ میں ایک حرف زیادہ کر دیں۔ جیسے فرنگ سے فرنگ

دائرے

خلیل بن احمد (وفات ۷۰۰ھ ہجری) جنہیں علم عروض کا بانی کہا جاتا ہے نے پانچ دائرے اور سولہ بحریں ایجاد کیں جو یہ ہیں:

- (۱) دائرہ مختلفہ: جس سے تین بحریں طویل، مدید اور بسیط نکلتی ہیں۔
- (۲) دائرہ مومثلہ: جس سے دو بحریں وافر اور کامل نکلتی ہیں۔
- (۳) دائرہ مجملہ: جس سے تین بحریں ہزج، رمل اور رجز نکلتی ہیں۔
- (۴) دائرہ مشتبہ: جس سے چھ بحریں منسرح، خفیف، مضارع، مقتضب، ریع اور مجتث نکلتی ہیں۔
- (۵) دائرہ متفقہ: جس سے خلیل نے مقارب اور انفخ نے ”متدارک“ بحر نکالی۔

چونکہ فارسی عروضیوں نے ابتدا ہی سے بعض عربی اوزان کو فارسی زبان کے لیے ناموزوں قرار دیا تھا اور بعض اوزان کی ضرورت کو محسوس کیا تھا اس لیے انہوں نے بعض بحروں اور دائروں کو ترک کر کے نئی بحریں اور دائرے ایجاد کیے۔ چنانچہ خواجہ نصیر طوسی نے ”معیار الاشعار“ میں تین دائروں کو پیش کیا جو دائرہ مجملہ، زائدہ مزلفہ، دائرہ مشتبہ مزلفہ اور دائرہ مشتبہ زائدہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مشہور عروضی شمس قیس نے ”المعجم“ میں نصیر الدین طوسی کے پیش کردہ دائرہ مجملہ، زائدہ مزلفہ کو رد کر کے صرف دو دائروں کو شامل کیا۔ پس عروض فارسی میں سات (۷) دائرے اور انیس (۱۹) بحریں شامل ہیں۔ اس طرح تین فارسی بحریں (غریب و قریب و مشکل) عربی عروض میں موجود نہیں۔

- (۶) دائرہ مشتبہ زائدہ: جس سے چار بحریں منسرح، مطوی، مضارع، مکفوف، مقتضب، مطوی اور مجتث نکلتی ہیں۔

(۷) دائرہ معروضہ: جس سے پانچ بحریں خفیف مخبون، سربل مطوی، غریب مخبون، قریب ملکوف اور مشاکل ملکوف نکلتی ہیں۔

اگرچہ ان دائروں کے علاوہ مختلف اساتذہ عروض نے کئی وزنوں کے سلسلے یا دائرے دریافت کیے جیسا کہ ڈاکٹر پرویز خاٹری نے اپنی تصنیف ”وزن شعر فارسی“ میں لکھا کہ: ”نہ سلسلہ دیگر را بندہ خود یافته است“

یا بعض اردو عروض دانوں نے دائرہ ابراہیمہ اور دائرہ مفروقہ جیسے ناموں سے دائرے ایجاد کیے، ہم اس کتاب کے مطالب سے جدا رکھنا پسند کریں گے۔

اگرچہ پہلے پانچ دائرے خلیل ابن احمد نے ایجاد کیے لیکن ان کے نام بعد میں دیے گئے۔ ابوالحسن افغش (متوفی ۲۱۵ ہجری) نے دائرہ مفردہ سے بحر متدارک نکال کر اس کو دائرہ متفقہ کہا۔ شمس الدین حدائق نے ایک سادہ دائرہ بنا کر ”میم“ متحرک اور حرف ”الف“ برائے ساکن رکھا اور اس کو جملہ نام دیا۔ عبدالرحمان جاتی نے ایک دائرے کو ”موتلفہ“ کہا اور اسے مصرع سے واضح کیا۔ مولانا سیفی کے مطابق ان دائروں سے مکمل فائدہ اٹھانے کے لیے پہلے بحروں کو سمجھنا ضروری ہے، یعنی بحروں کو جاننے کے بعد یہ دائرے اعادہ کے طور پر استعمال کرنے چاہئیں۔

بعض عروضیوں نے دائروں کے بجائے سیدھی لکیروں میں بحروں کو لکھا ہے، لیکن سیفی نے دائروں کو لکیروں پر ترجیح دیتے ہوئے بتایا کہ دائرے کا فائدہ یہ ہے کہ جس حرف سے بھی بحر کا آغاز کریں وہ حرف فوری اس حرف سے پہلے ہوتا ہے جس پر بحر ختم ہوتی ہے۔

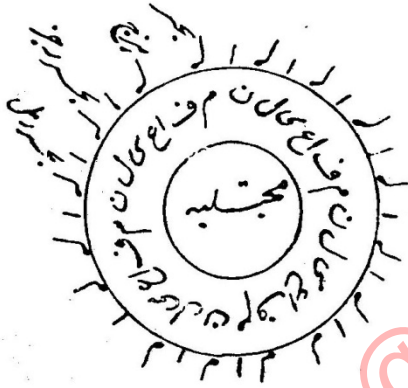
دائرہ جملہ

جملہ کا نام اجتلاب سے لیا گیا ہے۔ اجتلاب کے لغوی معنی کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے۔ چنانچہ اس دائرے میں تین بحروں ہزج، رمل اور رجز کے ارکان کو منتقل کیا گیا ہے۔ بعض عروضیوں نے کہا کہ اجتلاب کے لغوی معنی کثرت اور زیادتی کے بھی ہیں اور چونکہ یہ تین بحریں ہزج، رمل اور رجز کثیر الاستعمال ہیں، اس لیے اس دائرے کو جملہ کہتے ہیں۔ اس دائرے کے تین بنیادی رکن مفاعیلن، مستعلن اور فاعلاتن ہیں۔ اس دائرے سے تین بحریں ہزج، رمل اور رجز نکلتی ہیں۔ جس عمل سے دائرے سے یہ بحریں نکلتی ہیں، اس کو تفلیک یا فک بحر کہتے ہیں۔

اس دائرہ کے متینوں ارکان میں ایک وتد مجموع اور دو سبب خفیف پائے جاتے ہیں۔ ان متینوں بحروں کے ہر مصرعے میں اٹھائیس (۲۸) حروف ہیں جن میں سولہ حروف متحرک اور بارہ ساکن ہیں۔ اگر ان اٹھائیس (۲۸) حروف کو ایک دائرہ کی شکل میں لکھیں اور:

- (الف) اگر پہلے وتد (مفا) سے شروع کریں اور آخری سبب ”لن“ پر ختم کریں تو بحر ہزج حاصل ہوگی جس کا وزن مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین ہے۔ یہ بحر دائرے میں مثنیٰ ہے۔
- (ب) اگر پہلے سبب خفیف (عی) سے شروع کریں اور آخری وتد (مفا) پر ختم کریں تو بحر ہزج حاصل ہوگی جس کا وزن مستقعلن مستقعلن مستقعلن مستقعلن ہے۔ یہ بحر دائرے میں مثنیٰ ہے۔
- (ج) اگر دوسرے سبب خفیف (لن) سے شروع کریں اور پہلے سبب خفیف (عی) پر ختم کریں تو بحر رمل حاصل ہوگی۔ جس کا وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن ہے۔ یہ بحر دائرے میں مثنیٰ ہے۔

”دائرہ مجتلبہ“



دائرہ مجتلبہ



دائرہ مجتلبہ

اگر اس دائرہ کی ہجائی طریقے سے بررسی کریں تو معلوم ہوگا کہ اس دائرے میں سولہ جے ہیں جن میں بارہ ہجائے بلند (-) اور چار ہجائے کوتاہ (U) ہیں چنانچہ اس دائرے سے حسب ذیل بحریں نکلتی ہیں۔

- (۱) - U -- - U -- - U -- - U -- -
 مس تف علن مس تف علن مس تف علن مس تف علن (اس کو بحر جز کہتے ہیں)
- (۲) -- U - -- U - -- U - -- U -
 فاع لاتن فاع لاتن فاع لاتن فاع لاتن (اس کو بحر مل کہتے ہیں)
- (۳) --- U --- U --- U --- U
 م فاع لن م فاع لن م فاع لن م فاع لن (اس کو بحر ہرج کہتے ہیں)

(نوٹ) ایک چوتھا وزن بھی اس سے استخراج ہو سکتا ہے۔

U --- U --- U --- U ---

لیکن کیونکہ آخر میں ہجائے کوتاہ بھی ہجائے بلند کی طرح سنائی دیتا ہے اور اس طرح تیرہ ہجائے بلند اور شعر کے آخری رکن میں چار ہجائے بلند معلوم ہوتے ہیں تو یہ وزن ثقیل اور بھدا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے عروضیوں نے اس کا استخراج نہیں کیا۔ (خلاصہ مقالہ ناکل خاطر)

دائرہ مشتبه

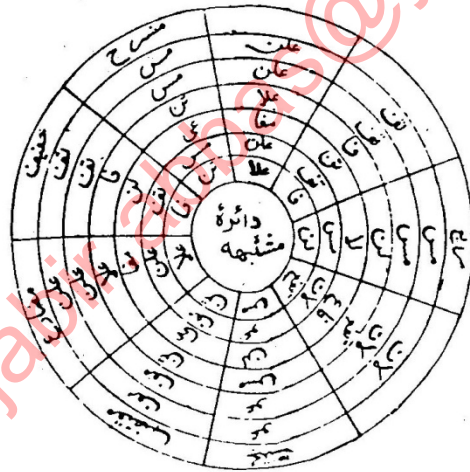
مشتبه کے لغوی معنی فریب کے ہیں۔ چونکہ ان بحروں میں استعمال ہونے والے ارکان پر ایک دوسری بحر کا دھوکا ہوتا ہے اس لیے اس دائرے کو مشتبه کہتے ہیں۔ دائرہ مشتبه مرکب بحروں کا پہلا دائرہ ہے۔ اس میں نو مسدس بحریں ہیں یعنی اس سے استخراج ہونے والی تمام بحریں مسدس کینڈے میں ہیں۔ عبدالغنی نے بحر الفصاحت میں اس ترتیب سے یہ نام دکھائے ہیں:

دائرہ مشتبه (مسدس)

- (۱) سرلج خ خ خ مستفععلن مستفععلن خ خ خ مف مفعولات
- (۲) جدید خ خ خ فاعلاتن فاعلاتن خ خ خ مس تف علن

301

مف خ خ	مف ع یلن	مف ع یلن	قریب	(۳)
فاعلاتن	مفاعیلن	مفاعیلن	منسرح	(۴)
مستفعلن	مفعولات	مفعولات	خفیف	(۵)
مفاعلاتن	مفعولات	مفعولات	مضارع	(۶)
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مقضب	(۷)
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مخت	(۸)
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مشاکل	(۹)



دائرة مشتبہ

اگر مستفعلن، مستفعلن اور مفعولات کو دائرے کی شکل میں لکھیں اور :

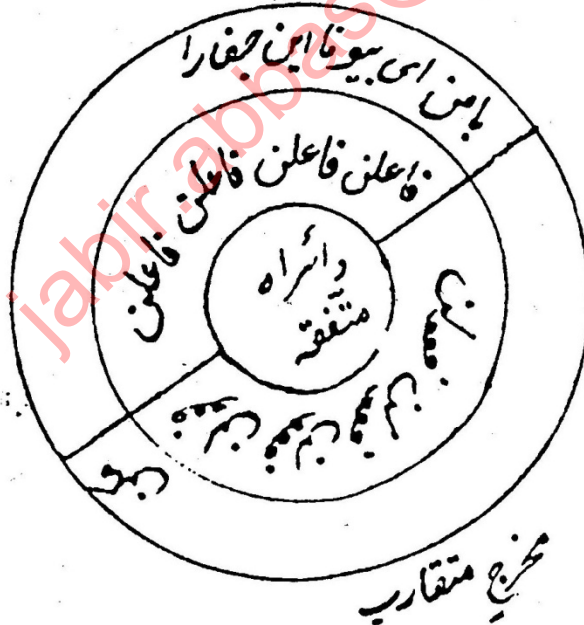
(الف) مستفعلن سے شروع کریں اور آخری مفعولات پر ختم کریں تو بحر سرج حاصل ہوتی ہے جس کو مستفعلن مستفعلن مفعولات لکھتے ہیں۔

- (ب) دوسرے مستفعلن سے شروع کریں اور پہلے مستفعلن پر ختم کریں تو بحر منسرح حاصل ہوتی ہے جس کو مستفعلن مفعولات مستفعلن لکھتے ہیں۔
- (ج) دوسرے ”تفعلن“ سے شروع کریں اور ”مس“ دوم پر ختم کریں تو بحر خفیف حاصل ہوتی ہے جس کو فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن کہتے ہیں۔
- (د) دوسرے ”علن“ سے شروع کریں اور ”تف“ دوم پر ختم کریں تو بحر مضارع حاصل ہوتی ہے جس کو مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن کہتے ہیں۔
- (ه) مفعولات سے شروع کریں اور مستفعلن دوم پر ختم کریں تو بحر مقتضب حاصل ہوتی ہے جس کو مفعولات مستفعلن مستفعلن کہتے ہیں۔
- (و) عولات سے شروع کریں اور مف پر ختم کریں تو بحر جث حاصل ہوتی ہے جس کو مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن کہتے ہیں۔

دائرہ متفقہ

اس دائرے کو خلیل بن احمد نے منفردہ نام دیا تھا لیکن بعد میں انھوں نے بحر متدارک کو اس

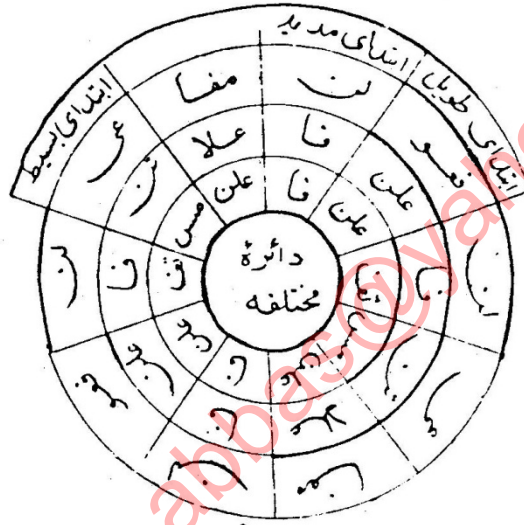
منخرج متدارک



دائرہ متفقہ

دائرے سے نکال کر اس کو متفقہ نام دیا۔ اس کو متفقہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان دونوں بحروں کے ارکانوں میں یکسانیت ہے، یعنی فاعلن اور فاعلن میں پانچ حروف ایک و مذ مجموع اور ایک سبب خفیف شامل ہے۔ اگر دائرے میں چار بار فاعلن لکھیں اور

- (الف) اگر فاعل سے آغاز کریں اور لن پر ختم کریں تو بحر مقارب حاصل ہوتی ہے جس کو فاعلن فاعلن فاعلن لکھتے ہیں۔ یہ بحر مثنیٰ کینڈے میں ہے۔
- (ب) اگر لن سے آغاز کریں اور فاعل پر ختم کریں تو بحر متدارک حاصل ہوتی ہے جس کو فاعلن فاعلن فاعلن لکھتے ہیں۔



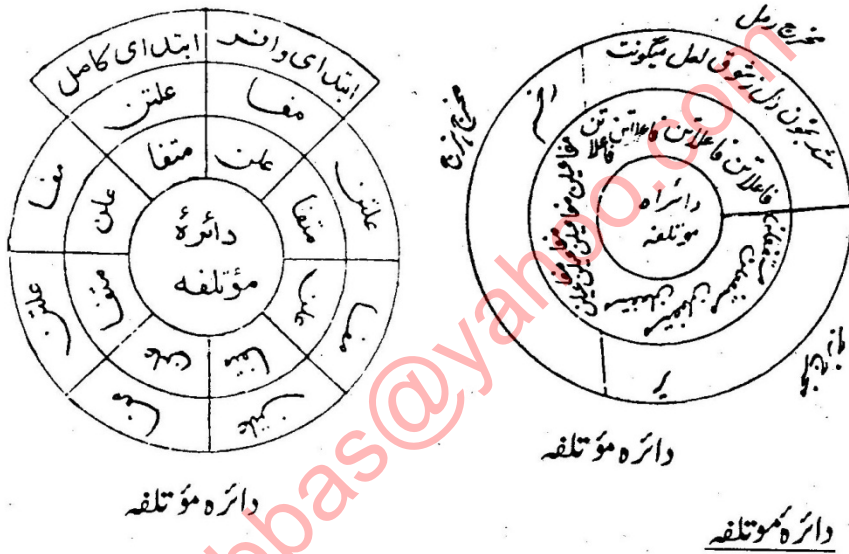
دائرہ مختلفہ

دائرہ مختلفہ

لغت میں مختلفہ کے معنی جداگانہ کے ہیں۔ اس دائرے کو اس لیے مختلفہ کہتے ہیں کہ اس دائرے کی تین بحروں کے ارکان مختلف ہیں۔ اس دائرے میں تین بحریں طویل، مدید اور بسیط شامل ہیں۔

اگر اس دائرے کے ارکان فاعلن (فاعلن) اور مفاعیلن (مفاعیلن) کو دائرے کی شکل میں لکھیں اور :

- (الف) اگر فعلوں سے آغاز کریں اور مفاعیلین دوم پر ختم کریں تو فعلوں مفاعیلین فعلوں مفاعیلین حاصل ہوتا ہے جسے بحر طویل کہتے ہیں۔
- (ب) اگر لن سے آغاز کریں اور فعو پر ختم کریں تو لن مفاعیلین فعلوں مفاعیلین فعو یعنی فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو بحر مدید کہتے ہیں۔
- (ج) اگر عیلین سے آغاز کریں اور مفا پر ختم کریں تو عیلین فعلوں مفاعیلین فعلوں مفاعیلین مستقلین فاعلن مستقلین فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو بحر بسیط کہتے ہیں۔



لغت میں مؤتلفہ کے معنی محبت اور الفت کے ہیں۔ اس دائرے کو اس لیے مؤتلفہ کہتے ہیں کہ ان بحروں کے ارکان میں مناسبت ہے۔ اس کے ارکان مفاعیلین اور متفاعلین ہیں۔ ہر رکن میں سات حروف ہیں جو ایک و تہ مجموع اور ایک فاصلہ صغریٰ پر مشتمل ہیں۔ اگر متفاعلین اور متفاعلین کو دائرے کی شکل میں لکھیں اور :

- (الف) اگر مفا سے شروع کریں اور علتین پر تمام کریں تو مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن حاصل ہوتا ہے جس کو بحر وافر کہتے ہیں۔
- (ب) اگر علتین سے شروع کریں اور مفا پر تمام کریں تو علتین مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن چار بار متفاعلین حاصل ہوتا ہے جس کو بحر کامل کہتے ہیں۔

علم قافیہ

فارسی کے مشہور شاعر خواجہ فرید الدین عطار متوفی ۶۴۷ ہجری نے قافیہ کے بیان میں بالکل صحیح کہا ہے کہ قافیہ خطبوں کا تاج اور سخن کی حرمت ہے۔

شعر = گر قوافی را روا جی نیست
بر سر ہر خطبہ تاجی نیست
(یعنی اگر قافیہ کا رواج نہ ہوتا تو پھر کسی خطبے کے سر پر تاج نہیں ہوتا)
پھر کہتے ہیں:

شعر = نظم و نثری کاں میان امت است
از قوافی آن سخن را حرمت است

(یعنی نظم اور نثر جو مروج ہیں اس کی حرمت اور عزت قافیہ کی بدولت ہے)
اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ قافیہ کی وجہ سے شعر کے آہنگ اور نثر کے اسلوب میں مزید دل نشینی پیدا ہو جاتی ہے۔ پرانے زمانے میں علمی کتابوں کو منظوم لکھنے کا رواج تھا جس کا ذکر ارسطو نے بھی اپنی کتاب ”شعریات“ میں کیا ہے اگرچہ ان افراد کو ارسطو نے شاعر نہیں کہا۔
قافیہ ”قفو“ سے ہے جس کے لغوی معنی ”پیرو“ کے ہیں۔ اس کے معنی ہر چیز کے آخر کے بھی ہوتے ہیں جیسے قافیہ کمال شبنی میں۔ عربی شعری اصطلاح میں قافیہ اس کلمے کو کہتے ہیں جس پر شعر تمام کیا گیا ہو۔ جس شعر میں قافیہ ہوتا ہے اس کو ”مقفا“ کہتے ہیں۔ چونکہ عربی شاعری میں ردیف نہیں تھی اس لیے قافیہ کو شعر کا آخری لفظ مانا گیا۔

بعض لوگ تمام کلمہ آخر کو قافیہ اور بعض صرف حرف ”روی“ کو قافیہ کہتے ہیں۔ چونکہ فارسی اور اردو اشعار میں آخری لفظ ردیف ہوتا ہے اس لیے قافیہ کی تعریف میں وہ لفظ جو مصرعے یا شعر کے آخر

میں لیکن ردیف سے پہلے آتا ہے اور دوسرے مصرعے یا شعر میں اسی جگہ آنے والے لفظ کے ساتھ صوتی مشابہت رکھتا ہے لیکن معنوی اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ جیسے رواج اور سماج۔
 قافیے کا لفظ بمعنی ہونا چاہیے لیکن ردیف کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں۔

قافیے کے حروف

قافیے کے نو (۹) حروف ہیں۔ چار حرف روی سے قبل اور چار حرف روی کے بعد۔ جو حروف روی سے قبل ہوں ان کے نام تائیس، ذیل، ردف اور قید ہیں۔ جو حروف روی کے بعد ہیں ان کے نام وصل، خروج، مزید اور نازہ ہیں۔

ان حروف کو یاد رکھنے کے لیے یہ فارسی اشعار حفظ کیے جاسکتے ہیں۔
 قطعہ = قافیہ دراصل یک حرف است و ہشت آذواج
 چار پیش و چار پس، این مرکز آنھا دائرہ
 حرف تائیس و ذیل و قید و ردف آنگہ روی
 بعد ازین وصل و خروج است و مزید و نازہ

(۱) روی

یہ لفظ ”رواء“ سے لیا گیا ہے جس کے لغوی معنی ”اس رسی“ کے ہیں جس سے اونٹ پر بار باندھتے ہیں۔ چنانچہ تمام اشعار اس حرف سے بندھے ہوتے ہیں اس لیے اس کو ”روی“ کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ”روی“ وہ حرف اصلی ہے جو آخری ہو، یکساں ہو اور معنی میں مختلف ہو۔ جیسے اس شعر میں:

شعر = ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
 یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اس شعر میں رفیق کا ”ق“ اور طریق کا ”ق“ آخری اصلی حرف ہے جو یکساں ہے اور یہی ”روی“ ہے۔ اس فارسی شعر میں ”دانا“ اور ”پینا“ میں ”الف“ آخری اصلی حرف ”روی“ ہے۔
 اول دفتر بنام ایزدانا صانع و پروردگار وحی و توانا
 روی کی کئی قسمیں ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(۲) تائیس

تائیس اس ”الف“ کو کہتے ہیں جو روی سے قبل ہو اور اس کے درمیان ایک متحرک حرف موجود رہے۔ مثلاً ”عاشق“ اور ”موافق“ میں ”ق“ روی ہے اور ”ش“ اور ”ف“ متحرک

ہیں اور ان حروف سے پہلے ”الف“ تائیس ہے۔ تائیس سے شعر کے آہنگ اور زیبائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ عربی اور اردو کے بعض شعرا تائیس کی رعایت کو واجب سمجھتے ہیں لیکن فارسی میں تائیس واجب نہیں بلکہ مستحسن ہے اور اغلب اردو شعرا نے بھی اس کی پروا نہیں کی۔ جیسے سودا کی غزل کے ان اشعار میں حاصل، گل، بگل اور داخل کے توانی ملتے ہیں۔

جو چلن چلتے ہو تم کیا اس سے حاصل ہوئے گا خوں سے بہتوں کے غبار اس راہ کا گل ہوئے گا
شرح اپنی بے قراری کی لکھیں گے ہم اگر نامہ بر اپنا پر پرواز بگل ہوئے گا
ہم تو وہ سمجھتے تھے دل میں پر خبر اس کی نہ تھی یہ لگا لو ہو شہیدوں بیچ داخل ہوئے گا
اگر تائیس کی رعایت کی جائے تو اسے قافیہ موسیٰ کہتے ہیں۔

(۳) ذیل

ذیل اس حرف متحرک کو کہتے ہیں جو ”روی“ اور ”تائیس“ کے درمیان واقع ہو جیسے ”ش“ اور ”ف“ ”عاشق“ اور ”مواثق“ میں۔ ذیل کی تکرار واجب نہیں البتہ اس سے شعر کے آہنگ اور زیبائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) ردف

ردف دو قسم کی ہوتی ہے:

(الف) ردف اصلی (ب) ردف زائد
(الف) ردف اصلی: الف واؤ اور یا (الف و ی) کو کہتے ہیں جو روی سے قبل بغیر کسی حرف کے قرار پائے اور ایسے قافیے کو ”ردف بہ ردف اصلی“ کہتے ہیں۔

مثلاً باز اور نواز میں الف (ا)

وجود اور سجود میں واؤ (و)

غیب اور عیب میں یا (ی)

(ب) ردف زائد: اس حرف کو کہتے ہیں جو ردف اصلی اور روی کے درمیان ساکن حرف

کی شکل میں آتا ہے۔ ردف زائد یہ چھ حروف ہیں۔

ش، ز، ف، س، خ اور ن (اس کو ”شرف سخن“ سے یاد کر سکتے ہیں) یا ان حروف کو اس شعر میں دیکھ سکتے ہیں۔

ردف زائد شش بود ای ذنون

خا و را وسین و شین و فا و نون

308

روف ”واو“ اور ”یا“ دو قسم کے ہوتے ہیں:

(الف) معروف (ب) مجہول

معروف وہ ہے جو ضمہ (پیش) اور کسرہ (زیر) کی حرکت کو ”واو“ یا ”یا“ سے پہلے تمام کر دے۔ مثلاً ”نور“ اور ”پیر“ میں ”پیش“ اور ”زیر“ کی حرکت۔

مجہول وہ ہے جو ضمہ (پیش) اور کسرہ (زیر) کی حرکت کو ”واو“ یا ”یا“ سے پہلے تمام نہ کرے۔ مثلاً شور اور شیر میں ”پیش“ اور ”زیر“ کی حرکت۔

روف اصلی اور روف زائد کی پابندی لازم ہے۔

معروف اور مجہول کو ایک شعر میں جمع نہ کرنا مستحسن ہے جیسا کہ کمال السنیل نے اس رباعی میں کیا ہے اور نیکی نزدیکی اور تاریکی کو ایک جگہ باندھا ہے:

۔ بادل گفتم تو باری ای دل نیکی
کزمن دوری پیار من نزدیکی
دل گفت کہ بادھان و زلفش عمری است
تای سازم بہ گنگی و تاریکی

(۵) قید

قید اس ساکن حرف کو کہتے ہیں جو کسی واسطے کے بغیر روی سے قفل ہوتا ہے۔ قید کے حروف دس ہیں جن کی ترکیب سے جملہ ”سہ شب فرخ نغز“ حاصل ہوتا ہے۔

حروف قید: س، ہ، ش، ب، ف، ز، خ، ن، غ اور ز

مثلاً: ابرو صبر	میں	”ب“
تخت و بخت	میں	”خ“
بزم و رزم	میں	”ز“
مست و دوست	میں	”س“
مغز و نغز	میں	”غ“
گشت و دشت	میں	”ش“
پند و بند	میں	”ن“
چہرہ و مہرہ	میں	”ر“
سفت و گشت	میں	”ف“

تہ دوسرو میں ”ز“

ان حروف کو یاد کرنے کے لیے فارسی کا یہ قطعہ یاد کیا جاسکتا ہے۔

گر حروف قید را گیرند یاد نیست در لفظ عجم از ده زیاد
با و خا و را و زا و سین و شین غین و فا و نون و ها باشد یقین
حروف قید کی رعایت لازم ہے۔ بعض فارسی اور اردو شعرا نے ایسے بھی حروف استعمال کیے جن کا صوت
اور مخارج قریب تھا جیسے سعدی اور فردوسی نے ”ح“ اور ”و“ کو ایک شعر میں جمع کیا ہے۔

سعدی = چہ مصر و چہ شام برو چہ بحر
ہمہ روستانید و شیراز شہر
فردوسی = بہ نام خداوند تزیل و وحی
خداوند امر و خداوند نہی

(۶) وصل

وصل اس حرف کو کہتے ہیں جو روی کے بعد متصل ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے روی اگر ساکن ہو تو متحرک ہو جاتا ہے۔ مثلاً سحری اور جوہری میں ”ز“ روی ہے اور ”ی“ وصل اور ”ز“ ساکن متحرک ہو جاتا ہے۔

(۷) خروج

اس حرف کو کہتے ہیں جو وصل سے متصل ہوتا ہے۔ یہ اردو میں کم مروج ہے۔ مثلاً
یاریم گہن گاریم میں ”میم“ خروج ہے۔

(۸) مزید

اس حرف کو کہتے ہیں جو خروج سے متصل ہو۔ یہ اردو میں استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً
گاہش میں ”ش“ مزید ہے۔

(۹) نائرہ

اس حرف کو کہتے ہیں جو مزید سے متصل ہو۔ یہ بھی اردو میں استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً دید ستمش
نوٹ: روی کے بعد کے ہر حرف کی رعایت قافیہ میں لازم ہے۔

حرکات قافیہ

حروف قافیہ کے حرکات چھ ہیں جن کی ترکیب سے جملہ ”راحت من“ بنتا ہے۔ (ر‘ا‘ح‘ت‘

م‘ن)

(۱) حرکت رُسْ

جس کے لغوی معنی ”شروع کرنے کے“ ہیں۔ ”رُس“ اس حرکت کا نام ہے جو الف تائیس سے قبل ہوتی ہے جو ہمیشہ فتح یا زبر کے ساتھ ہوگی۔ جیسے عاشق میں (۱) موافق میں (۱) وغیرہ۔

(۲) حرکت اشباع

جس کے لغوی معنی ”سیر کرنے کے“ ہیں۔ ”اشباع“ حرف ذخیل کی حرکت کو کہتے ہیں۔ جیسے کسریا زبر (عاشق میں ش کی حرکت)۔ اس حرکت میں اختلاف جائز نہیں مگر صرف اس وقت جب روی وصل کے ساتھ لگا ہو۔

(۳) حرکت حذو

جس کے لغوی معنی ”برابر کرنے کے“ ہیں۔ ”حذو“ اس حرکت کا نام ہے جو ردف اور قید سے پہلے ہو۔ حذو کی حرکت میں اختلاف جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں جب روی وصل سے لگا ہو۔

(۴) حرکت توجیہ

اس کے لغوی معنی ”کسی چیز کی طرف رخ کرنے کے“ ہیں۔ اصطلاح میں توجیہ اس حرکت کو کہتے ہیں جو روی ساکن سے قبل ہو۔ جیسے غم، غم اور سم میں نون، عین اور سین کی حرکتیں۔ توجیہ میں اختلاف جائز نہیں ہے مگر صرف جب کہ روی وصل سے لگا ہوا ہو جیسے مشتری اور چتری میں زبر اور زبر کی حرکات جائز ہیں۔

شعر : اے مسلمانانِ فضاں از جور چرخ چتری
وز نفاق تیر و قصد ماہ و سیر مشتری

(۵) حرکت مجرئی

مجرئی روی کی حرکت کو کہتے ہیں جس میں بالکل اختلاف جائز نہیں۔ جیسے صدا، خدا، حرکت گدا میں (۱) کی حرکت ہے۔

(۶) حرکت نفاذ

اصطلاح میں وصل کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اسی طرح خروج، مزید اور نائرہ کی حرکت کو بھی ”نفاذ“ کہتے ہیں۔ ان حرکات میں اختلاف جائز نہیں، جیسے یاریم اور خامکاریم اس شعر میں:

شعر ۔ ما میکسا کوی یاریم
ما سوخگان خامکاریم

اصناف قافیہ

روی دو قسم کی ہوتی ہیں۔

(الف) روی مقید (ب) روی مطلق

(الف) روی مقید

اس روی کو کہتے ہیں جو ساکن ہونے کی وجہ اس سے قبل کی حرکت سے بندھی ہوتی ہے۔ اگر روی مقید کسی قافیہ کے حرف سے بندھی نہ ہو تو اسے ”مقید مجرد“ کہتے ہیں۔ مثلاً سخن، زمن۔ اگر روی مقید قافیہ کے حروف سے بندھی ہو تو اسے مقید باتائیس، مقید باروف، اصلی، مقید باروف راند اور مقید باقید کہتے ہیں۔

(ب) روی مطلق

اگر روی حرف وصل سے بندھنے کی وجہ سے متحرک ہو تو اسے روی مطلق کہتے ہیں۔ اگر روی صرف حرف وصل سے بندھی ہو تو اسے مطلق مجرد کہتے ہیں۔ مثلاً مستی، پرستی۔ اگر روی مطلق قافیہ کے حروف سے بندھی ہو تو اسے مطلق باتائیس، وخیل، مطلق بہ خروج، مطلق بہ ردوف و خروج و مزید، مطلق بہ ردوف با خروج و مزید و نائرہ وغیرہ کہتے ہیں۔

تذکر

(۱) بعض اوقات ”روی“ وصل سے بندھے بغیر متحرک اور مطلق ہو جاتی ہے۔ اس کو ”روی مطلق با اضافہ“ کہتے ہیں۔ جیسے بہار آمد، نکھار آمد۔

(۲) فارسی میں است اگر الف سے جدا ہو گا تو ردیف رہے گا اور اگر بغیر الف کے قافیہ سے مل کر تلفظ ہو تو وصل اور خروج سمجھا جائے گا۔ مثلاً آشیانہ است، جانست، ناست

وغیرہ۔

(۳) اگر ”ہا“ علامت جمع کسی حرف سے بندھی ہو تو وہ وصل یا خروج نہیں بلکہ ردیف محسوب ہوگی۔ بادشاہا درخت ہاوغیرہ۔

حدود قافیہ

قافیے کی پانچ حدود ہیں۔

- (۱) مترادف: اگر قافیے کے آخر میں دو ساکن مسلسل آئیں تو اسے ”مترادف“ کہتے ہیں۔ مثلاً ہشت دشت مست سخت
- (۲) متواتر: اگر قافیے کے اخیر میں ایک ساکن سے قبل ایک متحرک ہو تو اسے ”متواتر“ کہتے ہیں۔ مثلاً: غم، غم، غم وغیرہ
- (۳) متدارک: اگر قافیے کے آخر میں ایک ساکن سے قبل دو متحرک ہوں تو اسے ”متدارک“ کہتے ہیں۔ مثلاً: چمن، سمن، زمین وغیرہ
- (۴) متراکب: اگر قافیے کے اخیر میں ایک ساکن سے قبل تین متحرک ہوں تو اسے ”متراکب“ کہتے ہیں۔ مثلاً: نقوی، صفوی، رضوی وغیرہ
- (۵) محکاوہ: اگر قافیے کے آخر میں ایک ساکن سے قبل چار متحرک ہوں تو اسے ”محکاوہ“ کہتے ہیں۔ یہ اردو میں مستعمل نہیں۔ مثلاً: بخوردی، نگر دی

قافیے کے عیوب

قافیے کے عیوب دو قسم کے ہیں۔

- | | | |
|-------|-----------------|-------------|
| (الف) | عیوب ملقبہ: | یہ چار ہیں۔ |
| (ب) | عیوب غیر ملقبہ: | یہ سات ہیں۔ |

عیوب ملقبہ

اس میں اقوا، اکفاء، ستاد اور ایطاشامل ہیں۔

(۱) اقوا

اقوا کے لغوی معنی ہیں ”ری کو تاب دینا“ اور اصطلاح میں حذو اور توجیہ کے اختلاف کو کہتے

ہیں۔ جیسے کسی شعر میں تو اور دو کو جمع کیا جائے جو اختلافِ حدو ہے یا تر اور پر کو جمع کیا جائے تو اختلافِ توجیہ ہے۔

مثال اختلافِ حدو:

ہر وزیر و مفتی و شاعر کہ او تو سی بود
چون نظام الملک و غزالی و فردوسی بود (توسی۔ دوسی)

مثال اختلافِ توجیہ:

از غصہ ہجران تو دل پر دارم
پیوستہ از آن دیدہ بہ خون تر دارم (پر۔ تر)

(۲) اکفاء

اکفاء حرفِ روی کے اختلاف کو کہتے ہیں جس میں روی اس کے قریب الحرج حرف سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے ک اور گ ح اور ہ میں۔ ترک اور برگ یا وحی اور نبی کا قافیہ باندھا جائے۔

تذکر

ایسے الفاظ جو چھوٹی ”ہ“ پر ختم ہوتے ہیں جیسے ”عمدہ“ ”آہستہ“ اور ”شیشہ“ وغیرہ کا قافیہ ”الف“ والے الفاظ جیسے پیدا، دنیا وغیرہ سے کیا جاتا ہے۔ اس لیے قدیم شعر اچھوٹی ”ہ“ کو الف سے بدل کر ان لفظوں کو لکھا کرتے تھے تاکہ اکفاء کا عیب ظاہر نہ ہو سکے لیکن ایسا کرنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ الما پر قافیہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے علامہ شاداں بلگرامی نے وضاحت سے لکھا ہے کہ اگر ”ہ“ پر ختم ہونے والے الفاظ کا قافیہ الف پر ختم ہونے والے الفاظ سے کیا جائے تو املا بدلنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) سناد

سناد کے لغوی معنی اختلاف کے ہیں۔ یہ اختلاف ردیف اصلی یا ردیف زائد میں ہو سکتا ہے۔ جیسے کسی شعر میں زمین کا قافیہ زمان سے، عمود کا قافیہ عمید سے کریں اور تاخت کا قافیہ بیافت سے کریں۔ یہ سب قافیوں کے عیوب میں شامل ہیں۔

(۴) ایطاف

ایطاف کے لغوی معنی دوسرے کے قدم پر قدم رکھنا ہے۔ اس کے معنی قافیہ کا مکرر کرنا بھی ہے۔ ایطاف کو شایگان بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) ایطافِ جلی

اس میں قافیہ دو ٹکڑوں والے لفظ سے بنا ہوا اور آخری ٹکڑا الگ کر دیں تو جو بچ رہے وہ ہم قافیہ نہ ہو۔ مثلاً ستم گر اور جفا گر، مسلمین اور مومنین۔ بعض عروض داں قصیدے میں دو اور غزل میں ایک ایٹاکو جائز سمجھتے ہیں اور اس کا عذر پیش کرتے ہیں۔ جیسے جانی نے کہا :

ایطاء توانی را گر خردہ کسی گیرد
گو بگذر از این معنی بگر بہ مفاہش

(یعنی اگر قافیے میں ایٹا ہو تو مضمون دیکھ کر کسی حد تک نظر انداز کیا جاسکتا ہے)

نوٹ: بہر حال قانون قانون ہے، غلطی غلطی ہے اور شاعر عروض کے قانون کو پامال نہیں کر سکتا۔ ایٹاکو کی پہچان یہ بھی ہے کہ اگر مشترکہ زائد حروف کو نکال دیا جائے تو جو بچ رہے اگر وہ با معنی لفظ ہوں تو یہ ایٹاکو ہے۔ جیسے جفا گر اور ستم گر میں گر کو نکال دیں تو جفا اور ستم بچ جاتے ہیں جو با معنی الفاظ ہیں اور اس کے علاوہ جفا اور ستم ایک دوسرے کا قافیہ نہیں۔

(ب) ایٹاکو خفی

یہاں قافیوں کے الفاظ میں آخری دو یا تین حرف مشترک ہوتے ہیں اور جس میں قافیہ کی تکرار کثرت استعمال اور علانیہ ظاہر نہ ہو۔ مثلاً : گلاب، آب، آسان، انسان
نوٹ: (۱) ایٹاکو اسی وقت لازم آتا ہے جب ایسے قافیے مطلعے میں استعمال کیے جائیں۔ اس میں کوئی ہرج نہیں اگر مثلاً مطلعے میں قافیہ زور اور پر ہو اور بعد کے اشعار میں بت گر، ستم گر اور سخن و رو غیرہ ہو۔

(۲) اردو میں ہندی الفاظ جو جوڑ کر بنائے جاتے ہیں اور ان سے اگر مشترکہ حروف نکال دیں تو اگر بے معنی لفظ باقی رہ جائے تو ان کا قافیہ جائز ہے۔ مثلاً رہو اور لکھو میں ”ہو“ نکال دیں تو بے معنی الفاظ رہ جاتے ہیں جن کا قافیہ جائز ہے۔

(۳) بعض فارسی اور اردو الفاظ کی جمع الف نون لگا کر بنائی جاتی ہے۔ جیسے مرد سے مرداں، زن سے زناں یا آندھی سے آندھیاں وغیرہ۔ اگر دونوں قافیوں میں سے الف نون نکال دینے کے بعد جو فارسی یا عربی حرف بچ رہے وہ ہم قافیہ نہ ہوں تو یہ قافیہ غلط ہوگا۔ جیسے مرداں اور زناں میں مرد اور زن باقی رہ جائیں گے جو ہم قافیہ نہیں۔ اگر قافیوں میں ایک لفظ میں فارسی والا الف ونون اور دوسرے میں ہندی والا الف ونون ہو مثلاً درختاں اور آندھیاں تو یہ جائز ہے۔

(۴) اردو میں بعض مصدری الفاظ بھی ہم قافیہ تصور کیے جاتے ہیں اگرچہ ان میں سے

زائد حروف جیسے 'نا' یا 'نکال' دینے کے باوجود جو جگہ رہتا ہے وہ ہم قافیہ نہیں رہتا۔
جیسے لینا، پینا، سننا کو بھی جائز بتایا گیا ہے۔ بعض عروض دانوں اور شاعروں نے
اس آزادی کو متروک قرار دیا ہے۔

عیوب غیر ملقبہ

(۱) حرف روی کو ایک مصرعے میں ساکن اور دوسرے میں متحرک لائیں۔ جیسے حافظ نے خراب اور
بہ کے حرف "ب" میں کیا ہے۔ مثلاً:

شعر = صلاح کار کجا و من خراب کجا

بیسین تفاوت رہ کر کجاست تا بہ کجا

(۲) قافیہ ایک مصرعے میں مشدود اور دوسرے میں مخفف لایا جائے۔ جیسے اس شعر میں:

شعر = خاص در بند لذت و شہوات

عام در بند ہزل و ترامات

(۳) حروف غیر ملفوظ کو ملفوظ سے قافیہ کریں۔ مثلاً جادو کو ایک دوسرے کا قافیہ قرار دیں۔

(۴) حرف کو دوسرے حرف سے تبدیل کریں۔ جیسے آب نیلوفر اور مشک بدل کو، ہم قافیہ بنائیں۔

(۵) کلمہ قافیہ کو خلاف قیاس لائیں۔ جیسے شیر زراست، شیر "اشیر" است

(۶) قافیہ کے کلمے کے دو جزو کریں۔ پہلے مصرعے میں ایک جزو اور دوسرے میں دوسرا جزو۔ یعنی

وسط کلمہ کے حرف کو ردی قرار دیں۔ یہ اگرچہ ہزل طعنے وغیرہ میں زیبا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً:

شعر = سیداً دست و پا مزن کہ بہ عمو

ن الھی حسین بن معصو

نی سہیل تفرشی زین عمو

ربو شدھی بہ ذوق و بہ شو۔ ویزہ

(۷) اسم بسیط اور صفت بسیط کا قافیہ بنانا فعل سے۔ جیسے خرسند، بردند، بند، کنند۔ یہ عام طور سے عربی

اور فارسی میں ہوتا ہے۔

تذکرات

اردو شعر میں علمائے ادب نے بعض رعایتوں کو قافیے میں جائز رکھا ہے۔

(۱) اگر مطلعے میں یا کسی شعر میں قافیہ کی لفظی تکرار ہو لیکن معنوی تکرار نہ ہو تو یہ قافیہ جائز ہے۔ مثلاً ایک
ہی شعر میں "دال" دلیل کے معنی اور "دال" کھانے کی دال کے معنی میں آسکتی ہے۔ میر انیس

کے بعض اشعار میں شاہ کائنات حضرت علی اور شاہ کائنات امام حسین کے لیے آئے ہیں۔ عربی اور فارسی میں یہ جائز نہیں لیکن اردو میں جائز اور محیب کے بجائے حسن بتایا گیا ہے۔ مثلاً:

شعر = ۔ بھیجی ہے جو مجھ کو شاہ چھاہ نے دال

ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

(۲) اگر مطلعے میں شاعر نے قافیے میں کوئی شرط رکھی ہے تو پورے اشعار کو اس رعایت پر پابند ہونا ضروری ہے۔

(۳) واؤ اور یا معروف اور مجہول کا ایک شعر میں قافیہ اب جائز نہیں۔ قدما کے پاس اس کی مثالیں نظر آتی ہیں۔

(۴) ایک مصرعے میں قافیہ مفرد اور دوسرے مصرعے میں مرکب ہو اور ردیف کا حصہ بن جائے تو وہ مستحسن ہے۔ مثلاً:

شعر = ۔ فقط موتیوں کی پڑی پائے زیب

کہ جس کے قدم سے گہر پائے زیب

(۵) غزل یا قصیدے اور دوسری نظموں میں قافیے کی تعداد پر پابندی نہیں۔ ایک ہی قافیہ کئی بار استعمال ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہر شعر میں اس کے معنی اور مضمون میں فرق باقی رہے۔ بعض علما نے غزل میں دو سے زیادہ بار قافیے کی تکرار کو اچھا نہیں جانا۔

(۶) لقم طباطبائی قواعد قافیہ میں قافیہ معمولہ کو عیوب قافیہ میں شمار کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض شعرا نے اسے صنعت کے طور پر استعمال کیا جیسے مثنوی ”سحر حلال“ میں الکی شیرازی نے ہر شعر میں قافیہ معمولہ کا التزام رکھا ہے اور اسی طرح مفتی میر عباس نے ”مثنوی مرصع“ میں قافیہ معمولہ کی قید لازمی رکھی۔ قافیہ معمولہ میں چونکہ حرف روی کے تعین میں اشتباہ ہوتا ہے جیسے ”بوستان“ میں ”واؤ“ اور ”دوستان“ میں ”ت“ روی ہے۔ اس صورت میں تکرار روی میں خلل آتا ہے اور قافیہ معمولہ سے شعر ست ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر چار دو والے ”الف“ اور ”ہائے طفی“ جیسے ”کا“ اور ”مزہ“ کے قافیہ کو جائز جانتے ہیں۔ مثلاً

شعر = ۔ شور پسند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا

آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزہ پایا

لیکن لقم طباطبائی اس کی مخالفت میں لکھتے ہیں: ”اگر وجہ یہ ہے کہ قافیہ میں ملحوظ کا اعتبار ہے

جب یہ ”و“ ملحوظ نہیں بلکہ (ز) کے اشباع سے ”الف“ پیدا ہوتا ہے تو پھر کون مانع ہے اسے حروف روی قرار دینے سے؟ اسی طرح سے فوراً اور دشمن قافیہ ہو جاتا ہے، گورم خط اس کے خلاف ہے، لیکن فارسی والے مزہ اور دوا کا قافیہ نہیں کرتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہائے مخفی کو کبھی حرف روی ہونے کے قابل نہیں جانتے۔“

(۸) اردو میں ہائے مخفی کا خیال نہیں کیا جاتا۔ جیسے ناسخ نے ہائے مخفی کو روی قرار دیا۔

شعر = ۔ گھر غم فرقت میں سونا ہو گیا
کنج، مرقد کا نمونہ ہو گیا

لحم طباطبائی اس طرح کے قافیوں کو پسند نہیں کرتے۔ لکھنؤ کے مشہور عروض دان اور شاعر مفتی میر عباس اس سلسلے میں اجتہاد کر کے فرماتے ہیں اگر صحر اکو بنزہ دریا سے چشمہ کا قافیہ ہو سکتا ہے تو کون و مکان کا قافیہ بھی ہو سکتا ہے، جو صحیح کیسے ہوگا۔

(۹) لحم طباطبائی کہتے ہیں: ”اگر نون غنے کو وزن میں شمار کریں تو اس کا اعلان بھی ہونا چاہیے اگرچہ وہ مصرعے کے درمیان میں آئے۔ غالب کے ان مصرعوں میں اعلان نون کیا گیا ہے۔

ع شرع و آئین پر مدار سہی
ع ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے

یہاں اگرچہ کہ ناف زمین میں ترکیب فارسی ہے لیکن اعلان نون صحیح ہے۔

(۱۰) وہ حروف علت جو آخر لفظ میں واقع ہوں اور وہ الف جو سرے پر ہو ان کو شاعر کبھی وزن میں لیتے ہیں، کبھی چھوڑ دیتے ہیں۔ لحم طباطبائی کا خیال ہے کہ ان کا گراناز زیادہ فصیح ہے۔

(۱۱) ”اور“ زبان میں تین طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(الف) تینوں حرف ملحوظ ہوں اور وزن میں شامل ہوں۔

(ب) ”واو“ کو گرایا جائے اور ”ار“ ملحوظ ہو۔

(ج) حرف ”الف“ تلفظ ہو اور ”ور“ گرایا جائے۔

لحم طباطبائی ”اور“ کی فصیح ترین صورت ”قار“ کے وزن پر لکھ کر نے کو بتاتے ہیں۔

(۱۲) لحم طباطبائی ہائے مجهول اور واو مجهول کے گرانے کو چائز اور ہائے معروف اور واو معروف کے گرانے کو قلیل سمجھتے ہیں اگرچہ یہ فارسی لفظ ہو یا ہندی لفظ۔

ردیف

ردیف ایرانیوں کی ایجاد ہے جو قافیہ کے حسن کو بڑھانے کے لیے ہوتی ہے۔ عربی اشعار میں صرف قافیہ ہوتا ہے اور ردیف نہیں ہوتی۔ ردیف شعر کا زبور ہے اور اس کی وجہ سے شعر کی غنایت بڑھ جاتی ہے۔ اصطلاح میں ردیف ایک مستقل کلمہ ہے جو اشعار کے آخر میں قافیہ کے بعد تکرار ہوتا ہے اور ہر شعر میں ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ اچھی ردیف کی تعریف یہ ہے کہ اس کے بغیر شعر کے معنی پورے نہیں ہوتے، یعنی وہ بھرتی کی چیز نہیں۔ ردیف ایک لفظ یا صرف ایک لفظ کو چھوڑ کر پورا مصرع بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً غالب کی غزل کا شعر:

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا (ردیف = کا)

امجد حیدر آبادی کی رباعی

انسان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
نادان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
لا حول ولا قوۃ اللہ باللہ
شیطان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں

حاجب وہ کلمہ ہے جو اشعار میں قافیہ سے پہلے ایک ہی طرح سے تکرار ہو۔ مثلاً یا رسول! یا رسول! اگر
حاجب دو قافیوں کے درمیان آئے تو صفت ہے۔ مثلاً:

آسمان داری تخت = کمان داری تخت وغیرہ



کتابیات

۱۹۵۴ء	مطبوعہ لاہور	محمد حسین آزاد	آب حیات
۱۹۸۷ء	مطبوعہ لاہور	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	اردو رباعی
۱۹۸۸ء	مطبوعہ لاہور	علامہ شبلی نعمانی	شعر العجم
۱۳۷۲ھ	مطبوعہ تہران	محمد فشاہی	عروض سیفی و قافیہ جامی
۱۹۸۸ء	مطبوعہ کراچی	سید سلیمان ندوی	عمر خیام
۱۸۸۵ء	مطبوعہ مدراس	رورندید وریل	جامع القوائین
۱۳۷۳ھ	مطبوعہ تہران	ڈاکٹر حسین بہزادی	آشنائی بہ عروض و قافیہ
۱۹۸۰ء	مطبوعہ کراچی	حبیب اللہ خان	اردو کا عروض
۱۹۹۲ء	مطبوعہ کراچی	سیماب اکبر آبادی	راز عروض
۱۹۹۰ء	مطبوعہ لاہور	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	اردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ
۱۳۷۹ھ	مطبوعہ بغداد	شیخ محمد حسین آل یاسین	الافتاح
جون ۱۹۹۳ء	مطبوعہ بمبئی	علی جواد زیدی	العلم (دوماہی)
۱۹۹۳ء	مطبوعہ نئی دہلی	ڈاکٹر وزیر آغا	تنقید اور جدید اردو تنقید
۱۹۹۳ء	مطبوعہ نئی دہلی	رشید حسن خان	انتخاب سودا
۱۹۹۶ء	مطبوعہ نئی دہلی	مولوی عبدالحق	قواعد اردو
۱۹۹۳ء	مطبوعہ نئی دہلی	غالب اکیڈمی	دیوان غالب (اردو)
۱۹۹۰ء	مطبوعہ کراچی	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	زبان اور اردو زبان
۱۹۷۰ء	مطبوعہ رام نرائن پرنٹنگ میل	پروفیسر عبد المجید	جدید علم العروض

۱۹۸۱ء	مطبوعہ نئی دہلی	قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان	درس بلاغت
۱۹۳۶ء		مرزا محمد عسکری	آئینہ بلاغت
۱۹۸۷ء	مطبوعہ علی گڑھ	کمال احمد صدیقی	آہنگ اور عروض
۱۹۲۶ء	مطبوعہ دہلی	نجم الغنی	بحر الفصاحت
۱۹۹۲ء	ترقی اردو بیورو نئی دہلی	سید احمد	لغات ابجد شماری
۱۹۹۰ء	مطبوعہ لاہور	مرتبہ نیر مسعود	بزم انیس
۱۹۹۸ء	مطبوعہ لاہور	ڈاکٹر جمال الدین جمال	اردو شاعری میں مرصعہ اوزان
۱۹۹۲ء	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	وہاب اشرفی	تفہیم البلاغت
۱۳۷۳ھ	مطبوعہ تہران	ڈاکٹر سروس شمسیا	سیر غزل در شعر فارسی
۱۸۷۲ء	مطبوعہ کلکتہ	بلوچمان	دی پروسوڈی آف دی پرشینز
۱۳۷۳ھ	مطبوعہ تہران	ڈاکٹر پرویز نائل خاٹری	وزن شعر فارسی
۱۹۶۰ء	مطبوعہ کراچی	مولانا نجی نعمانی	موازاۃ انیس و دبیر
۱۹۷۶ء	مطبوعہ کراچی	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	میر انیس حیات اور شاعری
۱۹۸۶ء	مطبوعہ لاہور	کلب علی فائق	کلیات میر
۱۹۸۹ء	مطبوعہ نئی دہلی	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	کلیات ذوق
۱۳۶۸ھ	مطبوعہ تہران	مولانا اقبال احمد سرور	کلیات اشعار فارسی مولانا اقبال
			لاہوری
۱۹۹۴ء	مطبوعہ کراچی	ڈاکٹر اشرف النساء	نظم طباطبائی
۱۹۴۴ء	مطبوعہ حیدر آباد	سید علی حیدر طباطبائی	تلخیص عروض و قوافی

